

تأقیامت انسانیت کی رہنما کتاب قرآن کریم کا تعارف
فصل و مشرّف مقصد نزول اور دیگر متفرق مسائل کا بیان

تفہیم کتاب و سنت

20

کتاب فضائل القرآن

فضائل قرآن کی کتاب

الْأَبَدِ كَرَامَةُ
تَطْهِرُ الْقُلُوبَ



PDFBOOKSFREE.PK



تألیف و تخریج:
مافظ عمران ایوب الہوری

از تحقیق و افادلت:
علامہ ناصر الدین البانی

ما قیامت انسانیت کی رہنما کتاب قرآن کریم کا تعارف،
فصل و شرف، مقصد نزول اور دیگر متفرق مسائل کا بیان

تعمیم کتاب و سنت

20

کتاب فضائل القرآن

فہمائل قرآن کی کتاب

الایذکر اللہ
علیٰ شیخ القلو

PDFBOOKSFREE.PK



تالیف و تخریج:
مافظ عمران ایوب لاہوری
ترجمہ و تخریج:
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

جملہ حقوق بحق مکتبۃ المدینہ محفوظ ہیں



COPY RIGHT

(All rights reserved)

Exclusive rights by **Fiqh-ul-Hadith Publications**
Lahore Pakistan. No part of this publication may be
translated, reproduced, distributed in any form or by
any means or stored in a data base retrieval system,
without the prior written permission of the publisher.

تاریخ اشاعت _____ اکتوبر 2011ء
مطبوعہ _____ چاچا حمید پرنٹرز لاہور

ناشر

فقیہ الاسلامیہ پبلیکیشنز

لاہور - پاکستان

Phone: 0300-4206199

E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com

Website: www.fiqhulhadith.com

ملنے کا پتہ

نعمانی مکتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

Phone: 042-7321865

E-mail: nomania2000@hotmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ الہامی کتب میں سے آج اگر کوئی کتاب تحریف و تغیر سے پاک اور من وعین محفوظ ہے تو وہ صرف قرآن کریم ہی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے، یہی باعث ہے کہ تاقیامت یہ ہمیشہ اپنی اصل شکل میں محفوظ و مامون رہے گی۔ یہی وہ کتاب ہے جس کی ہر پیش گوئی بالکل سچ ثابت ہوئی۔ یہی وہ واحد کتاب ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت، اسلوب، لہجہ، قصص، امثال اور تراکیب میں یکتا ہے کہ اس جیسی کتاب نہ کبھی کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ ہی پیش کر سکے گا۔ اسی کتاب نے پہلی بار انسان کے روحانی، نفسیاتی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی غرض ہر شعبہ زندگی کے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ اسی کتاب کی یہ خوبی ہے کہ یہ ایسے حقائق و معارف اور علوم و دقائق پر مشتمل ہے کہ دورِ جدید کی سائنسی تحقیقات بھی اس پر حرف گیری نہیں کر سکیں، جس کی بدولت مسلمان تو کجا غیر مسلم بھی اس کی صداقت و حقانیت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اسی کتاب کا یہ خاصہ ہے کہ یہ عالمگیر تعلیمات پر مشتمل اور تاقیامت آنے والی انسانیت کی رہنمائی و رہبری کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی فضیلت و عظمت اسے نازل کرنے والے رب العالمین نے خود یوں بیان فرمائی ہے کہ یہ انتہائی بابرکت، حق و باطل میں فرق کرنے والی، عزت والی، بلند مرتبہ، بلند شان والی، پر حکمت، ذریعہ ہدایت و رحمت، موجب شفا، برحق، نور ہدایت، جنت کی بشارت دینے والی اور جہنم سے ڈرانے والی کتاب ہے۔ اس کے شرف کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور یہ بھی کہ اس کے نزول کے لئے اُس رات کا انتخاب کیا گیا جو ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔ علاوہ ازیں احادیث و مبارکہ میں بھی قرآن کریم کے بہت سے فضائل اور فیوض و برکات کا تذکرہ موجود ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی اس قدر فضیلت و عظمت کے بیان اور اسے تاقیامت محفوظ رکھنے کا مقصد کیا وہی ہے جو آج مسلمان سمجھ بیٹھے ہیں کہ رمضان میں اس کے فضائل سنو اور اسے پڑھنا شروع کر دو اور جب رمضان گزر جائے تو اسے محض دم درود، بطور تعویذ لٹکانے، جہیز میں دینے اور قسمیں اٹھانے کا ذریعہ بنالو۔ یقیناً نزول قرآن کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ خود مطالعہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا تاکہ لوگ اس میں غور و فکر کریں، اسے سمجھیں اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیوی و اخروی زندگی کو کامیاب بنائیں۔

پیش نظر کتاب میں فضائل قرآن کے ساتھ ساتھ اسی فکر کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن صرف حصولِ برکت یا محض تلاوت کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتاب ہدایت بھی ہے جو اپنے (سمجھ کر) پڑھنے والے کو ہر معاملے میں سب سے سیدھی راہ دکھاتی ہے۔ جس سے زندگیوں میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؛ ذلت عزت میں، زوال عروج میں، تکبر تواضع میں، تنزلی ترقی میں اور جہالت علم و عرفان کی روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تو آئیے اس کتابِ مبین کے ہر واضح و روشن ارشاد کو حرزِ جاں بنائیں اور اس پر کامل طور پر عمل کر کے اپنی فکری و ذہنی پستیوں اور گمراہیوں سے نجات حاصل کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ (آمین یا رب العالمین!)

”وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب“

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاہوری

بتاریخ: ستمبر 2011ء، بمطابق: شوال 1433ھ

ای میل: hfzimran_ayub@yahoo.com

ویب سائٹ: www.fiqhulhadith.com

فہرست

صفحہ نمبر

عنوانات

مقدمہ

13	قرآن کریم کی تعریف
14	قرآن کریم کے چند اسماء
16	قرآن کریم پر ایمان اور اس کا مفہوم
17	قرآن کریم کا نزول اور جمع و تدوین
21	قرآن کریم کا مقصد نزول اور قرآن فہمی کی اہمیت
23	قرآن فہمی کے چند طریقے و اصول
27	قرآن نا فہمی اور قرآن سے دوری کے چند اسباب
29	قرآن فہمی میں معاون چند اذکار
30	قرآن کریم پر عمل کی اہمیت و ضرورت
32	قرآن کریم پر عمل کے فوائد و ثمرات
33	قرآن کریم کے کسی حکم کو ناپسند کرنے یا کسی آیت کا مذاق اڑانے کی سزا
35	قرآن کریم سے روگردانی کی سزا
38	قرآن کریم کی عظیم شان
41	قرآن کریم کی تاثیر اور اس کے چند نمونے
43	قرآن کریم اور نو مسلم
46	قرآن کریم اور مستشرقین
49	قرآن کریم اور جدید سائنس

قرآن کریم کے عمومی فضائل

باب 1

55	قرآن کریم بابرکت کتاب ہے
56	قرآن کریم بابرکت رات میں نازل ہوا

- 56 قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ۛۛ
- 57 قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے ۛۛ
- 57 قرآن کریم نور ہے ۛۛ
- 58 قرآن کریم ہدایت، رحمت اور بشارت ہے ۛۛ
- 59 قرآن کریم شفاء ہے ۛۛ
- 61 قرآن کریم اللہ کا فضل و احسان ہے ۛۛ
- 61 قرآن کریم لازوال معجزہ ہے ۛۛ
- 62 قرآن کریم سیدھے راستے کا رہنما ہے ۛۛ
- 62 قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان ہے ۛۛ
- 63 قرآن کریم عروج کا ذریعہ ہے ۛۛ
- 64 قرآن کریم پر عمل کرنے والا ہمیشہ راہ راست پر رہے گا ۛۛ
- 64 قرآن کریم میں تاقیامت ایک لفظ کی تحریف بھی ممکن نہیں ۛۛ
- 65 قرآن کریم روز قیامت با عمل انسان کے حق میں گواہی دے گا اور اس کی شفاعت کرے گا ۛۛ

قرآنی سورتوں کی فضیلت

باب 2

- 66 سُورَةُ فَاتِحَةٍ ۛۛ
- 68 سُورَةُ بَقَرَةِ ۛۛ
- 69 سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ ۛۛ
- 70 سُورَةُ هُودٍ ۛۛ
- 70 سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۛۛ
- 71 سُورَةُ كَهْفٍ ۛۛ
- 71 سُورَةُ سَجْدَةِ ۛۛ
- 72 سُورَةُ زُمَرٍ ۛۛ
- 72 سُورَةُ قَتَحٍ ۛۛ
- 73 سُورَةُ طُورٍ ۛۛ
- 73 سُورَةُ وَاقِعَةٍ ۛۛ

74 سُورَةُ صَف	۴۴
74 سُورَةُ جُمُعَة	۴۴
74 سُورَةُ مَنَافِقُون	۴۴
74 سُورَةُ مَلِك	۴۴
75 سُورَةُ ذَهَر	۴۴
75 سُورَةُ مَرَسَلَات	۴۴
76 سُورَةُ نَبَا	۴۴
76 سُورَةُ تَكْوِيْر ، سُورَةُ اِنْفِطَار ، سُورَةُ اِنْشِقَاق	۴۴
76 سُورَةُ طَارِق	۴۴
77 سُورَةُ اَعْلٰی ، سُورَةُ غَاشِيَة	۴۴
77 سُورَةُ كُوْثِر	۴۴
78 سُورَةُ كَافِرُون	۴۴
79 سُورَةُ نَصْر	۴۴
79 سُورَةُ اِخْلَاص	۴۴
82 سُورَةُ فَلَق ، سُورَةُ نَاس	۴۴
84 سُورَةُ اِخْلَاص ، سُورَةُ فَلَق ، سُورَةُ نَاس (اکٹھی فضیلت)	۴۴

باب 3 بعض قرآنی آیات و کلمات کی فضیلت

بعض قرآنی آیات کی فضیلت

87 وَالْهُكْمُ اِلٰهُ وَاَحَدٌ	۴۴
87 رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً	۴۴
88 آيَةُ الْكُرْسِيِّ	۴۴
91 سُورَةُ بَقَرَة کی آخری دو آیات	۴۴
92 سُورَةُ آلِ عِمْرَان کی آخری دس آیات	۴۴
92 حضرت یونس علیہ السلام کی دعا	۴۴
93 هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ	۴۴

بعض قرآنی کلمات کی فضیلت

93 بسم اللہ	ۛۛ
97 سبحان اللہ	ۛۛ
99 الحمد للہ	ۛۛ
100 لا الہ الا اللہ	ۛۛ
102 حسبنا اللہ نعم الوکیل	ۛۛ
103 ذوالجلال والاکرام	ۛۛ
104 اناللہ وانا الیہ راجعون	ۛۛ

قرآن پڑھنے اور سننے کی فضیلت

تلاوت قرآن کی فضیلت

105 تلاوت قرآن اطمینان قلب کا ذریعہ	ۛۛ
106 تلاوت قرآن ایک نفع مند تجارت	ۛۛ
107 تلاوت قرآن سے سکینت، رحمت اور فرشتوں کا نزول	ۛۛ
108 قرآن پڑھنے والا بہترین مومن	ۛۛ
108 رات کے اوقات میں قرآن پڑھنے والا قابل رشک مومن	ۛۛ
109 قرآن کریم کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کا اجر	ۛۛ
110 قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت دنیا کی کسی بڑی نعمت سے بھی قیمتی	ۛۛ
110 قیام اللیل میں دس آیات پڑھنے کا ثواب دنیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر	ۛۛ
111 ایک رات میں سو آیات پڑھنے والے کے لئے ساری رات قیام کا ثواب	ۛۛ
111 روزانہ ایک ہزار آیات کی تلاوت کرنے والا اجر و ثواب کے خزانوں کا مستحق	ۛۛ
111 ایک ایک کر تلاوت قرآن کرنے والا دوسرے اجر کا مستحق	ۛۛ
111 تلاوت قرآن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا ذریعہ	ۛۛ
112 تلاوت قرآن آسمان پر راحت اور زمین پر ذکرِ خیر کا ذریعہ	ۛۛ
112 تلاوت قرآن عذابِ قبر سے نجات کا ذریعہ	ۛۛ

- 112 تلاوت قرآن (اور اس کی تفہیم) قبر میں فرشتوں کی باز پرس میں کامیابی کا ذریعہ ۱۱۱
- 113 تلاوت قرآن جنت میں تاج پوشی اور والدین کی عزت افزائی کا ذریعہ ۱۱۱
- 113 تلاوت قرآن میراث رسول ۱۱۱

قرآن سننے کی فضیلت

- 114 خاموشی اور غور سے قرآن سننا نزول رحمت کا ذریعہ ۱۱۱
- 115 قرآن سننا جن و انس کی ہدایت کا ذریعہ ۱۱۱
- 117 قرآن سننا خشوع و خضوع اور رقت قلب کا ذریعہ ۱۱۱
- 119 قرآن سننے کے لئے فرشتوں کا نزول ۱۱۱

چند آداب تلاوت

- 120 قرآن کریم پڑھنے سے پہلے تعویذ پڑھنا چاہیے ۱۱۱
- 120 قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے ۱۱۱
- 121 قرآن کریم خوبصورت آواز سے پڑھنا چاہیے ۱۱۱
- 122 قرآن مجید کو (اشعار کی طرح) گانے کے انداز میں پڑھنا درست نہیں ۱۱۱
- 122 تلاوت قرآن کے وقت قاری پر خشیت و رقت طاری کرنی چاہیے ۱۱۱
- 122 دوران تلاوت آیت و رحمت پر سوال اور آیت و عذاب پر پناہ مانگنی چاہیے ۱۱۱
- 122 تلاوت قرآن اُس وقت تک کرنی چاہیے جب تک شوق و رغبت باقی رہے ۱۱۱
- 123 دوران تلاوت اگر جمائی آئے تو اسے روکنا چاہیے ۱۱۱
- 123 چالیس دنوں میں ایک بار قرآن ختم کرنا چاہیے ۱۱۱
- 123 تین دنوں سے پہلے قرآن ختم نہیں کرنا چاہیے ۱۱۱
- 123 دوران تلاوت ایک ہی آیت بار بار دہرائی جاسکتی ہے ۱۱۱
- 124 سواری پر تلاوت کی جاسکتی ہے ۱۱۱
- 124 ہلکی آواز سے تلاوت کرنا اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے افضل ہے ۱۱۱
- 125 مسجد میں ہلکی آواز سے ہی تلاوت کرنی چاہیے تاکہ کوئی دوسرا تنگ نہ ہو ۱۱۱
- 126 دوران تلاوت رونما مستحب ہے ۱۱۱
- 126 دوران تلاوت سجدہ کرنا مستحب ہے ۱۱۱

- 126 دوران تلاوت سورتوں کی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں
- 127 قرآن پکڑنے کے لئے وضوء مستحب ہے
- 127 قرآن پڑھنے کے لئے وضوء ضروری نہیں
- 127 حائضہ اور جنبی قرآن پڑھ سکتے ہیں
- 128 حائضہ اور جنبی کو قرآن پکڑنے سے اجتناب کرنا چاہیے
- 128 ختم قرآن کی دعا ثابت نہیں

5 قرآن سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت

- 129 قرآن کریم سیکھنے والے لوگ بہترین ہیں
- 130 قرآن کریم سیکھنے کے لئے مسجد کی طرف جانے والے کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے
- 130 قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے
- 130 قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والے کے لئے جنت کی راہ آسان بنا دی جاتی ہے
- 130 قرآن کریم سیکھنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے
- 131 قرآن کریم سیکھنے والوں کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور
- 131 قرآن کریم سیکھنے والوں سے دنیا میں رحمت و برکت ہے
- 131 قرآن کریم سیکھنے کی نبی ﷺ نے وصیت فرمائی ہے
- 132 قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا نقلی عبادت سے افضل ہے

قرآن کریم کی تعلیم دینے کی فضیلت

- 132 قرآن کریم کی تعلیم دینے والے لوگ بہترین ہیں
- 132 قرآن کریم سکھانے والوں کے لئے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں
- 132 قرآن کریم کی دو آیات سکھانا کسی بڑی نعمت سے بھی قیمتی ہے
- 133 قرآن کریم کی ایک آیت سکھانا بھی صدقہ جاریہ ہے
- 133 قرآن کریم کی تعلیم دینے والے اساتذہ کو طلباء کے عمل کا بھی ثواب ملتا ہے
- 133 قرآن کریم کی تعلیم دینے والا مرنے کے بعد بھی اجر و ثواب حاصل کرتا رہے گا

- 134 قرآن کریم سکھانے والے کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے
- 134 قرآن کریم کی تعلیم دینے والے انبیاء کے وارث ہیں
- 134 قرآن کریم کی تعلیم دینے والے اللہ کے خاص بندے ہیں
- 135 بچوں کو قرآن کی تعلیم دلوانے والے والدین کو جنت میں قیمتی لباس پہنایا جائے گا

قرآن کریم کی تعلیم دینے کی فضیلت

- 135 حصول قرآن کا اصل طریقہ حفظ ہی ہے
- 137 حافظ قرآن امامت کا زیادہ اہل ہے
- 137 حافظ قرآن قیادت کا زیادہ اہل ہے
- 138 حافظ قرآن احترام و تکریم کا مستحق ہے
- 138 حفظ قرآن نکاح میں حق مہر کا بدل بن سکتا ہے
- 138 حفظ قرآن قبر میں مقدم ہونے کا ذریعہ ہے
- 139 حافظ قرآن روزِ قیامت معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا
- 139 حافظ قرآن کو روزِ قیامت عزت و وقار کا تاج پہنایا جائے گا
- 139 حافظ قرآن کو روزِ قیامت عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں اضافہ کیا جائے گا
- 140 حافظ قرآن کا مقام روزِ قیامت بہت بلند ہوگا
- 140 قرآن حفظ کرنے کے بعد اسے یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے
- 141 اگر کوئی غفلت سے قرآن حفظ کر کے بھول جائے
- 142 قرآن بھولنے والا اللہ نہ کہے کہ میں بھول گیا بلکہ کہے مجھے بھلا دیا گیا

چند متفرق مسائل کا بیان

6

باب

- 143 قیامِ رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت
- 143 رمضان میں روزہ دار کے لئے سارا قرآن ختم کرنے کا حکم
- 143 نماز تراویح میں حفاظ کے لئے سارا قرآن ختم کرنے کا حکم
- 143 دشمن کے علاقے میں قرآن لے کر جانا
- 144 قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا
- 144 قرآن کریم کی طباعت و اشاعت اور اس کا کاروبار کرنا

145	عریاں حالت میں قرآن پڑھنا.....	۴۴
145	قرآن پڑھنے کے لئے قبلہ رخ ہونا اور اسے پشت نہ کرنا.....	۴۴
145	کتاب اللہ سے خیر خواہی کا مفہوم.....	۴۴
146	ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم.....	۴۴
146	قرآن کریم کا احترام.....	۴۴
146	قرآن کریم کے پھٹے پرانے اوراق کا حکم.....	۴۴
147	قرآنی آیات والے زیورات کو ڈھالنا.....	۴۴
147	کسی عیسائی، یہودی یا کافر کو قرآن پکڑانا.....	۴۴
148	کافر کو قرآن فروخت کرنا.....	۴۴
148	تحفیظ القرآن کے اداروں کے ساتھ تعاون کرنا.....	۴۴
148	قرآن کو چومنا.....	۴۴
149	قرآن کو زمین پر رکھنا.....	۴۴
149	قرآن اگر زمین پر گر جائے تو صدقہ دینا.....	۴۴
149	قرآن کی قسم اٹھانا.....	۴۴
150	قرآنی تعویذ لکھنا.....	۴۴
150	قرآنی آیات پر مشتمل رسائل و خطوط ارسال کرنا.....	۴۴
150	اگر عورت نے قرآن اٹھایا ہو اور وہ حائضہ ہو جائے.....	۴۴
150	ذکر افضل ہے یا تلاوت قرآن؟.....	۴۴
151	قرآن پڑھنا افضل ہے یا سننا.....	۴۴
151	کیا ریڈیو یا ٹیلی ویژن وغیرہ سے قرآن سننے میں اجر ہے؟.....	۴۴
151	گانے کے انداز میں قرآن کی تلاوت کرنا.....	۴۴
151	تبرک کے لئے کار یا دکان وغیرہ میں قرآن رکھنا یا آیات لکھنا.....	۴۴
152	ختم قرآن میں شرکت کے لئے مساجد میں جانا.....	۴۴
152	میت کے پیٹ پر قرآن رکھنا.....	۴۴
152	قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب.....	۴۴
153	چند ضعیف احادیث کا بیان.....	۴۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدِّمَةٌ

قرآن کریم کی تعریف

”قرآن کریم“ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو جبریل علیہ السلام نے سنا اور اسے محمد ﷺ تک پہنچا دیا، وہ لفظی و معنوی اعتبار سے متواتر ہے، قطعی و یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور ایسے مصاحف میں مکتوب ہے جو تحریف و تغیر سے محفوظ ہیں۔^(۱)

قرآن کریم کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے ((کَلَامُ اللّٰهِ الْمُنَزَّلُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ ﷺ الْمُنْعِزُ بِلَفْظِهِ ، الْمَتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ ، الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ ، الْمَنْقُولُ بِالتَّوَاتُرِ)) ”(قرآن کریم) اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کردہ ہے (یعنی موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ پر نازل کردہ کتب قرآن نہیں)، الفاظ کے اعتبار سے معجز ہے (یعنی اس جیسے الفاظ کوئی نہیں لاسکتا، بالفاظ دیگر قرآن وہی کلام الہی ہے جس جیسا لانے کا ساری دنیا کو چیلنج کیا گیا ہے اور جس کا چیلنج نہیں کیا گیا جیسے احادیث قدسیہ وغیرہ وہ قرآن نہیں)، اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے (یعنی اجر و ثواب کی نیت سے اسے پڑھا جاتا ہے، ان الفاظ سے قراءات شاذہ اور احادیث قدسیہ قرآن کی تعریف سے نکل گئیں کیونکہ انہیں اجر و ثواب کی نیت سے نہیں پڑھا جاتا)، وہ مصاحف میں تحریر شدہ ہے (یعنی جو مصاحف میں تحریر نہیں جیسے منسوخ التلاوة آیات وہ قرآن نہیں) اور تواتر کے ساتھ منقول ہے (یعنی شاذ قراءات اس میں شامل نہیں جو تواتر کے ساتھ نہیں بلکہ بطور آحاد منقول ہیں)۔“^(۲)

قرآن کریم کے چند اسماء

قرآن کریم کے چند (ذاتی و صفاتی) اسماء جو خود قرآن کریم نے ہی بیان کئے ہیں، حسب ذیل ہیں:

(۱) [دیہکھن: مباحث فی علوم القرآن للمناع قطان (ص: ۲۱) الطحاوی (۱/۱۷۲) قواعد التحاویث لحمال

الدین القاسمی (ص: ۶۵)]

(۲) [مباحث فی علوم القرآن (ص: ۲۰)]

○ الْقُرْآن (پڑھنا):

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ [البقرة: ۱۸۵] ”رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا۔“

○ الْفُرْقَان (فرق کرنے والا):

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱] ”بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔“

○ بُرْهَان (دلیل):

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا﴾ [النساء: ۱۷۴]

”اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور نازل کیا۔“

○ الْكِتَاب (لکھا ہوا):

﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ [البقرة: ۲] ”یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں۔“

○ الْحَق (حق، سچ):

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مِمَّا أَتَتْهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾ [السجدة: ۳] ”کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پائیں۔“

○ الذِّكْر (نہایت):

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹] ”بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

○ التَّنْزِيل (نازل کیا ہوا):

﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الشعراء: ۱۹۲] ”اور بے شک وہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔“

○ أَحْسَنَ الْحَدِيث (بہترین بات):

﴿اللَّهُ تَزَلَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ﴾ [الزمر: ۲۳] ”اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے بہترین بات۔“

○ عَظِيم (عظمت والا):

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمُبَارَكَاتِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ [الحجر: ۸۷] ”اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔“

○ كَرِيم (عزت والا):

﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾ [الواقعة: ۷۷] ”بلاشبہ یہ قرآن نہایت معزز ہے۔“

○ عَزِيز (بلند مرتبہ):

﴿وَأَنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ﴾ [حم السجدة: ۴۱] ”بلاشبہ یہ (قرآن) ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔“

○ مَجِيد (بڑی شان والا):

﴿قُلْ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ﴾ [ق: ۱] ”ق۔ قسم ہے بڑی شان والے قرآن کی۔“

○ حَكِيم (حکمت والا)، عَلِيّ (بلند مرتبہ):

﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ⑤ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيَّ حَكِيمٌ ⑥ ﴿

[الزخرف: ۳-۴] ”بے شک ہم نے اس (قرآن) کو عربی میں بنایا تاکہ تم سمجھو۔ اور بلاشبہ وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس یقیناً بلند مرتبہ حکمت والا ہے۔“

○ مَوْعِظَةٌ (نہیحت)، شِفَاء (شفاء)، هُدًى (ہدایت)، رَحْمَةٌ (رحمت):

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِينَ ⑦﴾ [يونس: ۵۷] ”اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نہیحت آگئی

اور ان بیماریوں کی شفا جو سینوں میں ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔“

○ مُصَدِّق (تصدیق کرنے والا)، مُهَيِّم (نگہبان):

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ﴾ [المائدة

: ۴۸] ”اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے ان کی جو اس سے پہلے تھیں

اور (یہ) نگہبان ہے ان پر۔“

○ مُبِين (کھول کر بیان کرنے والا):

﴿الرَّسُولُ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ ⑧﴾ [الحجر: ۱] ”الر۔ یہ کتاب اور کھول کر بیان

کرنے والے قرآن کی آیتیں ہیں۔“

○ مَبَارَكٌ (بابرکت):

﴿وَهَذَا كِتَابُنَا أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا عَذَابَ الْكَافِرِينَ﴾ [الانعام: ۱۰۵] ”اور یہ (عظیم) کتاب ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بابرکت ہے، لہذا اس کی پیروی کرو اور ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

○ بَشِيرٌ (بشارت دینے والا)، نَذِيرٌ (ڈرانے والا):

﴿كِتَابٌ مُبِينٌ آتَانَاكَ رَحْمَةً وَرَبِّانًا قَوْمٌ يَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۱۲۹] ”(یہ) ایک ایسی کتاب ہے کہ کھول کر بیان کی گئی ہیں اس کی آیتیں، درآں حالیکہ قرآن ہے عربی اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔“

○ نُورٌ (روشنی):

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾ [المائدة: ۱۰] ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آگئی۔“

قرآن کریم پر ایمان اور اس کا مفہوم

قرآن کریم پر ایمان لانا واجب اور دین اسلام کی نہایت اہم اساس ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم پر ایمان کے حوالے سے چند اہم امور حسب ذیل ہیں:

1- اس بات کی پختہ تصدیق کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔
2- پختہ طور پر یہ اعتقاد کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ جیسے اس کی شان کے لائق ہے، حقیقی طور پر کلام فرماتا ہے۔

3- یہ اعتقاد کہ قرآن کریم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔

4- اس بات پر پختہ یقین کہ قرآن کریم میں کوئی تعارض و تقاض نہیں۔

5- یہ اعتقاد کہ قرآن کریم کا دعوت جن و انس سب کے لیے ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں پاسکتا۔

6- یہ اعتقاد کہ قرآن کے ذریعے سابقہ تمام کتب سماویہ (نورات و انجیل وغیرہ) منسوخ ہو چکی ہیں۔ اب دین

صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے، عبادت صرف وہی ہے جسے اس نے مشروع قرار دیا ہے، حلال صرف وہی ہے جسے اس نے حلال کہا ہے اور حرام صرف وہی ہے جسے اس نے حرام بتایا ہے۔

7- قرآن کریم جو شریعت لے کر آیا ہے وہ آسان اور معتدل ہے جبکہ پہلی کتب میں موجود شرائع بہت سے سخت احکام پر مشتمل تھیں۔

8- تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔

9- قرآن کریم اعجاز کی بہت سی ایسی وجوہ پر مشتمل ہے جن میں دیگر کتابیں اس کی شریک نہیں۔ جیسے اس کی فصاحت و بلاغت، حسنِ تالیف اور اس کے ذریعے تمام جن و انس کو چیلنج کر اس جیسا لا کر دکھاؤ۔

10- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جس کی لوگوں کو ضرورت تھی خواہ وہ ان کے دین سے متعلق ہو یا دنیا سے، معاش سے متعلق ہو یا آخرت سے۔

11- نصیحت پکڑنے والے اور غور و فکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے۔

12- قرآن کریم سابقہ کتب کی تعلیمات کے خلاصوں اور سابقہ شرائع کے اصولوں پر مشتمل ہے۔

13- قرآن کریم میں سابقہ پیغمبروں اور قوموں کے تذکرے ایسے جامع انداز میں ذکر کیے گئے ہیں جو پہلے کسی کتاب میں موجود نہیں۔

14- قرآن کریم نزول کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

یہ تھیں قرآن کریم کی چند امتیازی خصوصیات جن پر ایمان لانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ قرآن کریم اور دیگر کتب ساویہ پر ایمان کی مزید تفصیل کے لئے راقم کی دوسری کتاب ”ایمان کی کتاب“ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن کریم کا نزول اور جمع و تدوین

قرآن کریم ماہ رمضان میں شب قدر کو نازل ہوا لیکن یہ یاد رہے کہ یہ نزول قرآن کا آغاز تھا یہی باعث ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایک نئی مرتبہ نہیں بلکہ واقعات کے مطابق، یا سوالوں کے جواب کے لیے یا دیگر احوال کے مقتضی کے مطابق 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ قرآن کریم 114 سورتوں پر مشتمل ہے جن میں سے 86 مکہ میں اور 28 مدینہ میں نازل ہوئیں۔ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں انہیں مکی سورتیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں انہیں مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔ 29 سورتیں ایسی ہیں جو حروف مقطعات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ علماء نے قرآنی سورتوں کو چار انواع میں تقسیم کیا ہے۔

1- السبع الطوال: (سات لمبی سورتیں) البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ اور الانعام وغیرہ۔

2- المئون: وہ سورتیں جن کی آیات کی تعداد 100 سے کچھ زیادہ یا اس کے قریب قریب ہے۔

3- المثانی: وہ سورتیں جن کی آیات کی تعداد 200 کے لگ بھگ ہے۔

4- المفصل: سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک سب سورتوں کو مفصل کہتے ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں:

- طوالت مفصل : سورة الحجرات سے لے کر سورة النبأ تک۔
- اوساط مفصل : سورة النبأ سے لے کر سورة الضحیٰ تک۔
- قصار مفصل : سورة الضحیٰ سے لے کر آخر قرآن تک۔

قرآن کریم کو دیگر کتبِ سماویہ کے مقابلے میں یہ امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایک معتدبہ تعداد کو اسے نہ صرف سینوں میں محفوظ کرنے بلکہ اسے تحریر کرنے کی بھی توفیق سے نوازا۔ عہد رسالت میں حفاظتِ قرآن کے بنیادی طور پر دو ذرائع تھے: 1- حفظ 2- کتابت۔

اہل علم نے نقل فرمایا ہے کہ ((كَانَ ذَابُ الصَّحَابَةِ مِنْ أَوَّلِ نَزُولِ الْوَحْيِ إِلَى آخِرِهِ الْمُسَارَعَةَ إِلَى حِفْظِهِ)) ”نزل قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے فوراً حفظ کر لیا جاتا۔“ (۱) اگر صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صحابہ حافظِ قرآن ہی تھے۔ اس بات کا اندازہ اُس روایت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جس میں مذکور ہے کہ جب جنگِ احد کے شہداء کو دفن کرنے کا وقت آیا تو دو یا تین افراد کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جاتا اور دفن کرتے وقت رسول اللہ ﷺ دریافت فرماتے ”ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟“ پھر اسے لحد میں آگے کر دیا جاتا۔ (۲) آپ ﷺ کا اس انداز سے سوال کرنا کہ ”ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟“ اس بات کا ثبوت ہے کہ تقریباً سب صحابہ کو ہی قرآن حفظ تھا (فرق صرف اتنا تھا کہ کسی کو کم یا د تھا اور کسی کو زیادہ) اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر آپ کے سوال کا انداز یہ ہوتا کہ ”ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں۔“

بڑھاپے کا واقعہ بھی معروف ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ صحابہ کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کے لئے روانہ فرمایا لیکن انہیں راستے میں ہی شہید کر دیا گیا۔ ان شہید ہونے والے حفاظِ صحابہ کی تعداد ستر (70) تھی۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت حفاظ کس قدر کثرت کے ساتھ موجود تھے کہ جب ایک چھوٹی سی جماعت کو تعلیم دینے کے لئے ستر حفاظ صحابہ کو روانہ کیا گیا تو جو دو روزانہ مختلف قبائل کی طرف بھیجے جاتے تھے ان میں حفاظ کی تعداد کس قدر زیادہ ہوگی۔ ۱۱ ہجری میں مسلمانہ کذاب کے خلاف جنگ میں شہید ہونے والے حفاظِ صحابہ کی تعداد بھی ستر تھی۔ (۳)

ابن ندیم نے حفاظِ صحابہ کے اسماء کی ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص، قیس

(۱) [کما فی تاریخ القرآن، از عبد اللطیف رحمانی (ص: ۴۷)]

(۲) [بخاری (۱۳۴۷) کتاب الحنائن: باب من يقدم فی اللحد]

(۳) [الاتقان فی علوم القرآن (۷۳/۱)]

بن صحصہ، سعد بن منذر بن اوس، عبد اللہ بن عمر، عقبہ بن عامر جہنی، ابودرداء، تمیم داری، معاوذ بن حارث انصاری، عبد اللہ بن سائب، سلیمان بن ابوشحمہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاوذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن صامت، عثمان بن عفان، عبد اللہ بن طلحہ، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن عاص، ابو ہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن یمان، عبادہ بن صامت، ابو حلیمہ، مجع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عبادہ، ابن عباس، ابویوب انصاری، عبید بن معاویہ اور ابو زید رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔^(۱)

حفاظتِ قرآن کا دوسرا بڑا ذریعہ کتابت تھا۔ کتابتِ قرآن کا آغاز بھی عہد رسالت میں ہی ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ اسے فوراً لکھوا دیتے۔ چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا زید کو میرے پاس بلاؤ اور اس سے کہو کہ وہ حتمی، دوات اور (اونٹ کے) شانے کی ہڈی لے کر آئے، جب وہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ آیت لکھوا دی۔^(۲)

نبی کریم ﷺ کے یہ فرامین کہ قرآن کو دشمن کے علاقے میں مت لے کر جاؤ^(۳) اور قرآن کو صرف طاہری ہاتھ لگائے^(۴) وغیرہ بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ عہد رسالت میں قرآن متفرق اشیاء پر تحریری طور پر موجود تھا۔ اسی باعث امام زرکشیؒ نے فرمایا ہے کہ ((كِتَابَةُ الْقُرْآنِ لَيْسَتْ مُحَدَّثَةً فَإِنَّهُ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِكِتَابَتِهِ)) ”کتابتِ قرآن کوئی نئی چیز نہیں بلکہ آپ ﷺ خود اس کی کتابت کا حکم دیا کرتے تھے۔“^(۵)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ نے اگرچہ اپنی زندگی میں ہی مکمل قرآن کی کتابت کروادی تھی لیکن وہ ایک جگہ پر اکٹھا نہ تھا بلکہ مختلف اشیاء مثلاً کھجور کی چھال، چمیل پتھر، چمڑے کے ٹکڑوں اور ہڈیوں وغیرہ پر مکتوب، مختلف صحابہ کے پاس تھا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں قرآن کو یکجا کیوں نہ کیا گیا اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں مثلاً نسخ التلاوة کا احتمال موجود تھا^(۶)، قرآن بتدریج نازل ہو رہا تھا اور امکانِ نزولِ وحی کے باعث سورتوں کی ترتیب معین نہ تھی^(۷) اور چونکہ عہد رسالت میں قرآن اغلاط کے اندیشے سے محفوظ تھا اس لیے جمع قرآن کی کوئی ایسی شدید ضرورت نہ تھی جو بعد کے ادوار میں پیش آئی۔^(۸)

(۱) [الفہرست لابن النديم (ص: ۶۶)]

(۲) [بخاری (۴۹۹۰) کتاب فضائل القرآن: باب کتاب النبی ﷺ]

(۳) [بخاری (۲۹۹) مسلم (۱۸۶۹) ابوداؤد (۲۶۱۰)]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۲۲) مؤطا (۴۱۹) نسائی (۵۷/۸) دارمی (۱۶۱/۲) دارقطنی (۱۲۲/۱)]

(۵) [البرهان فی علوم القرآن (۲۳۸/۱)] (۶) [البرهان فی علوم القرآن (۳۲۹/۱)]

(۷) [مناہل العرفان (۲۴۱/۱)] (۸) [الجمع الصوتی الاول (ص: ۳۲)]

عہد صدیقی میں قرآن کریم کو مختلف اشیاء سے اکٹھا کر کے صحائف کی شکل میں مرتب کر دیا گیا۔ اس کا سبب قرآن کے ضیاع کا اندیشہ تھا جو جنگ یمامہ میں 70 قراء حضرات کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا جو رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی کے طور پر بھی کام کر چکے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قرآن اکٹھا کرنا شروع کر دیا (جو ان کے سینوں کے علاوہ لکڑیوں، ہڈیوں اور پتھروں وغیرہ پر مکتوب تھا) حتیٰ کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سورہ توبہ کی آخری آیت ابوخریمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے حاصل کی۔^(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کے سلسلے میں جن شرائط کو ملحوظ رکھا تھا ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بھی قرآن کا کوئی حصہ لا رہا ہے اس نے وہ حصہ رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہو۔ وہ حصہ رسول اللہ ﷺ کے لکھوائے ہوئے صحیفوں میں موجود ہو۔ وہ سب سے احرف کو شامل ہو۔ کتابت کے علاوہ اس حصے کو حفاظ کی بھی تائید حاصل ہو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ آیات و سورتوں کی ترتیب کے مطابق ہو۔ اس کے قرآن ہونے پر دو عادل گواہ شہادت دیں۔^(۲) یوں انتہاء درجے کی احتیاط کے ساتھ قرآن کو مختلف اشیاء سے نقل کر کے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کتابی صورت میں یکجا کر دیا۔

دور عثمانی کا آغاز اس حال میں ہوا کہ کثرت فتوحات کی بنا پر اسلامی سلطنت بہت وسیع ہو چکی تھی، آئے روز عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو کر صحابہ سے قرآن سیکھ رہے تھے چونکہ مصاحف عثمانیہ سے قبل مصاحف میں شاذ قراءات اور مختلف اقوال تفسیریہ بھی موجود تھے اس لیے ہر صحابی اسی قراءت کے مطابق قرآن سکھا رہا تھا جس کے مطابق اس نے خود پڑھا تھا، یوں جماعت تابعین نے مختلف صحابہ سے مختلف قراءات کے مطابق قرآن سیکھ لیا اور اسی طرح آگے سکھانا شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ قراءات کے اختلاف کی بنا پر ہر کوئی اپنی قراءت کو قابل ترجیح قرار دینا شروع ہو گیا حتیٰ کہ یہ نزاع مختلف علاقوں اور مختلف مدارس میں پہنچ گیا اور اس قدر شدید ہو گیا کہ کچھ حضرات اپنی قراءت کے علاوہ دوسری قراءت کے مطابق قرآن پڑھنے والوں کو کافر تک قرار دینے لگے۔^(۳)

اس صورتحال کے پیش نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فکر لاحق ہوئی کہ قرآن کو اس رسم واحد پر یکجا کر دیا جائے جو شاذ قراءتوں سے پاک ہو اور اس میں تمام متواتر قراءتیں بھی سما سکیں۔ آپ کی اس فکر میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فتح آرمینہ اور آذربائیجان سے واپسی پر اہل شام اور اہل عراق کے مابین قراءات کے شدید اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ”اے امیر المومنین! اس امت کو بچا لیجئے اس سے پہلے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگ جائیں۔“ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشاورت کے بعد

(۱) [بخاری (۴۹۸۶) کتاب فضائل القرآن: باب جمع القرآن]

(۲) [ملخص از، علم الرسم اور اس کی شرعی حیثیت (ص: ۷۸، ۸۰)]

(۳) کتاب المصاحف (ص: ۳۰)

حصہ چٹھا سے وہ صحیفے منگوا لیے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کرائے تھے اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور چار صحابہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان صحائف سے نقل کر کے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیں اور جہاں زید رضی اللہ عنہ سے باقی تینوں قریشی صحابہ کا اختلاف ہو وہاں قرآن کو قریش کی زبان میں لکھا جائے کیونکہ قرآن لغت قریش میں نازل ہوا تھا۔ یوں انہوں نے ان صحیفوں سے قرآن کو نقل کر کے وہ صحیفہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس دے دیئے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی نقول تیار کر کے مختلف علاقوں میں بھجوا دیں اور فرمان جاری کر دیا کہ اس کے علاوہ جس کے پاس بھی کوئی صحیفہ یا مصحف ہے اسے نذر آتش کر دیا جائے۔^(۱)

مذکورہ بالا تینوں اُدوار کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد رسالت میں مکمل قرآن کو مختلف اشیاء پر تحریر کر لیا گیا، عہد صدیقی میں قرآن کی مختلف آیات و سورتیں مرتب کر کے کتابی صورت دے دی گئی اور عہد عثمانی میں اختلاف و نزاع کے خاتمہ کے لیے اسے شاذ قراءتوں اور صحابہ کے تفسیری اقوال سے پاک کر کے ایسے رسم الخط پر جمع کر دیا گیا کہ تمام متواتر قراءتیں اس میں سما سکیں اسی غرض سے اسے نقط و اعجام سے معزی رکھا گیا۔

قرآن کریم کا مقصد نزول اور قرآن فہمی کی اہمیت

قرآن کریم کو نازل کرنے اور پھر مذکورہ بالا احتیاط کے ساتھ اس کی حفاظت کرا کے اسے تاقیامت آنے والے لوگوں کے لئے من و عن محفوظ رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اسے پڑھیں، اسے سیکھیں، اس میں غور و فکر کریں، اسے سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس پر عمل کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔ لیکن اس کے برعکس آج کے نام نہاد مسلمان قرآن کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں وہ محتاج وضاحت نہیں۔ یہی باعث ہے کہ دنیا میں مسلمان ذلت و رسوائی کا شکار ہیں۔ جبکہ اسی قرآن کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے صحابہ و تابعین نے اس قدر عروج حاصل کیا تھا کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر غور و فکر کی ترغیب دلائی گئی ہے، چند ایک دلائل ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرُوا أَلْوَالِيَ الْأَلْبَابِ﴾ [ص: ۲۹]
 ”(یہ قرآن) ایک کتاب ہے، ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، تاکہ وہ اس کی آیتوں پر غور کریں (یعنی اس کتاب جلیل کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں، اس کے علم کا استنباط کریں اور اس کے اسرار و حکم میں غور و فکر کریں۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبر اور غور و فکر کرنا سب سے افضل عمل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے

کہ وہ تلاوت جو تدبر و فکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جا رہی ہو مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو) اور عقل مند (اس سے) نصیحت حاصل کریں (تاکہ عقل صحیح کے حاملین اس میں غور و فکر کر کے ہر علم اور ہر مطلوب حاصل کریں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر انسان کو اپنی عقل کے مطابق اس عظیم کتاب سے نصیحت حاصل ہوتی ہے)۔“

(2) ﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [محمد: ۲۴] ”کیا پھر وہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔“

کتاب اللہ سے روگردانی کرنے والے یہ لوگ کتاب اللہ میں تدبر اور غور و فکر کیوں نہیں کرتے، جیسا کہ غور و فکر کا حق ہے اگر انہوں نے اس میں اچھی طرح تدبر کیا ہوتا تو یہ ہر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کرتی، انہیں ہر برائی سے بچاتی، ان کے دلوں کو ایمان سے اور ان کی عقلوں کو ایقان سے لبریز کر دیتی، وہ انہیں بلند مقاصد اور اصول عطیات تک پہنچاتی، ان کے سامنے وہ راستہ روشن کر دیتی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے نیز اس جنت کی تکمیل کرنے والے امور پر اور اس کو فاسد کرنے والے امور پر دلالت کرتی، انہیں وہ راستہ بھی دکھاتی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی بتاتی کہ کس چیز کے ذریعے سے اس سے بچا جائے۔ وہ انہیں ان کے رب، اس کے اسماء و صفات اور اس کے احسان کی معرفت عطا کرتی، ان میں بے پایاں ثواب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتی اور انہیں دردناک عذاب سے ڈراتی۔^(۱)

(3) ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [یوسف: ۲] ”بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو عربی (زبان) میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو (یعنی قرآن کریم کے لئے عربی زبان کے انتخاب کا بھی یہی مقصد تھا کہ لوگ اسے سمجھ سکیں کیونکہ جن لوگوں میں یہ کتاب نازل کی گئی ان کی زبان عربی تھی)۔“

(4) ﴿وَإِنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [النحل: ۴۴] ”اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور کریں (اپنا جائزہ لیں، ہدایت اختیار کریں اور دنیا و آخرت میں نجات حاصل کر کے کامیاب ہو جائیں)۔“

(5) ﴿إِنْ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [الانفال: ۲۲] ”بیشک بدترین زمین پر چلنے والے اللہ کے نزدیک وہ بہرے گوئے ہیں جو سمجھتے نہیں۔“

(6) ﴿وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ [الملك: ۱۰] ”اور (جہنمی)

کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو (آج) جہنیوں میں (شریک) نہ ہوتے (یعنی اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور رسول کی لائی ہوئی کتاب کو سنتے اور اس میں غور و فکر کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی)۔“

قرآن فہمی کے چند طریقے و اصول

درج بالا دلائل سے یہ واضح ہے کہ نزول قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ قرآن کو سمجھا جائے اور پھر اس پر عمل کر کے دنیوی و اخروی ثمرات حاصل کئے جائیں۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یا تو عربی زبان کا علم حاصل کیا جائے کیونکہ قرآن کی زبان عربی ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم اپنی اپنی علاقائی زبان میں قرآن کا ترجمہ حاصل کر کے اسے پڑھا جائے۔ یقیناً جب قرآن کو کسی بھی زبان میں سمجھ کر پڑھا جائے گا تو وہ پڑھنے والے کے سامنے اچھائی برائی اور نیکی بدی کو واضح کر دے گا اور انسان کو از خود یہ پتہ چل جائے گا کہ اس کا پروردگار اس سے کیا چاہتا ہے، اسے کس چیز کا حکم دیتا ہے اور کس کام سے روکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو بات تھی ترجمہ قرآن کے ذریعے فہم قرآن کی لیکن اگر ہم تفسیر (تشریح و توضیح قرآن) کی بات کریں تو یہ یاد رہے کہ اہل علم نے تفسیر قرآن کے چند اہم اصول ذکر فرمائے ہیں کہ اگر قرآن کا مطالعہ ان اصولوں کی روشنی میں کیا جائے تو قرآن فہمی کا دشوار راستہ سہل ہو جاتا ہے۔ آئندہ سطور میں ان اصولوں کا مختصر بیان پیش کیا جا رہا ہے:

① تفسیر قرآن کا اولین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن کریم سے ہی کی جائے کیونکہ قرآن نے بعض اہم امور کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے لیکن ہر مقام پر اس کا انداز الگ ہے، چنانچہ ایک مقام پر اگر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اسی کی کچھ تفصیل ہے، اگر کسی جگہ کوئی بات مطلق ذکر کی گئی ہے تو دوسرے مقام پر اسے مقید بیان کیا گیا ہے، اسی طرح اگر کہیں عموم ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تخصیص ہے۔ لہذا قرآن کریم کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ قرآن کے ذریعے ہی تفسیر کی جائے، یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”اگر ہم سے پوچھا جائے کہ قرآن فہمی کا سب سے بہتر طریق کیا ہے تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اولاً قرآن کو قرآن ہی سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔“ (۱) اسی طرح رئیس المفسرین امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”تفسیر کا سب سے صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی کے ساتھ کی جائے۔“ (۲) اس قاعدے ((الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا)) ”قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی وضاحت کرتا ہے۔“ کا بھی یہی مفہوم ہے۔

قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر کی مثال سورہ فاتحہ میں ہی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ ﴾ [الفاتحہ : ۵-۶] ”(اے

(۱) [مقدمہ تفسیر (ص : ۳)]

(۲) [مقدمہ تفسیر ابن کثیر (۷۱/۱)]

اللہ!) ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔“ اب اس آیت میں یہ ذکر تو ہے کہ ”ہمیں انعام یافتہ لوگوں کا راستہ دکھا“ لیکن یہ ذکر نہیں کہ یہ انعام یافتہ لوگ کون ہیں، تو اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا ﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّالِّينَ﴾ [النساء: ۶۹] ”اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔“

ایک دوسری مثال یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں مذکور ہے کہ ﴿فَتَقَلَّبَیْ اٰحْمَرٌ مِنْ دَمِهِۦ وَكَانَ طَعْنٌ﴾ [البقرہ: ۳۷] ”(آدم علیہ السلام) نے جب ممنوعہ درخت کا پھل کھایا تو توبہ کے لئے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے۔“ لیکن یہ کلمات کیا تھے اس کا ذکر سورہ اعراف میں یوں ہے کہ ﴿قَالَ لَا تَنْبَغُ ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝﴾ [الاعراف: ۲۳] ”انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

● قرآن فہمی یا تفسیر قرآن کے سلسلہ میں دوسرا درجہ سنت نبوی کا ہے یعنی اگر کسی آیت کی تفسیر کسی دوسری آیت میں نہ ملے تو اس کی تفسیر سنت کے ساتھ کی جائے گی کیونکہ سنت قرآن کی شارح ہے اور خود نبی کریم ﷺ کی بھی یہی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ [النحل: ۴۴] ”اور ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے (اس کی) وضاحت کریں (اور اس کی تشریح و تفسیر بنیاد کریں)۔“ اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ ﴿اَلَا اِنْسٰی اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلُهٗ مَعَهُ﴾ ”خبردار! مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل ایک اور چیز بھی عطا کی گئی ہے۔“ (۱) یہاں مثل سے مراد سنت ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ سنت بھی قرآن کی طرح آپ پر وحی کی گئی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ سنت کی قرآن کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی۔

بہر حال سنت تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”اگر قرآن کی تفسیر قرآن سے نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ سنت قرآن کی شارح ہے۔“ (۲) بالخصوص آیات احکام کے لئے تو سنت رسول انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ”جہاں تک قرآن کریم کے احکام کا تعلق ہے تو وہ سنت کی روشنی میں ہی سمجھے جاسکتے ہیں لہذا تفسیر قرآن کے اس حصہ کے لئے سنت کی طرف رجوع ناگزیر ہے۔“ (۳)

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۶۴۳)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۳۳/۱)]

(۳) [مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۳۶۲/۳)]

اور اس کی ان گنت مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ قرآن کریم میں بار بار اقامتِ صلاۃ اور ادائیگیِ زکوٰۃ کا حکم ہے لیکن نماز کی رکعات، سنن و فرائض، اذکار، قراءت، رکوع و سجود اور قیام و تشهد کی کیفیات، اسی طرح زکوٰۃ کے لئے نصاب، مقدار، کن اشیاء پر زکوٰۃ فرض ہے اور کن پر نہیں؟ وغیرہ وغیرہ، ایسی تمام تفصیلات سنت نبوی میں ہی مذکور ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں حج کا تو حکم ہے لیکن اس کے طریقہ ادائیگی کی تفصیل صرف سنت میں ہے۔ یہی حال عمرہ کا ہے۔ اسی طرح قرآن میں زانی کے لئے کوڑوں کی سزا تو مذکور ہے لیکن شادی شدہ زانی کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ زانی کے لئے جلا وطنی کی سزا صرف سنت میں ہی مذکور ہے۔

③ (امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ) اگر کسی آیت کی تفسیر قرآن اور سنت دونوں میں نہ ملے تو پھر اقوالِ صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کی نسبت قرآن کی تفسیر کو سب سے زیادہ جانتے تھے، اس لئے کہ انہوں نے ان قرآن اور حالات کا مشاہدہ کیا جو انہی کے ساتھ مخصوص تھے اور وہ فہم و بصیرت، علم صحیح اور عمل صالح کی نعمتوں سے بہرور تھے، خصوصاً وہ جن کا علماء اور کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتا ہے مثلاً ائمہ اربعہ یعنی خلفائے راشدین و دیگر ائمہ مہتدین و مہدیین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ۔

حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہر آیت کے بارے میں، میں یہ جانتا ہوں کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی، اگر مجھے یہ علم ہو کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اس کی خدمت میں ضرور حاضری دوں، خواہ (وہ اس قدر دور ہو کہ) سواریوں پر سوار ہو کر اس کے پاس پہنچنا پڑے۔^(۱)

انہی مفسر صحابہ کرام میں سے ایک امت کے بڑے عالم اور بحرِ علم حضرت عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور آپ کی دعا کی برکت سے ترجمان القرآن تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ ﴿اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلَّمْهُ التَّوْحِیْدَ﴾ اے اللہ! انہیں دین میں فقہت عطا فرما اور قرآن مجید کی تفسیر (کا علم) سکھا۔^(۲) حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن عباس (رحمہ اللہ) قرآن مجید کے بہت اچھے ترجمان ہیں۔^(۳)

صحیح قول کے مطابق حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کا 32ھ میں انتقال ہوا جبکہ حضرت ابن عباس رحمہ اللہ آپ کے بعد 36 سال تک زندہ رہے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ابن مسعود کے بعد انہوں نے کیا کیا علوم نہ سیکھے ہوں گے؟

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۶/۱) اور دیکھئے: بخاری (۵۰۰۲) کتاب فضائل القرآن: باب القراء من اصحاب رسول اللہ ﷺ، مسلم (۲۴۶۲، ۲۴۶۳) کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل ابن مسعود]

(۲) [بخاری (۱۴۳)، (۷۵) مسلم (۲۴۷۷) مسند احمد (۳۱۴/۱)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۶۱/۱) مستدرک حاکم (۶۲۹۱)، (۵۳۷/۳)]

اعمش نے ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر حج مقرر کیا، آپ نے حج کا خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں سورہ بقرہ (اور ایک روایت کے مطابق سورہ نور) کی تلاوت کی اور اس کی اس قدر شان دار تفسیر بیان فرمائی کہ اگر اسے رومی، ترکی اور دیلمی لوگ سن لیتے تو مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔^(۱)

④ جب قرآن کی تفسیر قرآن سے، سنت سے اور صحابہ کرام سے نہ ملے تو پھر بہت سے ائمہ اقوال تابعین مثلاً مجاہد بن جبر رضی اللہ عنہ کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ تفسیر بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھے۔ امام مجاہد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اول سے آخر تک مکمل قرآن مجید تین بار اس طرح پڑھا کہ میں ہر آیت (کے اختتام) پر انہیں روکتا تھا اور ان سے اس کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتا تھا۔^(۲) ابن ابوملیکہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مجاہد رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر قرآن کے بارے میں سوال کرتے ہوئے دیکھا، ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری دستاویزات بھی تھیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ان سے فرماتے کہ اسے لکھ لو، چنانچہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مکمل قرآن کریم کی تفسیر کے بارے میں سوالات کئے تھے۔^(۳) اسی وجہ سے سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تفسیر مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہو تو وہ تمہیں کافی ہے۔^(۴) اسی طرح سعید بن جبیر، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطاء بن ابورباح، حسن بصری، مسروق بن اجدع، سعید بن مسیب، ابو العالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی تابعین اور ان کے علاوہ اتباع تابعین اور ان کے بعد کے لوگ ہیں جن کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

⑤ اسرائیلی روایات (اہل کتاب کی کتب سے ماخوذ روایات) بیان کرنے کی اگرچہ نبی کریم ﷺ نے اجازت دی ہے جیسا کہ فرمایا کہ ﴿حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ﴾ ”بنی اسرائیل سے (روایات) بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں۔“^(۵) لیکن ان اسرائیلی روایات کو دلیل کے طور پر نہیں بلکہ صرف بطور استشہاد پیش کیا جاتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿إِذَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تَكْذِبُوهُمْ﴾ ”جب اہل کتاب تمہیں کوئی روایت بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب۔“^(۶)

اسرائیلی روایات کی تین اقسام ہیں (۱) جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ صحیح ہیں کیونکہ کتاب

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۷/۱) مزید دیکھئے : مقدمہ تفسیر ابن کثیر]

(۲) [تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۷/۶۰) تفسیر ابن جریر الطبری (۶۲/۱) طبرانی کبیر (۷۷/۱)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۶۲/۱)]

(۴) [تفسیر ابن جریر الطبری (۶۲/۱)]

(۵) [بخاری (۳۴۶۱) کتاب احادیث الانبیاء : باب ما ذکر عن بنی اسرائیل]

(۶) [حسن : مسند احمد (۱۳۶/۴) شیخ شعبان راؤ کوٹ نے اسے حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۲۲۵)]

وسنت (یا ان کے اصول) ان کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو یہ روایات صحیح ہیں۔ (2) جن کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ اسرائیلی روایات جھوٹی ہیں کیونکہ کتاب وسنت (اور ان کے اصول) سے ان کی مخالفت ثابت ہے۔ (3) وہ روایات جن کے بارے میں کتاب وسنت (اور ان کے اصول) خاموش ہیں۔ یہ روایات نہ پہلی قسم میں سے ہیں اور نہ دوسری قسم میں سے، لہذا ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب، ہاں! البتہ مذکورہ بالا دلیل کے پیش نظر انہیں بیان کرنا جائز ہے لیکن (یہ یاد رہے کہ) ان میں سے اکثر و بیشتر روایات ایسی ہیں جن میں کوئی دینی فائدہ نہیں ہے مثلاً وہ روایات جن میں اصحاب کھف کے نام، ان کے کتے کا رنگ اور ان کی تعداد کو بیان کیا گیا ہے، عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کس درخت کا تھا، ان پرندوں کے ناموں کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے زندہ کیا تھا، گائے کے اُس حصے کا تعین ہے جسے مقتول کے جسم کے ساتھ لگایا گیا تھا، اس درخت کی نوعیت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ اور اس طرح کی دیگر باتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان نہیں فرمایا کیونکہ ان کے بیان کرنے میں انسانوں کے لئے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ تھا۔

⑥ آخر میں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ و تابعین کے بجائے محض ذاتی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلف میں سے ایک جماعت نے علم کے بغیر تفسیر بیان کرنے میں حرج محسوس کیا ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ﴿أَيُّ أَرْضٍ تُقَلِّبُنِي وَ أَيْ سَمَاءٍ تُظَلِّلُنِي إِذَا قُلْتُ فِي الْقُرْآنِ بِمَا لَا أَعْلَمُ﴾ ”جب میں قرآن کریم کے بارے میں کوئی ایسی بات کہوں جسے میں جانتا نہیں تو مجھے کون سی زمین سمائے گی اور کون سا آسمان چھپائے گا۔“ (۱) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قرآن کریم کے بارے میں صرف وہی تفسیر بیان کرتے تھے جس کا انہیں علم ہوتا تھا۔ (۲) امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ محض رائے کے ساتھ تفسیر کرنا حرام ہے۔ (۳)

قرآن نافہمی اور قرآن سے دوری کے چند اسباب

(1) قرآن نافہمی کا اولین سبب یہ ہے کہ والدین کی اس بارے میں کچھ توجہ نہیں ہوتی کہ اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دلوانی چاہیے بلکہ انہیں صرف بچوں کی دنیوی تعلیم ہی کی فکر ہوتی ہے حالانکہ قرآن کی تعلیم کی زیادہ فکر ہونی چاہیے کہ جو نہ صرف بچوں کی دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے بلکہ والدین کے لئے بھی دونوں جہانوں میں

(۱) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۵/۱)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۵۹/۱)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۷۳/۱)]

شرف و عزت کا باعث ہے۔

(2) دوسرا سبب یہ ہے کہ قرآن کریم کو ایک مشکل ترین کتاب سمجھ لیا گیا ہے اور یہ باور کرا دیا گیا ہے کہ اسے سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اس لئے عام لوگوں کو چاہیے کہ وہ کسی عالم دین ہی کی اتباع کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو قرآن کو ہاتھ ہی نہیں لگایا جاتا اور یا پھر محض تلاوت پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نہ صرف آسان بنایا ہے بلکہ بار بار اس بات کا اعلان بھی فرمایا ہے جیسا کہ سورہ قمر میں ہے کہ ”ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنایا ہے کوئی ہے غور و فکر کرنے والا۔“ اور قرآن کریم کے آسان ہونے کا ثبوت یہ بات بھی ہے کہ اس میں کہیں بھی منطق و فلسفہ کے ذریعے کوئی بات نہیں سمجھائی گئی بلکہ ہر بات سادے اور عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں بعض مقامات کو قدرے تفصیل و تشریح سے سمجھنے کی ضرورت ہے (جیسے مسائل وراثت و قصاص وغیرہ) لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کتاب کو سرے سے ہاتھ ہی نہ لگایا جائے بلکہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو کسی عالم دین سے پوچھ لینی چاہیے۔ محض مشکل کتاب کا بہانہ لگا کر ساری عمر قرآن کو ہاتھ ہی نہ لگانا شیطانی فریب کے سوا کچھ نہیں۔

(3) قرآن ناہمی کا ایک سبب ہمارا نظام تعلیم بھی ہے کہ جو انگریز کی دین ہے اور اس نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایسا نظام تعلیم چھوڑا ہے کہ اگر یہاں کے مسلمان کافر نہ بنیں تو کم از کم مسلمان بھی نہ رہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اگر ابتدائی کلاسز سے لے کر یونیورسٹی لیول تک کے کورسز کو دیکھا جائے تو شاید ہی کہیں اللہ اور اس کے رسول کا نام نظر آئے۔ اور اگر اسلامیات کو لازمی کیا بھی گیا ہے تو وہ بھی باقی مضامین کے مقابلے میں سوائے ایک مذاق کے اور کچھ نہیں جس سے چند مختصر سی اسلام کے بارے میں معلومات تو طالب علم کو حاصل ہو جاتی ہیں لیکن اسے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ اسے ایک سچے مسلمان کی طرح کیسے زندگی گزارنی ہے؟ اس لئے قرآن جمعی کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہمارا موجودہ سیکولر نظام تعلیم بھی ہے جسے حتی الامکان بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(4) قرآن کریم کی عظمت و فضیلت اور فوائد و ثمرات سے جہالت بھی قرآن ناہمی کا ایک سبب ہے۔ یعنی جب کسی کو یہ علم ہی نہیں کہ قرآن ہدایت، رحمت اور شفا کا موجب ہے، تسکینِ قلب کا ذریعہ ہے، آفات و مصائب اور پریشانیوں کو حل کرنے والا ہے، فوز و فلاح کا راز اس میں پنہاں ہے، تو پھر کوئی کیسے اس کے قریب جائے گا اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا؟ لوگوں کو صرف یہی پتہ ہے کہ قرآن ایک بابرکت کتاب ہے، اسے خوبصورت غلاف میں لپیٹ کر کسی اونچے مقام پر رکھنا چاہیے، جہیز میں لڑکیوں کو تحفہ دینا چاہیے، اس پر ہاتھ رکھ کے گواہی دینی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اگر انہیں قرآن کریم کی تلاوت، تفہیم، تعلیم، تحفیظ اور تدریس کے فضائل کا علم ہو تو یقیناً ان کا قرآن سے تعلق ایسا نہ ہو جیسا کہ آج نظر آتا ہے۔

(5) قرآن فہمی کا ایک بڑا سبب گھروں میں ٹی وی کے استعمال کا رواج پا جانا بھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے لوگوں کا جو وقت بچوں کو قرآن پڑھانے اور اس کی تعلیم دلوانے کے لئے کسی مسجد وغیرہ میں چھوڑ کر آنے میں گزرتا تھا اب وہی وقت ٹی وی کے سامنے گزرتا ہے اور بالخصوص ٹی وی کی وجہ سے آج کسی کے پاس بھی وقت نہیں، بشکل بچے سکول سے اور بڑے اپنی اپنی نوکریوں سے گھر پہنچتے ہیں کہ ٹی وی پر ان کا سن پسند پروگرام تیار ہوتا ہے اور پھر رات دیر تک ٹی وی دیکھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے نہ صرف قرآن فہمی کے لئے وقت مفقود ہو گیا ہے بلکہ نظر کی کمزوری، اعصابی کمزوری، کھیل کود اور ورزش سے محرومی جیسے منفی اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔

(6) مزاروں اور آستانوں کا وجود بھی قرآن فہمی کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ مزاروں اور آستانوں پر جو کچھ مشرکانہ حرکات ہوتی ہیں (یعنی غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے، نذر و نیاز، سجدے، چلہ کشی اور شریک اور ادو وظائف وغیرہ)، اگر قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے تو جا بجا قرآن میں ان کی مخالفت و ممانعت نظر آئے گی اور مزاروں پر بیٹھے جعلی پیروں اور مجادروں کا کاروبار بند ہو جائے گا لہذا اس گروہ کی یہی کوشش ہے کہ عوام کو قرآنی تعلیم و تفہیم سے دور ہی رکھا جائے تاکہ نہ وہ قرآن سمجھیں اور نہ ہی انہیں ان کی حقیقت کا علم ہو۔

قرآن فہمی میں معاون چند اذکار

○ نبی کریم ﷺ کے سکھائے ہوئے اذکار میں سے ایک اہم ذکر یہ ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَّتِكَ نَاصِیْتِیْ بِیْدِكَ مَاضٍ فِیْ حُكْمِكَ عَدَلٌ فِیْ قَضَاوُكَ ، اَسْأَلُكَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمِیْتَ بِہٖ نَفْسُکَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوْ اسْتَاثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغِیْبِ عِنْدَکَ ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ ۝ اے اللہ! بیشک میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور تیری باندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا ہی حکم جاری ہے، تیرا فیصلہ میرے حق میں انصاف پڑنی ہے، میں ہر اس نام کے ذریعے سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنے لئے رکھا ہے یا تو نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا تو نے وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھنے کے لئے خاص کر لیا ہے (میری درخواست یہ ہے کہ) تو قرآن کریم کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور اور میرے غموں اور پریشانیوں کا علاج بنا دے۔“ (۱)

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلیفہ بنے تو منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور دوران خطبہ یہ

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۸۲۲) الصحیحہ (۱۹۹) الکلم الطیب للالبانی (۱۲۴) احمد (۳۹۱/۱)]

دعا پرھی ﴿اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي التَّفَكُّرَ وَالتَّدَبُّرَ لِمَا يَتْلُوهُ لِسَانِي مِنْ كِتَابِكَ وَالفَهْمَ لَهُ وَ
المَعْرِفَةَ مَعَانِيهِ وَالنَّظَرَ فِي عَجَائِبِهِ وَالْعَمَلَ بِذَلِكَ مَا بَقِيْتُ﴾ ”اے اللہ! میری زبان تیری
کتاب کا جو حصہ بھی تلاوت کرے مجھے اس میں غور و فکر کرنے، اسے سمجھنے، اس کے معانی کی پہچان حاصل کرنے،
اس کے عجائبات میں غور کرنے اور تادم حیات اس پر عمل کرنے کی توفیق سے نواز۔“ (۱)

○ یہاں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں یہ دعا مذکور ہے ﴿اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِالْقُرْآنِ وَاجْعَلْهُ لِي إِمَامًا
وَهْدًى وَرَحْمَةً﴾ ”اے اللہ! قرآن کے ذریعے مجھ پر رحم فرما اور اسے میرے لئے پیشوا اور ہدایت و رحمت کا
ذریعہ بنا۔“ اسے حافظ عراقی رحمہ اللہ نے معطل (منقطع) کہا ہے اور یہ معروف ہی ہے کہ معطل روایت ضعیف
روایت کی ایک قسم ہے۔“ (۲)

قرآن کریم پر عمل کی اہمیت و ضرورت

بلاشبہ قرآن کریم میں غور و فکر کرنے اور اس کا فہم حاصل کرنے کا حکم اسی غرض سے ہے کہ اس پر عمل کیا جائے
اور دراصل یہی نزول قرآن کا مقصد ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الانعام: ۱۵۵]
”اور یہ کتاب (قرآن کریم) ہم نے اسے نازل کیا، (یہ) برکت والی ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ
اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے تورات پڑھنے والے مگر اس پر عمل نہ کرنے والے یہود کو گدھوں سے
تشبیہ دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

﴿مَثَلُ الَّذِينَ خُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ كَفَرُوا سَاءَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [الجمعة: ۵] ”جن
لوگوں کو حامل تورات بنایا گیا تھا مگر وہ اسے اٹھانہ پائے، اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی
ہوئی ہیں، بہت بری مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلادیا، ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا
(یعنی جیسے گدھوں پر کتابیں لادنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ اُن کتب سے تعلیم حاصل کر کے اُن پر عمل نہیں کر
سکتے بعینہ اہل کتاب کے وہ علماء ہیں جو تورات کے احکامات پر عمل نہیں کرتے)۔“

(۱) [العقد الفريد (۴۹۱/۱) جمهرة الخطب العرب (۲۱۴/۱) البيان الزاهر (ص: ۱۰۳)]

(۲) [المغني عن حمل الاسفار (۲۲۶/۱) تخريج احاديث الاحياء (۸۷۳)، (۲/۲۷۳)]

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ مثال یہود کے بارے میں ہے لیکن مفہوم کے اعتبار سے یہ ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جسے حامل قرآن بنایا گیا لیکن اس نے اس پر عمل نہ کیا۔^(۱)

علاوہ ازیں قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایمان اور عمل صالح ﴿أَمِنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے ایمان لانے کے بعد عمل ہی مقصود حقیقی اور ذریعہ نجات ہے۔ جبکہ حالت یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت قرآن پر عمل سے کوسوں دور ہے اور صرف تلاوت قرآن پر ہی اکتفا کو اپنا دھڑ بٹا رہی ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ صحابہ کو ایسے لوگوں سے ڈرایا کرتے تھے جو قرآن کریم کی تلاوت تو بہت خوب کریں گے لیکن ان کی تلاوت انہیں عمل تک نہیں پہنچائے گی۔ چنانچہ فرمایا:

﴿يَخْرُجُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ خُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ ، يَعْرِفُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ﴾ ”عنقریب اس امت میں ایک ایسی قوم کا ظہور ہوگا جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا (یا فرمایا کہ) ان کے گلے سے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے کو چیر کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔“^(۲)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے شب معراج ایک ایسی قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ﴿هُم خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِينَ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَقْرَأُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَلَا يَعْمَلُونَ بِهِ﴾ ”یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو ایسی باتیں کرتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے اور یہ کتاب اللہ (قرآن کریم) کی تلاوت تو کرتے تھے لیکن اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔“^(۳)

یہی باعث ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کے ہر حکم پر سب سے پہلے خود عمل کرتے تھے حتیٰ کہ جب ایک مرتبہ سعد بن ہشام بن عامر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا، کیوں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ﴿فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللَّهِ كَانَ الْقُرْآنُ﴾ ”بیشک اللہ کے نبی ﷺ کا خلق قرآن ہے (یعنی جو کچھ بھی قرآن میں ہے وہ

(۱) [الامثال فی القرآن الکریم (ص: ۲۷)]

(۲) [بحاری (۶۹۳۱) کتاب استنباط المرتدین: باب قتل الخوارج والملحدین]

(۳) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۱۲۹) صحیح الترغیب (۲۸۹/۲) کنز العمال (۳۱۸۵۶) بیہقی فی

شعب الایمان (۴۹۶۶)، (۲۵۰/۴) ابو نعیم فی الحلیۃ (۳۸۶/۲) تہذیب الآثار للطبری (۲۷۰/۶)]

سب کچھ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دکھائی دیتا ہے۔“ (۱)

صحابہ کرام کی بھی یہی حالت تھی کہ قرآن کا جتنا حصہ بھی پڑھتے اس پر فوراً عمل شروع کر دیتے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”جب ہم میں سے کوئی دس آیات سیکھ لیتا تھا تو اس وقت تک اس سے آگے نہیں بڑھتا تھا جب تک کہ اس کے معانی نہ جان لیتا اور ان کے مطابق عمل نہ کر لیتا۔“ (۲) اور ابو عبد الرحمن سلمیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”ہمیں اُن لوگوں نے بیان کیا جو قرآن کریم پڑھتے تھے جیسے عثمان بن عفان اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ کہ اُن لوگوں کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب وہ دس آیات سیکھ لیتے تو اس وقت تک ان سے آگے نہ بڑھتے جب تک کہ ان آیات کے علم و عمل کو نہ سیکھ لیتے۔ انہوں نے کہا کہ اسی طرح ہم نے پڑھا اور علم و عمل سیکھا۔“ (۳)

قرآن کریم پر عمل کے فوائد و ثمرات

(۱) ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْفَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً�ۗ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْۙ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [النحل: ۹۷] ”جس نے نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو ہم اس کو (دنیا میں) پاکیزہ زندگی (قلبی سکون، ذہنی پریشانیوں سے نجات اور حلال رزق وغیرہ) عطا کریں گے اور (آخرت میں) ضرور ان کو ان کا اجر و ثواب (بدلہ) میں دیں گے، اس سے زیادہ اچھا جو وہ عمل کرتے تھے (یعنی آخرت میں انہیں ایسی ایسی نعمتیں حاصل ہوں گی جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور نہ ہی اُن کا کسی کے دل میں کبھی خیال ہی پیدا ہوا ہے، پس اللہ انہیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی سے نوازے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا)۔“

(۲) ﴿وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مَّا عَمِلُوْا وَمَا رُبُّكَ بَغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [الانعام: ۱۳۲] ”اور (ان میں سے) ہر ایک کے لئے بلحاظ اعمال مختلف درجے ہیں (مثلاً اہل جنت کے لئے جنت میں مختلف درجات ہوں گے اور ان درجات میں کتنا فاصلہ ہوگا اس کی حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے) اور آپ کا رب ان کے اعمال سے غافل نہیں (یعنی وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق ہی جزا دے گا)۔“

(۳) ﴿قَالِیٰنِ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّوْہُ وَنَصْرُوْہُ وَاتَّبِعُوْا التَّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَہٗۚ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾ [الاعراف: ۱۵۷] ”پس جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ کی توقیر و تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اُس نور (ہدایت، قرآن کریم) کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُتر آیا ہے وہی لوگ فلاح

(۱) [مسلم (۷۴۶) کتاب کتاب صلاة المسافرين: باب جامع صلاة اللیل ...]

(۲) [مقدمة تفسیر ابن کثیر (۳/۱)]

(۳) [تفسیر ابن جریر الطبری (۶۰/۱) ابن ابی شیبہ (۱۱۷/۶)]

پانے والے ہیں (یعنی دنیا و آخرت میں شر و فتن سے محفوظ رہیں گے اور ہر مقام پر خیر و بھلائی ہی ان کا مقدر بنے گی، نیز قرآن کریم کو نور اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ جہالت کے اندھیروں کو مٹاتا ہے اور اور حق کی روشنی عطا کرتا ہے جس میں چلنا اندھیرے میں چلنے کی نسبت بہت آسان ہے، لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن کے نور سے روشنی حاصل کرے اور اس کے اوامر پر عمل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرے)۔“

(4) ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ [محمد: ۲] ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور وہ اُس (قرآن) پر بھی ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے اور وہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے اللہ نے اُن سے اُن کی برائیاں دور کر دیں (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی اور جب ان کے گناہ مٹا دیئے گئے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات پا گئے) اور ان کے حال کی اصلاح کر دی (اس سے بڑی اور کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ انسان کے تمام احوال کی اصلاح کر دی جائے، اس کے تمام معاملات درست ہو جائیں، اسے قلبی اطمینان نصیب ہو جائے، ہر وقت وہ راحت و سکون میں ہو، پریشانیوں سے اسے نجات مل جائے، پاکیزہ زندگی اُسے نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم کی اُسے بشارت مل جائے)۔“

(5) ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝﴾ [الزمر: ۱۷-۱۸] ”آپ میرے (اُن) بندوں کو بشارت دے دیجئے۔ جو بات کو غور سے کان لگا کر سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں (بلاشبہ سب سے اچھی بات اللہ تعالیٰ کی ہے، پھر رسول ﷺ کی ہے)، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں (یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بات پر عمل کرنے والے ہدایت یافتہ بھی ہیں اور عقل مند بھی کیونکہ نیک اعمال بجالانے کی خوبی اُن میں اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اُمور خیر کی ہدایت سے نوازا ہے اور چونکہ یہ لوگ اچھائی برائی میں تمیز کر سکتے ہیں اس لئے یہ عقل مند بھی ہیں اور اگر یوں کہا جائے کہ عقل مندی ہے ہی اسی چیز کا نام تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ جو انسان اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں کر سکتا وہ یقیناً ناقص العقل ہے، اور ان ہدایت یافتہ لوگوں نے دنیا کی اونی زندگی پر آخرت کی ابدی زندگی کو ترجیح دی ہے تو بلاشبہ یہ اُن کی عقل مندی ہی کی علامت ہے)۔“

قرآن کریم کے کسی حکم کو ناپسند کرنے یا کسی آیت کا مذاق اڑانے کی سزا

○ جو شخص قرآن کریم کے کسی ایک حکم کو بھی ناپسند کرتا ہے اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾ ① ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ لِلَّهِ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ②﴾ [محمد : ۸-۹] ”اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہو، اللہ ان کے اعمال غارت کر دے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ چیز (قرآن کریم) کو ناپسند کیا، پس اللہ نے (بھی) ان کے اعمال برباد کر دیئے۔“ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ کی نازل کردہ چیز“ سے مراد قرآن کریم یا عقیدہ توحید یا عقیدہ آخرت ہے۔^(۱)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے کسی بھی حکم سے بغض رکھنا یا اسے ناپسند کرنا کفر اور تمام اعمال کے ضیاع کا موجب ہے۔ یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے کچھ حصے کو ماننے اور کچھ حصے کو رد کرنے والوں کو دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُدْخِلُونَا إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا لِلَّهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [البقرة : ۸۵] ”کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو شخص یہ کام کرے گا اس کی سزا اس کے سوا کوئی نہیں کہ رسوائی ہو دنیوی زندگی میں اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے۔“

○ قرآن کریم کے کسی حکم کا مذاق اڑانا کتاب و سنت کی نصوص اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ کفر ہے۔ لہذا جو شخص بھی اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات کرے جس سے مقصود لوگوں کو ہنسانا ہو یا اسلام کی تنقیص و توہین مقصود ہو (جیسے مسجد، مدرسہ، داڑھی، برقعہ اور حجاب وغیرہ کو مذاق بنانا) یا عملاً کسی ایسے کام کا مظاہرہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآلِیْهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ نَسْتَهْزِئُونَ ۚ لَا تَعْلَمُونَ ۚ وَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَآئِفَةٍ مِنْكُمْ نُعَذِّبُ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ [التوبة : ۶۵-۶۹] ”اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم حذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

(۱) [دیکھئے : تفسیر مفتاح الغیب (۱/۸۸)]

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ أَيْمَانَ لِلَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِذًا يَغْلِبْهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ [النساء: ۱۴۰] ”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

قرآن کریم سے روگردانی کی سزا

قرآن کریم پر ایمان، اس کی تلاوت، اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے، اس کی دعوت و تبلیغ، تعلیم و تدریس اور اس کے مطابق فیصلے کرنے سے روگردانی کرنے والا دنیا میں بھی رسوا ہوگا اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں اس کی گزران بجک کر دی جائے گی، اسے اطمینان قلب نصیب نہ ہوگا اور اس کے ساتھ ایک شیطان مقرر کر دیا جائے گا جو ہر وقت اسے راہِ راست سے روکے گا۔ ایسا شخص قبر کے عذاب میں مبتلا رہے گا اور آخرت میں اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ نیز روز قیامت خود قرآن اس شخص کے خلاف گواہی دے گا، اسے جہنم میں بھیجے گا اور محمد ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کریں گے۔ اس کے چند دلائل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ أَعْمَى﴾ (۳) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتُ نَبِيَّ أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا (۴) قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى (۵) [طہ: ۱۲۴ - ۱۲۶] ”اور جو میرے ذکر (وحی، احکام الہی، کتاب اللہ) سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی جگمی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ الہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا“ یعنی میرے دین، میری کتاب کی تلاوت اور اس میں موجود احکامات پر عمل سے روگردانی کی۔ (۱)

علامہ عبد الرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ”جو میرے ذکر سے روگردانی کرے“ یعنی جس کسی نے میری کتاب کریم سے اعراض کیا جس سے تمام مطالب عالیہ حاصل کئے جاتے ہیں اور اس سے روگردانی کر

کے اس کو چھوڑ دیا، یا اس کے ساتھ اس سے بھی بڑھ کر برا سلوک کیا یعنی اس کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔^(۱) علامہ ابو بکر الجزائریؒ ”جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا“ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یعنی جس نے قرآن کریم سے روگردانی کی، اس پر ایمان نہ لایا اور جو اس میں احکام ہیں اُن پر عمل نہ کیا۔ اور ”تنگ گذران“ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ یعنی اسے (دنیوی زندگی میں) ایسی تنگی چٹ جائے گی کہ اس کا دل (مسل) تنگی و ٹھن میں ہی رہے گا خواہ اسے کتنی ہی وسعت و کشادگی (خوشحالی و مالی فراوانی) مل جائے۔^(۲)

نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں ”تنگ گذران“ سے مراد اس دنیوی زندگی میں تنگی ہے۔^(۳) امام ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ ”اس کی گذران تنگ ہو جائے گی“ یعنی دنیا میں تنگ ہو جائے گی جس کے نتیجے میں اس کو اطمینان اور انشراح صدر حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کا سینہ ضلالت کی وجہ سے تنگ ہو کر حرج میں مبتلا ہو جاتا ہے، گویا بظاہر خوش و خرم ہو، جو چاہے لباس پہنے جو چاہے کھائے اور جہاں چاہے رہے کیونکہ اس کا دل جب تک یقین و ہدایت کے لئے خالص نہ ہوگا، وہ قلق و حیرت اور شک میں رہے گا اور گذران تنگ ہونے کے یہی معنی ہیں۔^(۴)

(۲) ﴿وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾ [بنی اسرائیل: ۷۲]
 ”اور جو اس دنیا میں (قرآن کریم، آیات الہی اور واضح و روشن دلائل سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راہ سے بہت بھٹکا ہوا رہے گا (کیونکہ عمل کی جزا بھی اسی کی جنس سے ہوتی ہے یعنی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے)۔“
 (۳) ﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾ [الزخرف: ۳۶-۳۷]
 ”اور جو رحمن کے ذکر سے اندھا (غافل) ہو جائے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ (شیاطین) انہیں (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں جبکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پر ہیں۔“

”رحمن کے ذکر سے“ جو قرآن عظیم ہے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمن نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے۔ جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس رحمت سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دے، وہ

(۱) [تفسیر السعدی (۱/۶۶/۲)]

(۲) [ایسر التفاسیر (۴/۵۸/۲)]

(۳) [فتح البیان فی مقاصد القرآن (۸/۲۹۰)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۸۶/۴-۸۷)]

خائب و خاسر ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایک سرکش شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے، وہ اس کے ساتھ جھوٹے وعدے کرتا ہے، اسے امیدیں دلاتا ہے اور اسے گناہوں پر ابھارتا ہے۔^(۱)

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ”رحمن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے“ یعنی اس کی سزا سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے اور ایک قول کے مطابق یہ مراد ہے کہ وہ قرآن سے روگردانی کرتا ہے۔^(۲)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ”رحمن کے ذکر“ سے مراد قرآن کریم ہے۔^(۳)

(4) ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ [الفرقان: ۳۰]

”اور رسول (ﷺ) کہیں گے: اے میرے رب! بیشک میری قوم (جن کی ہدایت کے لئے تو نے مجھے مبعوث کیا تھا انہوں) نے اس قرآن کو (اعراض کرتے ہوئے) متروک بنا دیا (پس پشت ڈال دیا) تھا (حالانکہ ان پر واجب تھا کہ وہ اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، اس کے احکام کو قبول کرتے اور اس کی پیروی کرتے)۔“

واضح رہے کہ قرآن مجید پڑھا جائے تو شور و غوغا کرنا تاکہ وہ سنائی نہ دے، یہ قرآن کریم کو چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ قرآن پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ قرآن کریم میں غور و فکر اور تدبر نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ اس کے مطابق عمل نہ کرنا، اس کے احکام کی اطاعت نہ بجالانا اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ قرآن (کی تلاوت وغیرہ) سے اعراض کر کے شعر یا قول یا موسیقی یا ہول و لعب یا قصے کہانیوں یا قرآن کے بتائے ہوئے راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستے کو اختیار کرنا بھی اسے چھوڑنے ہی کی ایک صورت ہے۔^(۴)

اسی طرح قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل کے بجائے اسے محض ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر گھروں میں بطور تعظیم کسی بلند جگہ پر سجائے رکھنا، عدالتوں میں اس پر ہاتھ رکھ کر قسمیں اٹھانا، شادی بیاہ کے موقع پر اس کے سائے میں بیٹیوں کو رخصت کرنا یا کسی مرنے والے کے ایصالِ ثواب کے لئے اسے پڑھنا بھی قرآن کریم کو چھوڑنے ہی کی مختلف صورتیں ہیں کیونکہ قرآن کریم کے نزول کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ اسے سمجھیں اور اس سے ہدایت حاصل کریں اور گمراہی کا راستہ چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اپنائیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی

(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۲/۴۷۸/۳)]

(۲) [لباب التأویل فی معانی التنزیل (۵/۳۷۸)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (۱۸/۳۵۶)]

(۴) [ماخوذ از، تفسیر ابن کثیر (۴/۳۸۵)]

روز قیامت اللہ تعالیٰ سے لوگوں کی یہی شکایت کریں گے کہ انہوں نے نزول قرآن کے اصل مقصد کو پورا نہیں کیا۔
 (5) قبر میں جب منکر نکیر سوال کریں گے تو دنیا میں قرآن سے روگردانی کرنے والا کسی سوال کا بھی جواب نہ دے سکے گا تو فرشتے اس سے کہیں گے ﴿لَا دَرِيْتَ وَلَا تَلَيْتَ﴾، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصْبِحُ صَبِيحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ ﴿”نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (کتاب و سنت کو) پڑھا۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جائے گا اور وہ اتنا بھیا تک طریقے سے چیخے گا کہ انسانوں اور جنات کے سوا اور گرد کی ہر چیز اس کی آواز سنے گی۔“ (۱)

(6) فرمان نبوی ہے کہ ”(روز قیامت) قرآن کریم تیرے حق میں گواہی دے گا (اگر تو نے اس پر عمل کیا) یا تیرے خلاف گواہی دے گا (اگر تو نے اس سے اعراض کیا)۔“ (۲)

(7) ایک اور فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَا إِلَى النَّارِ﴾ جس نے اسے (یعنی قرآن کریم کو) پس پشت ڈال دیا (نہ اسے پڑھا، نہ سمجھا اور نہ عمل کیا) تو وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔“ (۳)

قرآن کریم کی عظیم شان

○ قرآن کریم کے شرف و عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسے رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿وَإِنَّا لَنَنْزِلُكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الشعراء: ۱۹۲]۔

○ قرآن کریم ایک ایسی عظیم کتاب ہے جسے اس کے نازل کرنے والے نے خود عظیم کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ [الحجر:

۸۷] ”اور بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔“

○ قرآن کریم کی عظیم شان کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، اس لئے کہ عربی زبان دیگر تمام زبانوں کی نسبت سب سے زیادہ فصیح، روشن اور وسیع ہے اور انسانی جذبات و احساسات کو سب سے زیادہ بہتر طور پر ادا کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [یوسف: ۲] ”بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو عربی (زبان) میں نازل کیا تاکہ تم سمجھو۔“

(۱) [بخاری (۱۳۳۸) کتاب الحناثر: باب الميت يسمع خفق النعال]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطهارة: باب فضل الوضوء]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع (۲۴۴۳) السلسلة الصحيحة (۲۰۱۹) طبرانی کبیر (۱۳۲/۹) شعب الايمان

للبیهقی (۲۰۱۰) صحیح ابن حبان (۱۲۴)، (۳۳۱/۱)]

○ قرآن کریم کی بلند شان کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اسے سب سے اشرف فرشتے (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے سے، تمام رسولوں میں سے اشرف رسول (محمد ﷺ) پر روئے زمین کے سب سے بہترین حصے (مکہ و مدینہ) پر نازل کیا گیا۔ چنانچہ علامہ عبد الرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ آپ غور کیجئے کہ کیسے یہ تمام فضائل کاغزوہ اس عظیم کتاب میں جمع ہو گئے ہیں: یہ کتاب سب سے افضل کتاب ہے، اسے سب سے افضل فرشتہ لے کر نازل ہوا، اُس ہستی پر نازل ہوئی جو مخلوق میں سب سے افضل ہے اور جسم میں سب سے افضل حصے یعنی آپ کے دل پر نازل کی، سب سے افضل امت پر نازل کی گئی اور سب سے افضل، سب سے فصیح اور سب سے وسیع زبان میں نازل کی گئی اور وہ ہے واضح عربی زبان۔^(۱)

○ قرآن کریم کا شرف یہ بھی ہے کہ اس کے نزول کا آغاز سال کے سب سے اشرف مہینے یعنی رمضان المبارک اور پھر اس کی سب سے اشرف رات شب قدر میں ہوا چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: ۱] ”پیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔“

○ قرآن کریم کی عظیم شان کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی سند بالکل صحیح، نہایت عظیم اور بلند ہے۔ اور وہ سند یوں ہے کہ تمام انبیاء کے سردار محمد ﷺ نے تمام فرشتوں کے سردار جبریل علیہ السلام سے سنا اور جبریل علیہ السلام نے ساری کائنات کے خالق و مالک اللہ رب العالمین سے سنا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴] ”بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین (جبریل علیہ السلام) لے کر نازل ہوا۔ (اے پیغمبر ﷺ!) آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“

○ قرآن کریم کا شرف یہ بھی ہے کہ یہ ایک معجز کتاب ہے یعنی اس جیسی کتاب نہ آج تک کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکے گا خواہ جن و انس مل کر بھی کوشش کریں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿قُلْ لِّیْنَ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ

كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ [الاسراء: ۸۸] ”(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر بھی اس قرآن جیسی کتاب لانا چاہیں تو وہ اس جیسی نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔“

○ عظمت قرآن کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ قرآن نہ صرف جن و انس کو متاثر کرتا ہے بلکہ اس کی شدت تاثر کا یہ عالم ہے کہ اگر اسے کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی خستہ الہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا [الحشر: ۲۱]۔

○ قرآن کریم میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں، یہ بھی اس کی عظیم شان کی ایک علامت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [النساء: ۸۲] ”اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ (لوگ) یقیناً اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

○ قرآن کریم کا شرف یہ بھی ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لی ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹] ”بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

○ یہ بھی قرآن کریم کا شرف ہے کہ اسے پڑھنے، سمجھنے اور حفظ کرنے کے لئے آسان بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ [القمر: ۱۷] ”اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنا دیا ہے تو کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔“ بلاشبہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمیں دنیا بھر میں ہر رنگ اور نسل کے افراد کی کثیر تعداد کہ جسے شمار کرنا ناممکن ہے، قرآن کی حافظ دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اگر تورات و انجیل کے حافظ تلاش کئے جائیں تو شاید ہی کوئی مل سکے۔

○ قرآن کریم کی عظیم شان اس بات سے بھی نمایاں ہے کہ قرآن سابقہ الہامی کتب (تورات، انجیل، زبور) کا مصدق اور محافظ و مکران ہے۔ چنانچہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ ﴿وَإِنزِلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّئًا عَلَيْنِهِ﴾ [المائدة: ۴۸] ”اور (اے پیغمبر!) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، یہ تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو اس سے پہلے تھی اور اس پر نگہبان ہے۔“

”قرآن کریم سابقہ کتابوں کا مصدق و نگہبان ہے“ اس کی وضاحت اہل علم نے یوں کی ہے کہ قرآن ان کے صحیح ہونے کی گواہی دیتا ہے، ان کے اصولوں اور باقی رہنے والی فروعات کا اثبات کرتا ہے اور ان کے منسوخ احکام کی وضاحت کرتا ہے، یا اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن سابقہ کتابوں کا اس لئے امین ہے کہ یہ پچھلی کتابوں میں وارد جن باتوں کے بارے میں تصدیق کرے وہ سچ ہیں، ان کی تصدیق کی جائے گی اور جن باتوں کے بارے میں تکذیب کرے تو وہ یقیناً باطل ہیں، یا ان معنوں میں قرآن ان کا محافظ ہے کہ وہ ان میں بیان کردہ عقیدہ توحید اور دین کے تمام اصول و کلیات کی قیامت تک حفاظت کرنے والا ہے، یا قرآن کریم اس مفہوم میں مکران ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقدس کلام پچھلی کتابوں کی صداقت پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ وہ کتابیں اللہ کی طرف سے ہیں، اس لئے کہ یہ قرآن انہی کی بیان کردہ صفات کے مطابق آیا ہے۔^(۱)

(۱) [ماخوذ از قرآن حکیم عظیمین از محمود بن احمد الدوسری (ص: ۱۰۳)]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کو جسے اس نے انسانیت کی ہدایت کے لئے آخری کتاب کے طور پر نازل فرمایا ہے، تمام کتابوں سے زیادہ جامع، سب سے عظیم اور سب سے اکمل بنا کر اس میں سابقہ تمام کتابوں کے محاسن کو نہ صرف جمع فرمادیا بلکہ اسے ایسے ایسے کمالات عطا فرمائے ہیں جو سابقہ کتابوں میں سے کسی اور کو نصیب نہ ہو سکے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے تمام کتابوں پر شاہد، امین اور حاکم بنا دیا ہے۔^(۱)

○ قرآن کریم کی عظمت کا اظہاریوں بھی ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات سچی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اس کی کسی بات میں شک بھی کرتا ہے تو وہ دین و ایمان سے خارج اور جہنمی تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ [البقرة: ۲] ”یہ کتاب (قرآن کریم) اس میں کوئی شک نہیں۔“ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے بے ایمان لوگوں کی حالت یوں بیان فرمائی کہ ﴿وَ اِذَا تَاْتٰتْ فُلُوْا بِهٖمُ﴾ [التوبة: ۴۵] ”ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔“ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے جہنم میں جانے والے منافقین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ﴿وَلِكَيْتُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرْبِضْتُمْ وَ اِذَا تَبَّيْتُمْ﴾ [الحديد: ۱۴] ”لیکن تم نے خود کو (کفر و نفاق کے) فتنے میں ڈالے رکھا اور (مسلمانوں کی جاہلی) کے انتظار میں رہے اور (دین و قرآن کے بارے میں) شک میں پڑے رہے (اس لئے آج تم سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے)۔“

○ قرآن کریم کی بلند شان اس کی لائی ہوئی تعلیمات میں بھی جھلکتی ہے کہ جن میں کوئی ٹیڑھ پن نہیں، بلکہ بالکل سیدھی اور کھری ہیں اور اصلاح و فلاح کا راستہ واضح کرتی ہیں اور عالمگیر ہیں یعنی کسی زمانے، علاقے یا قوم تک محدود نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے تمام جن و انس کی رہبری و رہنمائی کے لئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہٖ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا﴾ [الکہف: ۱]

”ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ پن نہیں رکھا اس حال میں کہ وہ سیدھی ہے (یعنی نہ تو اس کی کوئی خبر جھوٹی ہے، نہ کوئی عیب بات اس میں ہے اور ہی اس کا کوئی حکم ظلم و زیادتی پر مشتمل ہے بلکہ اس کے اوامر و نواہی سراسر نیکہ نفس، کامل عدل و انصاف، اخلاص اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبودیت پر مشتمل ہیں)۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝﴾ [یوسف: ۱۰۴] ”یہ تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔“

قرآن کریم کی تاثیر اور اس کے چند نمونے

(۱) قرآن کریم اپنے اندر کمال و درجہ کی تاثیر رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے ڈر سے جھک جاتا، پھٹ جاتا۔“^(۲)

(2) جب اہل ایمان قرآنی آیات سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان کا خشوع خضوع بھی بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ”مومن وہ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔“^(۱) اور فرمایا ”اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں (قرآن پڑھتے ہوئے) ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔“^(۲) اور فرمایا کہ ”جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انہیں جب یہ (قرآن تلاوت کر کے) سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں۔“^(۳)

(3) بعض اہل ایمان پر قرآن اس قدر اثر کرتا ہے کہ اسے سنتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اور جب وہ اُس کلام کو سنتے ہیں جو اس کے رسول کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھتے ہو کہ حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔“^(۴)

(4) نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق بعض قرآنی سورتوں (سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، نبا، تکوین) نے آپ پر اس قدر اثر کیا کہ آپ کو بڑھاپے تک پہنچا دیا۔^(۵)

(5) ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور سجدہ تلاوت کیا۔ اس سورت کی تلاوت نے مشرکین پر اس قدر اثر کیا کہ وہ بھی بے ساختہ آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔^(۶)

(6) مشرکین کا ایک سردار عتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور پیشکش کی کہ اگر آپ کو مال چاہیے تو ہم آپ کو مال دے دیتے ہیں، اگر آپ کو اعزاز و مرتبہ چاہیے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو تمہیں بادشاہ بنا لیتے ہیں... بالآخر جب عتبہ خاموش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب مجھے سنو، چنانچہ آپ نے سورہ فصلت کی چند ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔ ان آیات کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ واپس جا کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ ویسا کلام واللہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم! وہ نہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ کہانت لہذا میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دو۔^(۷)

(7) حضرت سید بن صامت رضی اللہ عنہ ایک شاعر تھے۔ حج یا عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی اور جب آپ سے قرآن کی تلاوت سنی تو فوراً مسلمان ہو گئے اور یہ اعتراف کیا کہ یہ کلام اُس کلام

(۱) [الانفال: ۲]

(۲) [الزمر: ۲۳]

(۳) [الاسراء: ۱۰۷]

(۴) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۹۵۵) صحيح ترمذی (۲۶۲۷) ترمذی (۳۲۹۷)]

(۵) [بخاری (۴۸۶۲) كتاب التفسير: باب فاسجدوا لله واعبدوا]

(۶) [سيرت ابن هشام (۲۹۳/۱)]

(اشعار و حکمت لقمان) سے بہت بہتر ہے جو میرے پاس ہے۔^(۱)

(8) حضرت طفیل بن عمروؓ ویؓ کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن کی تلاوت سنی تو (اس نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ) میں نے وہیں اسلام قبول کر لیا۔^(۲)

(9) مدینہ کے ایک سردار حضرت اسیدؓ حضرت مصعبؓ کے پاس انہیں دعوت و تبلیغ سے روکنے آئے لیکن جب قرآن کریم کی تلاوت سنی تو کہا یہ تو بڑا ہی عمدہ اور بہت ہی خوب تر (کلام) ہے۔ اور پھر مسلمان ہو گئے۔^(۳)

(10) ہجرت کے راستے میں نبی ﷺ کو بریدہ اسلمیؓ ملے، یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور قریش نے جس زبردست انعام کا اعلان کر رکھا تھا اسی کے لالچ میں نبی ﷺ اور ابو بکرؓ کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے سامنا ہوا اور بات چیت ہوئی (اور قرآن سنا) تو نقد دل دے بیٹھے اور اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت وہیں مسلمان ہو گئے۔^(۴)

قرآن کریم اور نو مسلم

آئندہ سطور میں اُن چند نو مسلم حضرات کے تجربات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن پر قرآن کریم نے اس قدر اثر کیا کہ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

○ ابراہیم غلیل احمد جو کہ قسینس کے مرتبے پر فائز عیسائی پادری تھے، انہوں نے قرآن کریم کا انتہائی باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا اور بالآخر ۱۳۸۰ھ میں قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں یقیناً اس بات کا اعتقاد رکھتا ہوں کہ اگر میں دہریہ انسان ہوتا یعنی اس کائنات کے خالق کے وجود پر ایمان رکھتا نہ آسمانی رسالتوں میں سے کسی رسالت پر ایمان رکھنے والا ہوتا اور میرے پاس کچھ لوگ آتے جو مجھے مختلف جدید علوم کی ایسی باتیں بتاتے جو قرآن کریم نے پہلے ہی بیان کر دی ہیں تو یقیناً میں رب العزت، صاحب جبروت، خالق ارض و سماء پر ایمان لے آتا اور اس کے ساتھ کسی کو کبھی شریک نہ ٹھہراتا۔“^(۵) مزید فرماتے ہیں کہ ”مسلمان کو چاہیے کہ قرآن پر فخر کرے اور اس سے قوت حاصل کرے کیونکہ قرآن کریم پانی کے مانند ہے جس میں ہر اس شخص کے لئے زندگی کی بشارت ہے جو اسے سیر ہو کر پیتا ہے۔“^(۶) انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ”قرآن کریم ہر اعتبار سے مختلف

(۱) [تاریخ اسلام، از اکبر شاہ نجیب آبادی (۱۲۵/۱) الرحیق المختوم (ص: ۱۸۹)]

(۲) [سیرت ابن ہشام (۱۸۲، ۱) رحمة للعالمین (۸۱/۱) الرحیق المختوم (ص: ۱۹۳)]

(۳) [الرحیق المختوم (ص: ۲۰۷)]

(۴) [رحمة للعالمین (۱۰۱/۱) الرحیق المختوم (ص: ۲۳۸)]

(۵) [قالو عن الاسلام (ص: ۴۹)]

(۶) [بالقرآن اسلم هؤلاء (ص: ۱۳۱-۱۳۶)]

جدید علوم مثلاً طب، فلکیات، جغرافیہ، جیالوجی (ارضیات) قانون، عمرانیات اور تاریخ وغیرہ پر سبقت لے گیا ہے۔ پس ہمارے دور میں جدید علوم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن عظیم کس کس چیز کا پہلے ہی تذکرہ فرما چکا ہے۔“ (۱)

○ ڈاکٹر گرینینا نے بھی قرآن کریم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ وہ قبول اسلام کا سبب یوں بیان کرتے ہیں کہ ”بلاشبہ میں نے قرآن کی وہ تمام آیات تلاش کیں جن کا تعلق طبی اور سائنسی علوم سے تھا اور انہیں میں نے چھوٹی عمر ہی میں پڑھ لیا تھا اور میں انہیں بخوبی جانتا تھا۔ پس میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ آیات جدید علوم و معارف سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہیں، چنانچہ میں نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ مجھے پورا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت محمد ﷺ ایک ہزار سال پہلے، جب کہ اس دور میں وہاں بنی نوع انسان میں سے کوئی معلم اور مدرس ہی موجود نہیں تھا، واضح حق لے کر آئے۔ اگر جدید علوم و فنون کے ماہرین میری طرح دنیاوی اغراض سے خالی ہو کر غیر جانبداری سے اپنے علم و فن کے متعلق قرآنی آیات کا اپنے ان علوم و فنون سے موازنہ کریں جو انہوں نے بڑی تنگ دو اور اعلیٰ معیار کے مطابق حاصل کئے ہیں تو بشرط دانش مندی وہ یقیناً اسلام قبول کر لیں گے۔“ (۲)

○ فرانسیسی مستشرق ایٹن دانیہ بھی قرآن سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ”ہر مومن ہر زمان و مکان میں نہایت آسانی سے صرف کتاب اللہ کی تلاوت ہی سے اس معجزے کو دیکھ سکتا ہے، اسی معجزے کی بدولت اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا مگر اسلام کی زبردست قبولیت اور پھیلاؤ کے حقیقی سبب کا ادراک یورپی لوگ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ قرآن کریم سے بالکل بے خبر ہیں یا پھر وہ قرآن کریم کو ایسے ترجموں کے ذریعے سے جانتے ہیں جن میں عملی زندگی کی کوئی رمت نہیں، مزید برآں وہ تراجم قرآن کریم کے لطیف اور دقیق نکات سے یکسر خالی ہیں۔“ (۳)

○ پادری جان بائسٹ اہونیو بیان کرتے ہیں کہ ”میرے قبول اسلام کے مرحلے کی تکمیل کا سبب ایک علمی لیکچر میں میری موجودگی ہے۔ یہ لیکچر درحقیقت ایک مسلمان اور ایک عیسائی کے درمیان مناظرے کی روداد پر مشتمل تھا۔ میں اس لیکچر کے دوران میں سورہ مریم اور ایک دوسری سورت سنتے ہی اس بات پر مطمئن ہو گیا کہ بلاشبہ اسلام ہی اصل دین حق ہے۔“ (۴)

○ ڈاکٹر احمد نسیم سوسہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے، بیان کرتے ہیں کہ ”اسلام کی طرف میرا میلان اس وقت ہوا جب میں نے سب سے پہلے قرآن کریم کا مطالعہ شروع کیا۔ میں اسی وقت سے قرآن کا دلدادہ ہو گیا تھا

(۱) [محمد ﷺ فی التوراة والانجیل والقرآن (ص: ۴۷-۴۸)]

(۲) [بالقرآن اہلہم ہولاء (ص: ۷۶)]

(۳) [قالوا عن الاسلام (ص: ۶۳) الاسلام فی العقل العالمی (ص: ۱۹۷-۱۹۸)]

(۴) [بالقرآن اسلام ہولاء (ص: ۸۹)]

اور میں قرآنی آیات کی تلاوت سن کر جموم اٹھتا تھا۔“ (۱) مزید فرماتے ہیں کہ ”میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی چیز ایسی ہو جو دین اسلام اور اس کی روحانیت کی حقیقت کا ادراک رکھنے والے آدمی پر اس قدر اثر انداز ہو جس قدر قرآن مجید کی آیات اس کے حواس پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جب وہ قرآن سنتا ہے تو روحانی تعلق اور اتصال کا پر جوش جذبہ اسے گھیر لیتا ہے، اللہ جل جلالہ کی ہیبت اور جلال اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور وہ کامل خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے رب کے کلام عظیم کے سامنے اپنی عاجزی، انکسار اور ضعف کا اقرار کرتا ہے۔“ (۲)

○ برطانوی گلوکار کیت سیونز نے بھی قرآن کی وجہ سے اسلام قبول کیا، کہتے ہیں کہ ”قرآن کریم کی قراءت میری فطرت میں موجود ہر اس چیز کے لئے تصدیق و توثیق ثابت ہوئی جسے میں حق سمجھتا تھا اور قرآن کریم سن کر یوں محسوس ہوا گویا وہ میری حقیقی شخصیت کی تشکیل اور اس کی حقیقی رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔“ (۳)

○ برطانوی خاتون ہونی کہتی ہے کہ ”چاہے میں کتنی ہی کوشش کر لوں حقیقت یہ ہے کہ میں قرآن عظیم کی اس تاثیر کو بیان کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی جو قرآن عظیم نے میرے دل میں سمودی ہے۔ میں ابھی قرآن عظیم کی تیسری سورت بھی ختم نہیں کر پائی تھی کہ میں نے اپنے آپ کو خالق کائنات کے سامنے سجدہ ریز دیکھا۔ قبول اسلام کے بعد یہ میری پہلی نماز تھی۔“ (۴)

○ سابق بھارتی عیسائی عامر علی داؤد بھی قرآن پڑھ کر مسلمان ہوئے، بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے انگریزی زبان میں قرآن کریم کے ترجمے کا ایک نسخہ لیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ مسلمانوں کے ہاں یہی ایک مقدس کتاب ہے، پھر جب میں نے قرآن کو پڑھنا شروع کیا اور اس کے معانی و مفاہیم پر غور و فکر کرنے لگا تو میری ساری دلچسپیاں اور توجہات صرف قرآن کریم سمجھنے پر مرکوز ہو گئیں۔ کیا بتاؤں! مجھے اس وقت کس قدر مسرت بخش حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب مجھے ایک قرآن کریم کے ابتدائی صفحات ہی میں تخلیق کائنات کے مقصد کے سلسلے میں اپنے خلجان انگیز سوال کا نہایت تسلی بخش اور صحیح جواب مل گیا۔“ (۵)

○ سمندر کی گہرائی اور اس گہرائی میں سخت اندھیرے کے متعلق قرآنی آیت پڑھ کر براؤن مسلمان ہو گیا۔ قرآن کریم میں ہے کہ ”یا (کافروں کے اعمال) گہرے سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں، جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی) اندھیرے

(۱) [قالوا عن الاسلام (ص: ۷۰)]

(۲) [فی طریقہ الی الاسلام (۱۸۳/۱-۱۸۴)]

(۳) [قالوا عن الاسلام (ص: ۶۸) بالقرآن اسلم هؤلاء (ص: ۹۱-۹۳)]

(۴) [رجال ونساء اسلموا (۵۰/۵-۵۱)]

(۵) [رجال ونساء اسلمون (۱۰۹/۸)]

چھائے ہوئے) ہوں۔ اگر وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا ہے کہ وہ اسے بھی نہ دیکھ سکے اور جس کے لئے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لئے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں۔“ (۱) گہرے سمندر میں سخت اندھیرے کا ذکر تو قرآن کریم میں چودہ سو سال سے ہے لیکن علامہ سمندری ماہرین نے اسے کچھ ہی عرصہ پہلے دریافت کیا ہے۔

اس آیت پر پہنچ کر براؤن نے ایک ہندوستانی عالم سے پوچھا ”کیا تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ نے کبھی سمندر کا سفر کیا تھا؟“ اس عالم نے جواب دیا ”نہیں۔“ اس نے پھر پوچھا ”تو پھر انہیں سمندری علوم کس نے سکھائے؟“ اس عالم نے کہا، آپ کو اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، اصل مقصد بتائیے؟ براؤن نے کہا ”میں نے اسلام کی کتاب (قرآن کریم) کی ایک آیت پڑھی ہے۔ سمندر کی گہرائی کے متعلق اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے صرف وہی شخص جان سکتا ہے جسے سمندر کا وسیع علم دیا گیا ہو، پھر براؤن نے اس عالم کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور کہا: جب محمد ﷺ نے کبھی سمندر کا سفر کیا نہ سمندری علوم کے ماہرین اور اساتذہ سے کوئی معلومات حاصل کیں اور نہ انہوں نے کسی یونیورسٹی یا تحقیقی ادارے میں کوئی تحقیق کی بلکہ وہ ناخواندہ تھے تو پھر انہیں یہ نفع بخش علم کس نے سکھایا؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ خالق کائنات کی طرف سے بالکل سچی وحی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔“ (۲)

○ ایک جرمن سائنسدان بیان کرتا ہے کہ ”میرے قبول اسلام کا سبب یہ آیت ہے ﴿هَلْ يَلْمِزُ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ تُسَوِّىَ بَنَانَهُ﴾ [القیامۃ: ۴] ”کیوں نہیں! بلکہ ہم تو اس کی پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں۔“ پوروں کے نشانات کے فکرائیز معاملے کا انکشاف یورپ پر آج کے جدید دور میں ہوا ہے جبکہ عربوں کو اس کی مطلق کوئی خبر ہی نہیں تھی، لہذا قرآن کریم فی الحقیقت کلام الہی ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔“ (۳)

قرآن کریم اور مستشرقین

مشرق اُس غیر مسلم مغربی سکالر کو کہتے ہیں جس نے دین اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہو۔ آئندہ سطور میں قرآن کریم کی بلند شان اور عظمت و شرف کے حوالے سے چند مستشرقین کے برملا اعترافات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

○ فرانسیسی مشرقی ایلیکس لوزون کہتا ہے کہ ”حضرت محمد ﷺ نے دنیا کے لئے ایسی کتاب چھوڑی ہے جو بلاغت کا حیرت انگیز نمونہ، اخلاقیات کی عطاویز اور نہایت مقدس کتاب ہے۔ جدید علمی انکشافات میں سے کوئی

(۱) [النور: ۴۰]

(۲) [بالاسلام اسلام هؤلاء (ص: ۳۰)]

(۳) [مع کتاب اللہ، احمد عبد الرحیم السایح، مجلة الجامعة الاسلامیة، عدد: ۴۰ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ،

ص: ۲۳-۲۷]۔ ماعوذ از: قرآن کی عظمتیں از محمود بن احمد اللوسری (ص: ۳۰۶-۳۱۴)

مسئلہ اور انکشاف ایسا نہیں جو اسلامی بنیادوں اور عقائد کے متضاد ہو۔ اس اعتبار سے قرآن کی تعلیمات اور طبیعی و سائنسی قوانین کے درمیان مکمل یکسانیت اور ہم آہنگی موجود ہے۔“ (۱)

○ مسٹر لوئی سید یو کا کہنا ہے کہ ”اہم بات یہ ہے کہ براعظم ایشیا میں برصغیر ہند تک اور براعظم افریقہ میں سوڈان تک مختلف زبانیں بولنے والی قوموں کے مابین قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جسے سب سمجھتے ہیں اور اسی قرآن نے ان متضاد اور مختلف طبیعتوں والی قوموں کو زبان اور جذبات و احساسات کے رابطے کے ذریعے سے آپس میں جوڑ دیا ہے۔“ (۲)

○ ہرطانوی وزیراعظم گلیڈسٹون نے برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے برملا کہا تھا ”جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں قرآن کریم ہے، اس وقت تک ہم مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم نہیں کر سکتے، لہذا ہمارے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم قرآن کا وجود ختم کر دیں یا اس سے مسلمانوں کا تعلق توڑ دیں۔“ (۳)

○ جرمن مستشرق ڈاکٹر شوہس کا کہنا ہے کہ ”میرے جیسے یورپی آدمی کے اعتراف حقیقت سے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ میں نے قرآن کریم کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس میں ایسے بلند مرتبہ معانی، محکم نظم و ربط اور تعجب انگیز بلاغت پائی ہے جس کی نظیر مجھے زندگی بھر کبھی نظر نہیں آئی۔ اس کا ایک ہی جملہ بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔“ (۴)

○ فرانسیسی محقق کاؤنٹ ہنری دی کاسٹری کہتا ہے کہ ”عقل یہ بات تسلیم کرنے میں متردد ہے کہ ایک ان پڑھ انسان (یعنی محمد ﷺ) کے لبوں سے قرآنی آیات کا صدور و ظہور ہو جبکہ سارا مشرق اعتراف کرتا ہے کہ لفظی و معنوی لحاظ سے قرآنی آیات جیسا کلام لانا محال ہے۔“ (۵)

○ جیمز مچز کا کہنا ہے کہ ”بلاشبہ قرآن کریم دنیا بھر میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ قرآن حفظ کرنے میں سب سے آسان اور اپنے اوپر ایمان لانے والے شخص کی روزمرہ زندگی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی کتاب ہے۔“ (۶)

○ عیسائی عرب محقق نصری سلہب کہتا ہے کہ ”آپ (ﷺ) پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے۔ تاہم یہ ناخواندہ

(۱) [بالقرآن اسلم هؤلاء (ص: ۶۳)]

(۲) [تاریخ العرب العام (ص: ۴۵۸)]

(۳) [عالمیہ القرآن الکریم، الدکتور و ہبۃ الزحیلی (ص: ۱۴-۱۵)]

(۴) [بالقرآن اسلم هؤلاء (ص: ۴۹)]

(۵) [القرآن الکریم من منظور غربی، دکتور عماد الدین خلیل (ص: ۱۸)]

(۶) [ایضاً (ص: ۶۰)]

شخصیت انسانیت کو ایک اثر آفریں مکتوب کی طرف دعوت دینے لگی جس کے ساتھ ہی ابتدا سے گھنٹوں کے بل چلنے والی انسانیت بلوغت کو پہنچ گئی۔ یہ مکتوب وہ قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے لئے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے۔“ (۱)

○ امریکی ڈاکٹر سڈنی فشر قرآن کی تعریف میں کہتا ہے کہ ”قرآن کریم ایک ایسی زندہ آواز ہے جو عربی آدمی کے دل کو تسکین اور ٹھنڈک بہم پہنچاتی ہے اور جب اسے قرآن مخطوط کن خوش الحانی سے سنایا جائے تو اس کی تسکین دوچند ہو جاتی ہے۔“ (۲)

○ مستشرق جارج سیل کہتا ہے کہ ”پیشک قرآن کا اسلوب بہت خوبصورت، دل نشین اور نہایت رواں دواں ہے۔ قرآن کا انداز بیان بہر پہلو شیریں، خوش گوار اور باوقار ہے۔ خاص طور پر جب قرآن اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و جلالت بیان کرتا ہے تو اس کا حسن بیان دو بالا اور نہایت باوقار ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے اسلوب و آہنگ کے ذریعے اپنی تلاوت سننے والوں کے قلوب و اذان کو سحر کر دیتا ہے، چاہے وہ اس پر ایمان رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔“ (۳)

○ مغربی محقق کو بولڈ کا کہنا ہے کہ ”یہ قرآن کریم ہی ہے جس نے عربوں کو دنیا کی فتح پر آمادہ کیا اور انہیں ایسی زبردست سلطنت قائم کرنے کا موقع فراہم کیا جو وسعت، قوت، تعمیر و ترقی اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے سکندر اعظم اور روما کی سلطنت سے فائق تھی۔“ (۴)

○ ڈاکٹر لورینیشیا فاغلیری کہتی ہے ”بلاشبہ اسلام کی سب سے بڑی عظمت کا مظہر قرآن کریم ہی ہے... قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہونے کی ایک ابدی دلیل اور برہان ہمیشہ درخشاں رہے گی، یعنی یہ حقیقت کہ قرآن کریم ہر نص اور تمام الفاظ اس کے نزول سے لے کر آج تک طویل صدیاں گزرنے کے باوجود غیر تحریف شدہ اور اپنی اصل حالت میں بالکل صاف شفاف موجود ہیں۔“ (۵)

○ موسیو بیرک نے برطانوی پارلیمنٹ میں تقریر کے دوران کہا ”پیشک تاریخ جن قوانین کو جانتی ہے ان میں سب سے زیادہ محکم، زیادہ قابل فہم اور زیادہ رحم والی تعلیمات قرآن کریم کی ہیں۔“ (۶)

(۱) [فی خطی محمد (ص: ۹۴)]

(۲) [القرآن الکریم من منظور غربی (ص: ۶۵)]

(۳) [ایضاً (ص: ۶۱)]

(۴) [البحث عن الله (ص: ۵۱)]

(۵) [دفاع عن الاسلام (ص: ۳۰-۳۲)]

(۶) [ایضاً (ص: ۵۹)]

○ مسٹر ہر شفیڈ کا کہنا ہے کہ ”قائل کرنے، فصاحت و بلاغت اور جملوں کی ترکیب کے لحاظ سے قرآن کریم کی کوئی نظیر نظر نہیں آتی اور اسلام کے ہر شعبہ زندگی میں مختلف علوم کے فروغ پانے کا کمال بھی قرآن ہی کا مرہون منت ہے۔“ (۱)

○ ڈاکٹر جارج کتاہتا ہے کہ ”بیشک اس بات کا اقرار ضروری ہے کہ قرآن کریم یقیناً دین اور قانون کی کتاب ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر یہ فصیح اور بلیغ عربی زبان کی کتاب ہے۔ عربی زبان کو فروغ دینے میں قرآن کریم کو بہت عظیم فضیلت حاصل ہے۔ ائمہ لغت خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، وہ کسی کلمے کی بلاغت اور اس کا حسن بیان جاننے کے لئے عرصہ دراز سے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے چلے آ رہے ہیں۔“ (۲)

○ الجزائر پر ناجائز قبضے کی سو سالہ تقریب میں فرانسیسی گورنر نے کہا ”جب تک الجزائری مسلمان قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور عربی زبان بولتے رہیں گے ہم ان پر غلبہ نہیں پاسکتے، لہذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم قرآن کریم کا وجود مٹا دیں، مسلمانوں کو قرآن سے محروم کر دیں اور ان کی زبانوں سے عربی نکال کر اس کا قلع قمع کر دیں۔“ (۳)

○ فرانسیسی وزیراعظم لاکوٹ جب الجزائر کے شہسوار مجاہدوں سے عاجز آ گیا تو اس نے کہا ”میں کیا کر سکتا ہوں؟ قرآن کریم تو فرانس سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔“ (۴)

قرآن کریم اور جدید سائنس

اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو معجزات عطا فرمائے تاکہ لوگوں کے سامنے پیغمبروں کی صداقت ثابت ہو سکے۔ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کو بھی مختلف معجزے عطا کئے گئے لیکن آپ کے تمام معجزات میں سب سے عظیم معجزہ قرآن کریم ہے جو تا قیامت موجود رہے گا۔ قرآن کریم میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے سائنسی حقائق سے اس دور میں آگئی نہیں ہو سکی تھی کیونکہ اس وقت اکثریت کم تعلیم یافتہ و ناخواندہ تھی اور پھر ان سائنسی معلومات کو سمجھنے کے ذرائع بھی میسر نہ تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی معلومات، ایجادات اور انکشافات میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور قرآن کریم کے طالب علموں نے قرآن کریم کے روحانی و علمی معارف کے ساتھ ساتھ ان سائنسی دلائل و براہین پر بھی غور و خوض کرنا شروع کر دیا۔

(۱) [التربیۃ فی کتاب اللہ، محمود عبد الوہاب (ص: ۵۲-۵۳)]

(۲) [قصۃ الانسان (ص: ۷۹-۸۰)]

(۳) [قائدۃ الغرب یقولون، جلال العالم (ص: ۳۱)]

(۴) [ایضاً (ص: ۵۱)] ماعوذ از، قرآن کی عظمتیں، از محمود بن احمد الدوسری (ص: ۱۱۱-۱۱۹)

اگرچہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں لیکن چونکہ یہ اول و آخر کے تمام علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے محققین نے قرآن کریم کا اس جہت سے بھی مطالعہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں موجود بہت سارے سائنسی حقائق کو آج کی جدید سائنس ثابت کر چکی ہے جس کے نتیجے میں ساری دنیا میں سائنسدان قرآن کی حقانیت پر ایمان لا رہے ہیں۔ انہی میں سے ایک ڈاکٹر موریس بوکائے (Dr. Maurice Bucaille) بھی ہیں جو ایک معروف کتاب (The Bible, The Quran, And Science) ”بائبل، قرآن اور سائنس“ کے مصنف ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے بہت سے حقائق کو جدید سائنسی حقائق پر پرکھا، پھر جب قرآنی حقائق کو جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق پایا تو مسلمان ہو گئے۔ وہ اپنی مذکورہ کتاب میں رقمطراز ہیں کہ

”جب میں نے پہلے پہل قرآنی وحی و تنزیل کا جائزہ لیا تو میرا نقطہ نظر کلیتاً معروضی تھا۔ پہلے سے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہ تھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قرآنی متن اور جدید سائنسی معلومات کے مابین کس درجہ مطابقت ہے۔ تراجم سے مجھے پتہ چلا کہ قرآن ہر طرح کے قدرتی حوادث کا اکثر اشارہ کرتا ہے لیکن اس مطالعہ سے مجھے مختصر سی معلومات حاصل ہوئیں۔ جب میں نے گہری نظر سے عربی زبان میں اس کے متن کا مطالعہ کیا اور ایک فہرست تیار کی تو مجھے اس کام کو مکمل کرنے کے بعد اس شہادت کا اقرار کرنا پڑا جو میرے سامنے تھی کہ قرآن میں ایک بھی بیان ایسا نہیں ملا جس پر جدید سائنس کے نقطہ نظر سے حرف گیری کی جاسکے۔ اس معیار کو میں نے عہد نامہ قدیم اور اناجیل کے لئے آزمایا اور ہمیشہ ہی معروضی نقطہ نظر قائم رکھا۔ اول الذکر میں مجھے پہلی کتاب آفرینش سے آگے نہیں جانا پڑا اور ایسے بیانات مل گئے جو جدید سائنس کے مسلمہ حقائق سے کلی طور پر عدم مطابقت رکھتے تھے۔ اناجیل کو شروع کرتے ہی فوری طور پر ایک سنجیدہ مسئلہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ پہلے ہی صفحہ پر ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ ملتا ہے لیکن اس موضوع سے متعلق مٹی کا متن واضح طور پر لوقا کے متن سے مختلف ہے۔ ایک اور مسئلہ اس لحاظ سے بھی سامنے آیا کہ مؤخر الذکر میں کرۂ ارض پر انسان کی قدمت سے متعلق معلومات جدید (سائنسی) معلومات سے متباہن (جدا، مختلف) ہیں۔“ (۱)

آئندہ طور میں چند ایسے قرآنی حقائق کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں آج کی جدید سائنس بھی ثابت کر چکی ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿الْمَدَّ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِثْلًا، وَالْجِبَالِ أَوْتَادًا﴾ [النبا: ۶-۷] ”کیا ہم نے زمین کو پتھروں سے بنایا؟ اور پہاڑوں کو میخیں (یعنی کیل نہیں بنایا؟ جنہیں زمین میں یوں گاڑ دیا کہ زمین مضبوط ہوگئی، اسے ثابت و قرار آگیا، وہ ٹھہر گئی اور اپنے اوپر کی آبادی کو حرکت نہیں دیتی۔ ابن کثیر)۔“

موجودہ ارضی سائنس نے ثابت کیا ہے کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری جڑیں رکھتے ہیں اور یہ جڑیں سطح

زمین پر ان کی بلندی سے کئی گنا زیادہ گہرائی میں اتری ہوئی ہیں، لہذا پہاڑوں کی اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے مناسب ترین لفظ میخیں (Pegs) ہی ہے کیونکہ ٹھیک طور پر گاڑی ہوئی میخوں کا اکثر حصہ زمین کی سطح کے نیچے ہی ہوتا ہے۔ سائنس کی تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ سائنسی تحقیق صرف ڈیڑھ صدی پہلے 1865ء میں اسٹرانومر رائل (برطانوں شاہی فلکیات دان) سر جارج ایسری نے پیش کی تھی جبکہ قرآن نے یہ بات ساتویں صدی عیسوی میں ہی بتادی تھی۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿كَذَٰلِكَ لَمْ يَخْلُكْ لَعْنَتُهُ لِّنَفْسِهِۦٓ اَلَّا تَنصِفَٓ اِلَآ النَّاصِيَةَ﴾، نَاصِيَةِ كَاذِبَةٍ خَاطِفَةٍ ﴿العلق : ۱۵-۱۶﴾ ”یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی (کے بالوں) سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔“ یعنی یہاں قرآن نے پیشانی کو جھوٹی کہا، یہ نہیں کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ تو آج کی جدید سائنس نے جب انسانی کھوپڑی کی تحقیق کی تو یہ بات سامنے آئی کہ انسان کی کھوپڑی کا سامنے والا حصہ نیکی اور بدی کے افعال کی منصوبہ بندی کرنے، ان افعال کی تحریک دینے اور ان کا آغاز کرنے کا ذمہ دار ہے اور جھوٹ بولنے اور سچ بولنے کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے۔ پروفیسر کانٹھ ایل مور ”الاعجاز العلمی فی الناصیة“ میں لکھتے ہیں ”سائنسدانوں نے دماغ کے پیش جمہی علاقے کے یہ افعال پچھلے ساٹھ سال میں دریافت کئے ہیں مگر قرآن پاک نے اس ضمن میں واضح اشارات تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی بیان کر دیئے تھے۔“

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَّحَ بُشْرًا بَیِّنَ ۖ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰی اِذَا اَقْلَمَتْ سَحَابًا اِثْقَالًا سَفَقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَانْزَلْنَا بِهٖ الْمَآءَ﴾ [الاعراف : ۵۷] ”اور وہی (اللہ) ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے حتیٰ کہ وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم انہیں کسی مردہ علاقے کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم ان کے ذریعے سے پانی نازل کرتے ہیں۔“

اس آیت میں بادلوں کے عظیم ذخیرے کو سحاباً ثقالاً (بھاری بادل) سے تعبیر کیا گیا ہے اور موجودہ سائنسدانوں کی تحقیق یہ کہتی ہے کہ ایسے گرجنے والے اور بارش برسانے والے بادلوں میں سے ایک بادل میں 3 لاکھ ٹن تک پانی جمع ہوتا ہے۔ ان کا یہ بھی اندازہ ہے کہ سطح زمین پر تقریباً ایک کروڑ 60 لاکھ ٹن پانی ایک سینکڑ میں بخارات بنتا ہے اور یہ مقدار پانی کی اُس مقدار کے برابر ہے جو ایک سینکڑ میں زمین پر برستا ہے۔ پانی کا یہ چکر ایک ایسا توازن رکھتا ہے جسے صالح فطرت نے قائم کر رکھا ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَہِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یُکُونَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ﴾ [البقرة : ۲۸۲] ”اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنالو۔ یعنی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے)۔“

آج جدید سائنسی تحقیق نے یہ ثابت کیا ہے کہ مرد اور عورت کے دماغ حتمی طور پر یکساں نہیں۔ دونوں کے دیکھنے اور سننے کی صلاحیت میں فرق ہے۔ مرد اپنی خاص دماغی بناوٹ کی بنا پر آسانی سے کسی ایک چیز پر توجہ فوکس (مرکوز) کر سکتا ہے، جبکہ عورت کا فوکس پھیل جاتا ہے وہ بیک وقت مختلف چیزوں کو دیکھتی اور سنتی ہے۔ گویا مرد کا مرکز توجہ ایک چیز ہوتی ہے اور عورت کا مرکز توجہ کئی چیزیں۔ اس فرق کی بنا پر ہمیشہ یہ امکان رہے گا کہ جس دستاویز کی گواہی دینی ہے اس کو مرد کے دماغ نے اس کی پوری صورت میں ذہن نشین کیا ہو جبکہ عورت کے معاملے میں یہ امکان ہے کہ مختلف فطری بناوٹ کی بنا پر اس کے دماغ نے کسی بات کو تمام اجزاء کے ساتھ ذہن نشین نہ کیا ہو۔ ایسی حالت میں ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو گواہ بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اگر واقعے کا ایک پہلو ایک عورت سے چھوٹ جائے تو دوسری عورت اس کی تلافی کر دے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا گیا ہے اور سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا یہ حکم ایک ایسی ہستی کی ہدایت ہے جو انسان کی رگ رگ، نس نس اور خلیہ خلیہ سے واقف ہے اور جانتی ہے کہ اس کے لئے کیا مناسب اور کیا نامناسب ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ [حم السجدة: ۱۱] ”پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا (یعنی کائنات ابتدا میں دھواں دھواں تھی)۔“ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کائنات ابتدا میں دھواں دھواں تھی اور اس میں سے اجرام فلکی پیدا کئے گئے۔ ہاں، جدید سائنس یہ کہتی ہے کہ کائنات کی تشکیل ایسے کیسے مادے سے ہوئی جو ہائیڈروجن اور ہیلیم جیسے عناصر سے مرکب تھا اور آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا۔ یہ دھواں دھار مادہ انجام کار متعدد دھڑکڑوں میں بٹ گیا اور اس سے ستارے اور سیارے وجود میں آئے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ [الانبیاء: ۳۰] ”اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی (یعنی زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی)۔“ دور جدید کے سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی۔ پانی تمام جاندار خلیات کا جزو اعظم ہے اور اس کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ یہی باعث ہے کہ جب کسی دوسرے سیارے پر زندگی کے امکانات پر بحث کی جاتی ہے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا وہاں حیات کو قائم رکھنے کے لئے کافی مقدار میں پانی موجود ہے یا نہیں۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلْنَا فِيهَا نَوْجِينَ ثَمِينِينَ﴾ [الرعد: ۳] ”اور (اسی نے) ہر طرح کے پھلوں کے دو دو جوڑے پیدا کئے (یعنی تمام پھل جوڑا جوڑا پیدا کئے)۔“ اس دور میں سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ نباتات میں بھی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے (یعنی نر اور مادہ)۔ یہ بات اُس زمانے میں جبکہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا کسی شخص کو بھی معلوم نہیں تھی لیکن اس مقدس کتاب میں یہ بات وضاحت کے

ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا مَلِكًا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ﴾ [الانعام: ۱۲۵] ”اور جسے (اللہ تعالیٰ) گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے (یعنی بلندی کو جاتے وقت سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور سانس کی گھٹن ہوتی ہے)۔“ جس دور میں قرآن نازل ہو رہا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ بلندی کی طرف چڑھنے سے اسے تازہ ہوا اور فرحت محسوس ہوگی جبکہ جدید دور میں جب ہوائی جہاز ایجاد ہوا اور وہ تیس چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرنے لگا تو اسے پتہ چلا کہ بلندی پر جاتے ہوئے نسبتاً کم آکسیجن مہیا ہوتی ہے اور سانس لینے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ اسی شدید گھٹن سے بچنے کے لئے ہوائی جہازوں میں مصنوعی آکسیجن لے جانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾ [النساء: ۵۶] ”جب (آتش جہنم میں) اُن کی جلد گل جائے گی تو اس کی جگہ ہم دوسری جلد پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔“ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ درد اور تکلیف کا تعلق صرف جلد سے ہے، یہی باعث ہے کہ گناہگاروں کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے بار بار جلد ہی تبدیل کی جائے گی۔ آج جدید طب نے یہ دریافت کیا ہے کہ وہ اعصاب جو درد کا ادراک کرتے ہیں (خواہ درد کی وجہ کوئی بھی ہو) فقط جلد میں ہی پائے جاتے ہیں۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا﴾ [یس: ۳۸] ”اور سورج اپنے ٹھکانے کی سمت دوڑا چلا جا رہا ہے (یعنی سورج مسلسل گردش میں ہے)۔“ سولہویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ماہر نجوم نکولاس کوپرنیکس نے یہ اعلان کیا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ دنیا جب اس نظریے کو تسلیم کر چکی تو عالم اسلام میں ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی کیونکہ قرآن میں تو سورج کو متحرک قرار دیا گیا ہے، بعد ازاں اٹھارویں صدی میں سرفریڈرک ویلم ہرشل نے یہ اعلان کیا کہ سورج متحرک ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿وَالسَّمَاءُ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾ [الذاریات: ۴۷] ”ہم نے آسمان کو قوت سے بنایا اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے (یعنی کائنات میں مسلسل توسیع ہوتی رہے گی)۔“ آج کی سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر کہکشاں (Glaxy) دوسری کہکشاں سے دور ہوتی جا رہی ہے اور اس طرح کائنات کی جسامت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ یہ انکشاف 1948ء میں امریکہ میں ہوا۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر: ۱] ”قیامت قریب آن پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔“ شق قمر کا معجزہ رسول باللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں موجود ہے کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے چاند کو یوں دو ٹکڑے ہوتے دیکھا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے مشرقی جانب چلا گیا اور دوسرا مغربی جانب اور پھر دوبارہ چاند جڑ

گیا۔ چاند کے درمیان دراڑ (یا لکیر) کو سائنسدانوں نے بھی دیکھا ہے جو اس کے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ اور یہ دراڑ انہوں نے تقریباً 42 برس قبل دیکھی جب امریکی خلائی جہاز اپالو 11 نے چاند کی کچھ تصاویر بھیجیں۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ﴾ [القیامۃ: 4] ”کیوں نہیں! بلکہ ہم تو اس کی پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں۔“ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے انگلیوں کے نشانات دوسرے شخص کی انگلیوں کے نشانات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ آج سائنسدانوں نے بھی اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ آج تک کسی شخص کے انگلیوں کے نشانات ایک دوسرے کے مماثل نہیں پائے گئے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں لوگوں کو اس بات کا علم نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کو اپنے عجائبات کی یہ اہم نشانی دکھا دی۔ جس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن ہر دور کے لئے زندہ کتاب ہے۔

○ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً﴾ [یونس: 92] ”(سمندر میں غرق ہوتے ہوئے فرعون سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا) آج ہم تیری لاش کو سمندر سے باہر پھینک دیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔“ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو محفوظ کر لیا تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بن سکے۔ صحابہ کا اس آیت پر مکمل ایمان تھا لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ فرعون کی لاش کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون (رعمیس III) کی لاش کو محفوظ کر دیا اور مصریوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کی مومی بنا کر آنے والی نسلوں کے لئے اللہ کی نشانی اور عبرت کا سامان بنائیں۔ 1898ء میں قاہرہ میں فرعون (رعمیس ثالث) کی تنوط کی ہوئی لاش دریافت ہوئی۔ 1907ء میں معروف محقق ایلیٹ سمٹھ نے جب اس کی مومی کی پٹیاں کھولیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جی پائی گئی جو سمندر کے کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔ فرعون کی لاش آج بھی قاہرہ کے ایک میوزیم میں صحیح و سالم حالت میں محفوظ ہے۔

۵۰ درج بالا تمام گفتگو قرآن کریم کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لیکن یہاں یہ یاد رہے کہ اگر کبھی کوئی سائنسی تحقیق قرآن کے خلاف ظاہر ہو (جیسے سورج کی گردش کے حوالے سے ظاہر ہوئی تھی) تو قرآن کو نہیں بلکہ سائنسی تحقیق کو غلط کہا جائے گا کیونکہ سائنس انسانی نظریات کا نام ہے اور نظریہ روزانہ بدلتا رہتا ہے جبکہ قرآن ایک حقیقت ثابت ہے اور حقیقت وہ چیز ہوتی ہے جس کے غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔^(۱)

(۱) [ماہود از، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، از آئی اے ابراہیم، ترجمہ محسن فارانی]۔

[قرآن کریم نمبر، ماہنامہ تعمیر افکار کراچی، اعجاز القرآن، ایک سائنسی انداز نظر، از ڈاکٹر حافظ

حفانی]۔ [مزید دیکھئے: قرآن پاک اور جدید سائنس از ڈاکٹر ذاکر نائل]

قرآن کریم کے (عمومی) فضائل

باب فضل القرآن

قرآن کریم بابرکت کتاب ہے

(۱) ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الانعام: ۱۰۰]

”اور یہ (قرآن کریم) ایک عظیم کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، یہ نہایت بابرکت ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

(۲) ﴿وَهَذَا ذِكْرٌ مُبَارَكٌ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ﴾ [الانبیاء: ۵۰] ”اور یہ (قرآن)

بابرکت ذکر ہے، اسے ہم نے نازل کیا ہے، کیا پھر تم اس کے منکر ہو؟“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مقامات کے علاوہ مزید دو مقامات پر بھی قرآن کریم کو بابرکت کتاب کہا ہے۔^(۱) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”یہ کتاب بابرکت ہے“ کی تشریح میں اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ یعنی اس کتاب کے اندر خیر کثیر اور بے انتہا علم ہے جس سے تمام علوم مدد لیتے ہیں اور اس سے برکات حاصل کی جاتی ہیں۔ کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف اس کتاب عظیم نے دعوت اور ترغیب نہ دی ہو اور اس بھلائی کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان نہ کی ہوں جو اس پر آمادہ کرتی ہیں اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اس کتاب نے روکا اور ڈرایا نہ ہو اور ان اسباب و عواقب کا ذکر نہ کیا ہو جو اس برائی کے ارتکاب سے باز رکھتے ہوں۔^(۲)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق جو شخص اس کتاب پر عمل کرے گا وہ دنیا و آخرت میں اس کی برکت محسوس کرے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مضبوط و مستحکم رسی ہے۔^(۳) علاوہ ازیں اس کتاب کے متبرک ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ عقل و دانش کی ضخیم اور متعدد اجزاء پر مشتمل کتب اور الہامی کتب (تورات وغیرہ) کے مقابلے میں حجم میں بہت چھوٹی ہے لیکن مشمولات، فوائد، برکات و حسنات، عجائب و نوادر کے لامتناہی بیان اور ہر دور میں افراد ملت کی صحیح رہنمائی کے حوالے سے سب سے کامل و اتم ہے۔ یہ کتاب علوم و معارف کا خزانہ ہے، ناقابل یقین حد تک موثر ہے، حقائق پر مبنی ہے، الغرض لفظی و معنوی اور ظاہری و باطنی ہر اعتبار سے یہ کتاب بہت بابرکت ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی بابرکت ہے کہ اسے سب سے افضل فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے سب سے افضل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل کیا گیا۔

(۱) [الانعام: ۹۲]، [ص: ۲۹]

(۲) [تفسیر السعدی (۸۴۷/۱)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۵۶۷/۲)]

قرآن کریم بابرکت رات میں نازل ہوا

قرآن کریم کی فضیلت کا مظہر اس کا وقت نزول بھی ہے کہ اسے اس رات میں نازل کیا گیا جسے قرآن نے نہایت متبرک قرار دیا ہے اور اس رات کی عبادت کو ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَخَذَ مِنْكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۚ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۚ﴾ [القدر: ۱-۳] ”بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے۔“

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ﴾ [الدخان: ۳] ”ہم نے اس (قرآن) کو بابرکت رات میں نازل کیا۔“

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

اگر کچھ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی عظمت و رفعت اور شرف و منزلت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کا صدور اللہ تعالیٰ کی بلند مرتبہ ذات سے ہی ہوا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَةَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۶]

”اور (اے پیغمبر!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ حتیٰ کہ وہ اللہ کے کلام قرآن مجید کو سن لے۔^(۱) علامہ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اہل سنت والجماعت کے مذہب پر صریح دلیل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور اس نے اس کی اضافت اپنی طرف کی ہے جیسے صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوتی ہے۔^(۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ نے عمرو بن دینار رحمہ اللہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ((أَدْرَكْتُ النَّاسَ مِنْذُ سَبْعِينَ سَنَةً يَقُولُونَ: اللَّهُ الْخَالِقُ وَمَا سِوَاهُ مَخْلُوقٌ وَالْقُرْآنُ كَلَامُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ)) ”میں نے ستر سال سے لوگوں کو یہی کہتے ہوئے پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے مخلوق ہے اور قرآن کریم اللہ عزوجل کا کلام ہے۔“^(۳) علاوہ ازیں عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ ((وَأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللَّهِ مِنْهُ بَدَأَ بِهَا كَيْفِيَّةً فَوَلَا)) ”بلاشبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کا ظہور بلا کیفیت قوی طور پر اسی سے ہوا۔“^(۴)

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۵۳/۳)]

(۲) [تفسیر السعدی (۱۰۱/۱)]

(۳) [السلسلة الصحيحة (۲۴۱/۳)، (تحت الحديث: ۱۱۶۷)]

(۴) [التعليق على العقيدة الطحاوية للألباني (ص: ۴۰)]

معلوم ہوا کہ یہ قرآن کریم جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں، ایک جلد کی صورت میں ہمارے پاس ہر گھر میں موجود ہے، یہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ اسی نے اس کو نازل فرمایا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ لوگ اس کلام الہی کو اپنے دلوں میں صرف اس وجہ سے محفوظ کر سکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود یہ قوت عطا فرمائی ہے ورنہ قوت و طاقت میں مثال پہاڑوں میں بھی اللہ کے اس کلام کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿لَوْ اَنْزَلْنَاهُ الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَاَيْنَاهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ [الحشر: ۲۱] ”(اے نبی!) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا اور پھٹ کر پاش پاش ہو جاتا۔“

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

بلاشبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے خیر و بھلائی کی راہیں واضح کیں اور ان پر گامزن ہونے کی ترغیب دی، برائی کے راستے واضح کئے اور ان پر چلنے سے ڈرایا، اپنی پہچان کرائی اور اپنے اولیاء و اعداء کا بھی تعارف کرایا اور ایسی ایسی چیزیں سکھائیں جن کا پہلے انسانیت کو یکسر علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن کریم کی عظیم نعمت کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ لِيَعْظَمَ بِهِ﴾ [البقرة: ۲۳۱] ”اور اللہ کی طرف سے تم پر جو انعام ہوا اسے یاد رکھو (کہ اس نے ہدایت اور روشن دلائل کے ساتھ اپنے رسول کو تمہاری طرف مبعوث فرمایا) اور (اسے بھی یاد رکھو) جو تم پر کتاب اور حکمت (سنت) نازل کی ہے (جن کے ذریعے) وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔“

قرآن کریم نور ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نور بھی قرار دیا ہے کیونکہ قرآن اپنے متبعین کو ہدایت کی روشنی عطا کرتا ہے اور ظلم و جہالت کے اندھیروں سے نکال کر راہ راست پر لے آتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا﴾ [النساء: ۱۷۴] ”اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور (قرآن کریم) نازل کیا۔“ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝﴾ [المائدة: ۱۰-۱۶]

”بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (قرآن کریم) آگیا (جس سے جہالت کی تاریکیوں اور گمراہی کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے) اور روشن کتاب۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُس شخص کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضامندی کی پیروی کرتا ہے (یعنی جو اللہ کی رضا کا حریص ہوتا ہے اور پھر اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے) اور وہ اُن کو (کفر و ضلالت، معصیت و جہالت کی) تاریکیوں سے نکالتا ہے (ایمان و اطاعت کی) روشنی کی طرف اور ان کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔“

قرآن کریم ہدایت، رحمت اور بشارت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ [النحل: ۸۹] ”اور (قرآن کریم) مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔“

یعنی جو شخص اس کتاب میں کی اطاعت کرے گا یہ اسے زندگی کے ہر معاملے میں ہدایت دے گی اور اس کی صحیح رہنمائی کرے گی۔ اس کی پیروی کی بدولت اس پر رحمتیں بھی نازل ہوں گی اور اسے قلبی خوشی و اطمینان نصیب ہوگا۔ نیز یہ کتاب اپنے قابعین کو دنیا و آخرت کی کامیابی کی بشارت بھی دے گی۔ جبکہ اس کے برعکس جو اس کی مخالفت کرے گا وہ نہ صرف ہدایت و رحمت سے محروم رہے گا بلکہ روزِ محشر یہ کتاب اس کے خلاف بصورتِ گواہ کھڑی ہوگی اور اس کے خلاف ایک زبردست حجت ہوگی۔

○ واضح رہے کہ قرآن کریم نہ صرف مسلمانوں کے لیے باعثِ رحمت ہے بلکہ کفار و مشرکین کے لیے بھی رحمت و مغفرت کا پیغام ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ مشرک لوگوں نے بہت زیادہ قتل کئے تھے اور کثرت سے بدکاری میں بھی مبتلا تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کی دعوت یقیناً بہت اچھی ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں ہم سے جو گناہ ہو چکے ہیں کیا اسلام قبول کرنے کے بعد وہ معاف ہو جائیں گے تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ... عَفْوَراً رَّحِيماً﴾ [الفرقان: ۶۸-۷۰] ”اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے، زنا نہیں کرتے اور جس نے یہ کام کئے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اسے دُگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ ذلت و رسوائی کے ساتھ گزارے گا۔ مگر جو توبہ کر لے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“ اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر: ۵۳] ”(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۴۸۱۰) کتاب التفسیر: باب قوله تعالى: يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم]

قرآن کریم شفاء ہے

(1) ﴿وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الاسراء: ۸۲] ”اور ہم قرآن میں وہ کچھ نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔“

(2) ﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَاءٌ﴾ [حم السجدة: ۴۴] ”کہہ دیجئے کہ وہ (قرآن) اہل ایمان کے لیے ہدایت اور شفا ہے۔“

(3) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَنكِهٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ﴾ [يونس: ۵۷] ”اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی جس میں سینوں کی بیماریوں کی شفا ہے۔“

معلوم ہوا کہ قرآن کریم شفا ہے بطور خاص امراض قلب کے لئے یعنی قرآن دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات اور گندگی و نجاست کو زائل کر دیتا ہے۔^(۱) اسی طرح قرآن پر عمل سے دل کی مزید بیماریاں جیسے کفر و شرک، حسد و بغض، خود غرضی اور حرص و طمع وغیرہ بھی دور ہو جاتی ہیں۔

بعض اہل علم نے اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ قرآن امراض قلب مثلاً امراض شہوات جو شریعت کی اطاعت سے روکتے ہیں اور امراض شبہات جو علم یقینی میں قاصر ہیں کے لیے شفا ہے۔ اس کتاب کریم کے اندر مواظ، ترغیب و ترہیب اور وعد و وعید کے جو مضامین ہیں وہ بندے کے لیے رغبت و رہبت کے موجب ہیں۔ جب آپ اس کتاب کریم میں بھلائی کی طرف رغبت، برائی سے ڈر اور قرآن کے معافی میں بھگنارایا اسلوب پاتے ہیں تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مراد کو نفس کی مراد پر مقدم رکھنے کی موجب بنتی ہے اور بندہ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا شہوت نفس سے زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے اندر جودلائل و براہین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے اور انہیں بہترین اسلوب میں بیان کیا ہے جو ایسے شبہات کو زائل کر دیتا ہے جو حق میں قاصر ہیں اور اس کے ذریعے سے قلب یقین کے بلند ترین مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور جب قلب اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے اور وہ لباس عافیت کو زیب تن کر لیتا ہے تو جوارح اس کی پیروی کرتے ہیں اس لئے کہ جوارح، دل کی درستی سے درست رہتے ہیں، اگر دل فاسد ہو جاتا ہے تو جوارح بھی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔^(۲)

علاوہ ازیں قرآن کریم کی تلاوت دل کی پریشانی، گھبراہٹ اور بے چینی جیسی بیماریوں کا بھی علاج ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد: ۲۸] ”خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی

(۲) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۱۱۴۷/۲)]

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۲۳۰/۳)]

دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔“ اگر کوئی موذی جانور (سانپ، بچھو وغیرہ) کاٹ جائے تو سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے شفا نصیب ہوتی ہے۔ سورۃ البقرہ، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جادوئی اثرات سے بچاؤ کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مذکورہ آخری دو معوذتین سورتیں نظر بد سے بچاؤ کے لئے بھی مفید ہیں۔ اسی طرح قرآن کی بعض دیگر سورتوں اور آیتوں میں بھی شفا ہے جس کی کچھ تفصیل آئندہ ابواب ”قرآن کریم کی سورتوں کی فضیلت“ اور ”قرآن کریم کی بعض آیات اور کلمات کی فضیلت“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

○ قرآن کریم شفا ہے، اس حوالے سے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نفس جس بات پر مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم قلبی امراض کے ساتھ ساتھ جسمانی امراض سے بھی شفا کا موجب ہے۔ (۱) معلوم ہوا کہ مکمل قرآن شفا ہے۔ لہذا اگر قرآن کی کسی بھی آیت یا سورت کے ذریعے دم کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مزید اس موقف کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو وہ کسی عورت کا علاج معالجہ کر رہی تھیں یا اسے دم درود کر رہی تھیں۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا ﴿عَالِجِيهَا بِكِتَابِ اللَّهِ﴾ ”کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کے ساتھ اس کا علاج کرو۔“ (۲)

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ دم کیا جاسکتا ہے۔ (۳)

(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں یہ عنوان ((بَابُ الرُّقَى بِالْقُرْآنِ)) قائم کر کے بھی اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ (۴)

(۳) یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہر آیت یا سورت کے ساتھ دم کرنے کے لیے خاص دلیل کا ہونا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بیماری کے لیے فلاں آیت یا سورت پڑھ کر دم کیا وغیرہ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عام قاعدہ ذکر فرمادیا ہے، اگر اسے ذہن نشین رکھا جائے تو یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم دور جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿أَعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقْيَةِ مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًَا﴾ ”مجھ پر اپنے دم پیش کرو اور کوئی بھی دم درست ہے جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔“ (۵)

(۱) [تفسیر قرطبی (تحت سورة الاسراء: آیت ۸۲)]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۱۹۳۱)] (۳) [السلسلة الصحيحة (تحت الحديث: ۱۹۳۱)]

(۴) [بخاری: کتاب الطب (قبل الحديث: ۵۷۳۵)]

(۵) [مسلم (۲۲۰) کتاب السلام: باب لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک]

معلوم ہوا کہ قرآن و سنت کے علاوہ دورِ جاہلیت کا دم بھی کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں شرک نہ پایا جائے۔
لہذا قرآنی آیات کے ساتھ دم کرنا تو بالاولیٰ جائز و درست ہے۔

قرآن کریم اللہ کا فضل و احسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [یونس : ۵۸]
” (اے نبی!) کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی کے ساتھ (یہ قرآن نازل ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قرآن جیسی نعمت سے نوازا ہے)، پس انہیں اسی پر خوش ہونا چاہیے، یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں (یعنی دنیا کے سامان اور اس عارضی و فانی دنیا کی آسائشوں سے یہ یقیناً بدرجہا بہتر ہے)۔“

اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کو اپنا خصوصی فضل و احسان قرار دیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہدایت پا کر لوگ دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں اور اس فضل و احسان پر خوش ہونے کا حکم اس لئے دیا کیونکہ ایک طرف جہاں یہ اللہ کے شکر کی ایک صورت ہے وہاں دوسری طرف علم و ایمان میں شدید رغبت کا بھی موجب ہے۔ لہذا دنیوی مال و متاع اور سونے چاندی جیسی فانی دولت کے حصول پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے قرآن کریم جیسی عظیم دولت اور اللہ کے فضل و رحمت پر خوشی محسوس کرنی چاہیے۔

قرآن کریم لازوال معجزہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مِثْلُهُ أَمِنْ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْ وَحْيًا أَوْ حَاَهُ اللَّهُ إِلَىٰ فَارْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کئے گئے کہ (انہیں دیکھ کر) لوگ ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار لوگ دوسرے پیغمبروں کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے۔“ (۱)

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں جس قسم کے معجزہ کی ضرورت تھی ایسا معجزہ پیغمبر کو دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم سحر کا بہت رواج تھا، ان کو ایسا معجزہ دیا کہ سارے جادوگر ہار مان گئے، دم بخود رہ گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

زمانہ میں طب کا رواج تھا، ان کو ایسے معجزے دیئے کہ کسی طبیب کے باپ سے بھی ایسے علاج ممکن نہیں۔ ہمارے حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں فصاحت، بلاغت، شعر و شاعری کے دعاوی کا بڑا چرچہ تھا تو آپ کو قرآن مجید کا ایسا عظیم معجزہ عطا فرمایا کہ سارے زمانے کے فصیح و بلیغ لوگ اس کا لوہا مان گئے اور ایک چھوٹی سی سورت بھی قرآن کی طرح نہ بنا سکے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے پیغمبروں کے معجزے تو جن لوگوں نے دیکھے تھے انہوں نے ہی دیکھے، وہ ایمان لائے، بعد والوں پر ان کا اثر نہ رہا۔ گو ماں باپ اور اگلے بزرگوں کی تقلید سے کچھ لوگ ان کے طریق پر قائم رہے مگر اپنے اپنے زمانہ میں وہ معجزوں کو ایک افسانہ سے زیادہ خیال نہیں کرتے اور میرا معجزہ قرآن ہمیشہ باقی ہے، وہ ہر زمانہ اور ہر وقت میں تازہ ہے اور جتنا اس میں غور کرتے جاؤ لطف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس کے نکات اور فوائد لا انتہا ہیں جو قیامت تک لوگ نکالتے رہیں گے۔ اس لحاظ سے میرے پیرو لوگ ہمیشہ قائم رہیں گے اور میرا معجزہ قرآن بھی ہمیشہ موجود رہے گا۔^(۱)

قرآن کریم سیدھے راستے کا رہنما ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ [الاسراء: ۹] ”بیشک یہ قرآن ہدایت دیتا ہے اس (راہ) کی جو سب (راہوں) سے زیادہ سیدھی ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے عظیم شرف اور بلند شان کا یوں ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمام امور (عقائد، اعمال، آداب، اخلاقیات، سیاسیات اور تجارت وغیرہ) میں سب سے زیادہ سچی، سیدھی اور مفید راہ دکھاتا ہے اور صرف خیر و بھلائی کی ہی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے اس کا مقام علم و عرفان اور عقل و دانش کی باقی تمام الہامی وغیر الہامی کتب سے بلند تر ہے، لہذا ہر معاملے میں صحیح رہنمائی کے لئے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَاثًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: ۸۹] ”اور ہم نے آپ پر ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی کتاب نازل کی ہے۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿وَقَدْ بَيَّنَّا لَنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ كُلَّ عِلْمٍ وَكُلَّ شَيْءٍ﴾ ”ہمارے لئے اس قرآن میں ہر علم اور ہر چیز کو بیان کر دیا گیا ہے۔“^(۲)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے کہ ﴿مَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَتَوَرَّ الْقُرْآنَ

(۱) [ماعوذ از، شرح صحیح بخاری از مولانا داؤد راز (تحت الحدیث: ۴۹۸۱)]

(۲) [تفسیر ابن جریر الطبری (۲۱۲/۱۴)]

فَإِنَّ فِيهِ عِلْمَ الْآوَلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿۱﴾ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ قرآن کریم میں غور و فکر کرے اس لیے کہ اس میں پہلے اور پچھلے تمام علوم موجود ہیں۔“ (۱)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید میں ہر نافع علم موجود ہے اس میں ماضی کے واقعات ہیں، مستقبل کا علم ہے، حلال و حرام کے احکام بیان کئے گئے ہیں، نیز ہر اس چیز کو بیان کر دیا گیا ہے جس کی لوگوں کو دین، دنیا، معیشت اور آخرت کے اعتبار سے ضرورت تھی۔ (۲)

علامہ ابوبکر الجزائری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی امت کو حلال و حرام، حق و باطل اور ثواب و عقاب کی پہچان کے سلسلے میں ضرورت ہے۔ (۳)

قرآن کریم عروج کا ذریعہ ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔“ (۴)

علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے“، یعنی اس پر ایمان، اس کے مقام و مرتبہ کی تعظیم اور اس پر عمل کے ذریعے (اللہ تعالیٰ ایسا کرتا ہے)۔ (۵)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کریم پر عمل کرتا ہے، اس کی خبروں کی تصدیق کرتا ہے، اس کے احکام کو نافذ کرتا ہے، اس کے منع کردہ کاموں سے بچتا ہے اور اس کے بیان کردہ اخلاق و آداب کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں بلند مقام عطا فرماتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن اصل علم اور منبع علم ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اہل علم کو بلند درجات عطا فرمائے گا۔ نیز آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ (اسی قرآن کی بدولت) بعض لوگوں کو جنت کے بلند مقام پر فائز کرے گا جیسا کہ قاری کے لئے کہا جائے گا قرآن کی تلاوت کر اور چڑھتا جا اور جہاں اس کی قراءت ختم ہوگی وہیں اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ علاوہ ازیں اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے جو اسے پڑھتے تو عمدہ ہیں لیکن پھر تکبر کرتے ہیں،

(۱) [طبرانی کبیر (۱۳۶/۹) امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام طبرانی نے اسے متعدد اسناد سے روایت کیا ہے، ان میں سے

ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۱۱۶۶۷)، (۳۴۲/۷)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۵۸۵/۳)]

(۳) [ایسر التفاسیر (۳۱۷/۲)]

(۴) [مسلم (۸۱۷) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل من يقوم بالقرآن ...، ابن ماجہ (۲۱۸)]

(۵) [مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (۱۷۹/۷)]

اس کی خبروں کی تصدیق نہیں کرتے، اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے اور جب قرآن کی کوئی خبر جیسے سابقہ انبیاء کے قصے اور آخرت کے احوال وغیرہ ان کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں تو وہ ان پر ایمان نہیں لاتے بلکہ شک و شبہ کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔^(۱)

قرآن کریم پر عمل کرنے والا ہمیشہ راہ راست پر رہے گا

(۱) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَوَاسَّوْا فِيكُمْ تَقَلُّبِينَ أَحَدُهُمَا يَكْتُابُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ حَبْلٌ لِلَّهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ﴾ ”خبردار! میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کی رسی ہے، جو بھی اس کی پیروی کرے گا ہدایت پر رہے گا اور جو اسے چھوڑے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔“^(۲)

(۲) ایک اور فرمان نبوی یوں ہے کہ ﴿قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا، يَكْتُابُ اللَّهُ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ﴾ ”میں نے تم میں ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جسے تم مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے (اور وہ) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔“^(۳)

قرآن کریم میں تاقیامت ایک لفظ کی تحریف بھی ممکن نہیں

قرآن کریم میں تاقیامت کسی بھی قسم کی رد و بدل اور تحریف اس لیے ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر: ۹] ”بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

”ہم ہی اس کے محافظ ہیں“ یعنی اس کو نازل کرنے کی حالت میں ہر شیطان مردود کی چوری سے ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اس کو نازل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے قلب میں اور آپ کی امت کے قلوب میں اسے ودیعت کر دیا۔ نیز اس کے الفاظ کو تغیر و تبدل، کمی بیشی اور اس کے معانی کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا۔ تحریف کرنے والا جب کبھی اس کے معنی میں تحریف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مقرر فرماتا ہے جو حق مبین کو واضح کر دیتا ہے۔ قرآن کی حقانیت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی حفاظت یہ ہے کہ وہ اہل قرآن کو ان کے دشمنوں

(۱) [ماخوذ از، شرح ریاض الصالحین (۱/۱۱۴۵)، (تحت الحدیث: ۹۹۶)]

(۲) [مسلم (۲۴۰۸) کتاب فضائل الصحابة: باب من فضائل علی بن ابی طالب]

(۳) [صحیح: صحیح الترغیب والترہیب (۴۰) کتاب العنة، مستدرک حاکم (۱/۹۳)]

سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ ان پر کسی ایسے دشمن کو مسلط نہیں کرتا جو ان کو ہلاک کر ڈالے۔ (۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿لَا يَأْتِيهِمُ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ [حم السجدة: ۴۲] ”اس (قرآن) پر جھوٹ کا دخل آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (یعنی شیاطین جن وانس میں سے کوئی شیطان، چوری یا دخل اندازی یا کمی بیشی کے ارادے سے اس کے قریب نہیں آ سکتا، یہ اپنی تنزیل میں محفوظ اور اس کے الفاظ و معانی ہر تحریف سے مامون و معصون ہیں)۔“

قرآن کریم روز قیامت باعمل انسان کے حق میں گواہی دے گا اور اس کی شفاعت کرے گا

(۱) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ﴾ ”(روز قیامت) قرآن کریم تیرے حق میں گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔“ (۲)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْقُرْآنُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَمَاحِلٌ مُصَدِّقٌ مَنْ جَعَلَهُ إِمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ﴾ ”(روز قیامت) قرآن کریم شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، جھگڑا کرے گا اور اس کی بات مان لی جائے گی۔ تو جس نے (دنوی زندگی میں) قرآن کو اپنا پیشوا بنایا وہ اسے (روز قیامت) جنت میں لے جائے گا اور جس نے اسے پس پشت ڈال دیا وہ اسے جہنم میں لے جائے گا۔“ (۳)

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ روز قیامت قرآن کریم کی دو جاتیں ہوں گی۔ ایک حالت تو یہ ہوگی کہ وہ اُس شخص کے حق میں سفارش کرے گا جس نے اسے پڑھا اور اس پر عمل کرتا رہا۔ اور دوسری حالت یہ ہوگی کہ وہ ایسے شخص کی شکایت کرے گا جس نے اسے بھلا دیا، اسے چھوڑے رکھا اور اس پر عمل نہ کیا، نیز یہ بھی بعید نہیں کہ اس کی تلاوت چھوڑنے والا بھی اسے بھلانے والے میں ہی شامل ہو۔ (۴)



(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۱۳۶۵/۲)]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطہارۃ: باب فضل الوضوء]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع (۲۴۴۳) السلسلۃ الصحیحہ (۲۰۱۹) طبرانی کبیر (۱۳۲/۹) شعب الایمان

للبیہقی (۲۰۱۰) صحیح ابن حبان (۱۲۴) (۳۳۱/۱)]

(۴) [ملخص از، ابراز المعانی من حرز الامانی للشاطبی (۸۸/۱)]

قرآن کریم کی بعض سورتوں کی فضیلت

باب فضل بعض سور القرآن

سُورَةُ فَاتِحَةٍ

○ سورۃ فاتحہ نور ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ﴿يَسْمَا جِبْرِيلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ سَمِعَ نَفِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فَتُحْ الْيَوْمَ لَمْ يَفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ أَبَشِرْ بِسُورَتَيْنِ أَوْتَيْتَهُمَا لَمْ يُوْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ ، فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، لَنْ تَفْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيْتَهُ﴾ ”ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اوپر سے ایک دروازہ کھلنے کی زوردار آواز سنی، سر اٹھایا اور فرمایا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس سے ایک فرشتہ زمین پر نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا۔ اس نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور (نبی ﷺ سے) کہا کہ آپ کو دو نور مبارک ہوں، آپ سے پہلے یہ نور کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے: ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات، جو بھی یہ دو آیات پڑھے گا اسے اس کی مانگی ہوئی چیز ضرور عطا کی جائے گی۔“ (۱)

○ سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی سب سے عظیم سورت ہے۔ حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا مگر میں نے جواب نہ دیا اور نماز پڑھنے میں مصروف رہا۔ نماز سے فراغت کے بعد جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي كُنْتُ أَصَلِّي ، قَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ" [الانفال: ۲۴]﴾ ”مجھے میرے پاس آنے سے کس بات نے روکا؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب بھی وہ تمہیں بلائیں؟“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَاَعْلَمَنَّكَ اعْظَمُ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ﴾ ”یقیناً میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا۔“ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، چنانچہ جب آپ مسجد سے باہر نکلے لگے تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا؟ فرمایا، ہاں، یہ سورت ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ہے، یہی وہ

سبح مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔^(۱)

○ سورہ فاتحہ پڑھ کر جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ عطا کی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ○ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی ہے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ ○ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری شاکا کی ہے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ ○ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ اور ایک مرتبہ فرمایا، میرے بندے نے (اپنا معاملہ) میرے سپرد کر دیا ہے۔ بندہ جب کہتا ہے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ○ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ اور بندہ جب کہتا ہے ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ ○ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ○ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔^(۲)

○ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے تو (ان شاء اللہ) شفا نصیب ہوگی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا کہ اس قبیلے کے سردار کو کچھو نے ڈس لیا ہے۔ ہماری بستی کے لوگ غائب ہیں تو کیا تم میں سے کوئی دم کرنے والا ہے؟ ہم میں سے ایک آدمی اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا۔ اس کے بارے میں ہمیں گمان نہیں تھا کہ وہ دم جانتا ہے مگر اس نے دم کیا اور وہ سردار صحت یاب ہو گیا۔ اور اس نے حکم دیا کہ ہمیں تیس بکریاں دے دی جائیں۔ اس نے ہمیں دودھ بھی پلایا۔ جب وہ واپس آیا تو ہم نے پوچھا، کیا تم دم کرنا جانتے ہو؟ اس نے کہا، نہیں۔ میں نے تو صرف أم الكتاب (سورہ فاتحہ) پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ اب کوئی بات نہ کرو حتیٰ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں یا اس کے بارے میں پوچھیں، پس جب ہم مدینہ واپس آئے اور اس واقعے کا ذکر ہم نے نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا ﴿وَمَا كَانَ يُذَرِّيهِمْ أَنَّهُا رُفِيَّةٌ؟ أَفِيسْمُوا وَاضْرِبُوا إِلَىٰ بَنِي نَسِيمٍ﴾ ”کیا اسے معلوم تھا کہ یہ (سورت) دم ہے؟ (بہر حال تم نے درست کیا) ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور مجھے بھی حصہ دو۔“^(۳)

(۱) [احمد (۲۱۱/۴) بخاری (۴۴۷۴) کتاب التفسیر: باب ما جافى فاتحة الكتاب، ابو داود (۱۴۵۸)]

(۲) [مسلم (۳۹۵) کتاب الصلاة: باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة، ابو داود (۸۲۱)]

(۳) [بخاری (۵۰۰۷) کتاب فضائل القرآن: باب فضل فاتحة الكتاب، مسلم (۲۲۰۱) ترمذی (۲۰۶۳)]

○ سورہ فاتحہ کا دم جادو اور آسیب زدہ کے لئے بھی نفع مند ہے۔ حضرت خارجہ بن صلت رضی اللہ عنہا اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے بعد عرب کے ایک محلے میں پہنچے۔ اس محلے کے لوگوں نے کہا، ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم اس شخص (یعنی محمد ﷺ) سے خیر و برکت کے ساتھ آئے ہو، کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم ہے کیونکہ ہمارے پاس ایک آسیب زدہ شخص زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے؟ ہم نے کہا ہاں ہے۔ چنانچہ وہ اس شخص کو لے کر آئے جو زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا تھا۔

(خارجہ کے چچا کہتے ہیں کہ) ﴿فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُذُوهُ وَ عَشِيَّةً أَجْمَعُ بَرَأْتِي ثُمَّ أَتَقَلُّ قَالَ: فَكَانَ مَا أُنْشِطُ مِنْ عَقَالٍ﴾ ”میں نے تین دن اس پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، میں اپنے تھوک کو اٹھا کر کے اس پر تھوکتا رہا گویا کہ وہ پہلے بندھا ہوا تھا جس سے اس کو آزادی حاصل ہو گئی۔“ ان لوگوں نے مجھے مزدوری دی۔ میں نے (لینے سے) انکار کر دیا جب تک کہ میں نبی ﷺ سے دریافت نہ کر لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو اسے اپنے مصرف میں لا، مجھے اپنی زندگی کی قسم! کچھ وہ لوگ ہیں جو غلط دم کر کے کھاتے ہیں لیکن تو نے صحیح دم کر کے کھایا ہے۔ (۱)

سُورَةُ بَقَرَةٍ

○ سورہ بقرہ کی تلاوت گھر کو جادو، آسیب اور شیطان مردود کے حملے سے محفوظ بنادیتی ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تَقْرَأُ فِيهِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ﴾ ”جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔“ (۲)

ایک دوسری روایت میں بھی اس طرح کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور مزید اس میں اس سورت کے پڑھنے کا حکم بھی موجود ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿اِقْرُؤْهُ وَاسُورَةَ الْبَقَرَةِ فِي بَيْتِكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا يَقْرَأُ فِيهِ سُورَةَ الْبَقَرَةِ﴾ ”اپنے گھروں میں سورہ بقرہ کی تلاوت کیا کرو کیونکہ شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتا جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔“ (۳)

○ سورہ بقرہ کو پڑھتے رہنا باعث برکت اور اسے چھوڑ دینا باعث حسرت ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿اِقْرُؤُوا الْبَقَرَةَ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَ تَرْكُهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ﴾ ”سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کو پکڑنا باعث برکت اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور باطل والے (یعنی جادوگر اور کافروں کا ہنر) اس کو پکڑ نہیں سکتا۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۳۹۰۱) کتاب الطب: باب کیف الرقی، مشکاة (۲۹۸۶)]

(۲) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة النافلة فی بیتہ، ترمذی (۷۸۷۷)]

(۳) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۵۲۱) صحیح الجامع الصغیر (۱۱۷۰) مستدرک حاکم (۵۶۱/۱)]

اس (کے توڑ) کی طاقت نہیں رکھتے۔“ (۱)

○ سورہ بقرہ کی تلاوت سننے کے لئے آسمان سے فرشتے اتر پڑے۔ چنانچہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا بھی گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: اے خفیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا بیٹے کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ نے دریافت کیا، تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿يَلِكُ الْمَلَائِكَةُ ذَنُتَ لِيَصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَا ضَبْحَتُ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تُتَوَادَى مِنْهُمْ﴾ ”وہ فرشتے تھے جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔“ (۲)

سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران روز قیامت اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کریں گی۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿اقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ شَافِعٌ لِأَصْحَابِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا عَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَّابَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافٍ يُحَاجَّانِ عَنْ أَهْلِيهِمَا﴾ ”قرآن پڑھو کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا، دو نورانی سورتوں بقرہ و آل عمران کو پڑھتے رہا کرو، یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے دو سائبان یا دو بادل، یا پرکھولے ہوئے

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۴۶۰) السلسلة الصحيحة (۳۹۹۲) مسند احمد (۲۴۹/۵) شیخ شعب

ارناؤد نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۲۲۰۰)]

(۲) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن: باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن]

پرندوں کے دوڑاروں کی طرح ہوں گی، اپنے پڑھنے والوں کی قیامت کے دن سفارش کریں گی۔“ (۱)

حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يُوتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَهْلُهُ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ ، تَقْدُمُهُمْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَ آلِ عِمْرَانَ وَ ضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيْتُهُنَّ بَعْدُ ، قَالَ : كَانَهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ طُلْتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَانَهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافٍ يُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا﴾ ”قیامت کے دن قرآن اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا، سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران سب سے آگے آگے ہوں گی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تین مثالیں بھی بیان فرمائیں جنہیں میں کبھی نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایا، گویا یہ دونوں سورتیں دو بادل یا دو گھنے سا تباں ہوں جن میں چمک دمک ہو یا پر کھولے ہوئے پرندوں کے دو جھرمٹ ہوں، اپنے پڑھنے والوں کی یہ سفارش کریں گی۔“ (۲)

سُورَةُ هُود

سورۃ ہود فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿شَبِّهْتُ هُودَ وَ الْوَاقِعَةَ وَ الْمُرْسَلَاتُ وَ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ ”مجھے (قیامت کے مناظر اور احوال و شدائد پر مشتمل سورتوں یعنی) سورۃ ہود، سورۃ واقفہ، سورۃ مرسلات، سورۃ نباء اور سورۃ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ (۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿شَبِّهْتُ هُودَ وَ أَخَوَاتَهَا﴾ ”مجھے سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔“ (۴)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مجھے سورۃ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے“ کیونکہ ان میں قیامت کی ہولناکیوں، عذابوں اور غمگین و فکر مند کر دینے والی باتوں کا ذکر ہے۔“ (۵)

سُورَةُ يٰسْرَآئِيلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ يَقْرَأُ كُلَّ لَيْلَةٍ يَبْنِي إِسْرَآئِيلَ وَ الزُّمَرِ﴾ ”نبی کریم ﷺ ہر

(۱) [مسلم (۸۰۴) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، مسند احمد (۲۴۹/۵)]

(۲) [مسلم (۸۰۵) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، ترمذی (۲۸۸۳)]

(۳) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۹۵۵) ترمذی (۳۲۹۷) کتاب التفسیر: باب ومن سورة الواقعة]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغير (۳۷۲۰) طبرانی کبیر (۵۸۰۴) شرح السنة للبغوی (۲۹۴/۷) مسند

بزار (۱۹/۱) مصنف عبد الرزاق (۵۹۹۷) حافظ بصری فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [اتحاف

الخيرة المهرة (۲۱۹/۶)]

(۵) [فيض القدير (۲۲۱/۴)]

رات سورہ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“ (۱)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ بنی اسرائیل، کہف اور مریم کے بارے میں فرمایا: ان کا تعلق میرے پہلے اور قدیم مال سے ہے۔“ (۲)

سُورَةُ الْكَهْفِ

○ سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرنے والا دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ﴾ ”جس نے سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کر لیں اسے فتنہ دجال سے بچالیا جائے گا۔“ (۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ﴾ ”تم میں سے جو بھی دجال کو پالے تو اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے کیونکہ یہ آیات تمہیں اس کے فتنے سے بچانے کا ذریعہ ہوں گی۔“ (۴)

○ بروز جمعہ سورہ کہف پڑھنے والے کے لئے یہ سورت باعش نور ہوگی۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ﴾ ”جو شخص جمعے کے دن سورہ کہف پڑھے تو یہ سورت دونوں جمعوں کے درمیان اس کے لئے نور کا باعث ہوگی۔“ (۵)

○ سورہ کہف اپنے پڑھنے والے کے لئے روز قیامت نور ہوگی۔ چنانچہ ایک موقوف روایت میں ہے کہ ﴿مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ كَمَا نَزَلَتْ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”جس نے سورہ کہف کو اس طرح پڑھا جس طرح یہ نازل ہوئی ہے تو قیامت کے دن یہ اس کے لئے نور ہوگی۔“ (۶)

سُورَةُ سَجْدَةِ

○ بروز جمعہ نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ سورہ سجدہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا

(۱) [حسن: مسند احمد (۱۸۹/۶) شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔] [الموسوعة الحديثية (۲۴۹۰۸)]

(۲) [بخاری (۴۷۰۸) کتاب التفسیر: باب سورة بنی اسرائیل]

(۳) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، ابو داود (۴۳۲۳)]

(۴) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۵۸۲) قصة المسيح الدجال (ص: ۵۶) صحيح ابو داود، ابو داود (۴۳۲۱)]

(۵) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۶۴۷۰) صحيح الترغيب (۷۳۶) ارواء الغلیل (۶۲۶) بیہقی

• (۲۴۹/۳) مستدرک حاکم (۳۶۸/۲)]

(۶) [موقوف: طبرانی اوسط (۱۴۷۸) مستدرک حاکم (۵۶۴/۱) بیہقی فی شعب الايمان (۲۴۴۶) مجمع

الزوائد (۲۳۹/۱) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے موقوف کہا ہے۔] [ارواء الغلیل (۹۴/۳)]

بیان ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ [الْم تَنْزِيلُ] السَّجْدَةِ وَ [هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ]﴾ ”نبی ﷺ جمع کے دن نماز فجر میں اَلَمْ، تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ اور هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ (الذہر) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔“ (۱)

○ نبی ﷺ سوتے وقت بھی سورہ سجدہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ [الْم تَنْزِيلُ] السَّجْدَةِ وَ [تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ]﴾ ”نبی ﷺ سورہ سجدہ اور سورہ ملک پڑھے بغیر نہیں سویا کرتے تھے۔“ (۲)

سُورَةُ زُحْر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ يَقْرَأُ كُلَّ لَيْلَةٍ بَيْنِي إِسْرَائِيلَ وَ الزُّمَرِ﴾ ”نبی کریم ﷺ ہر رات سورہ بنی اسرائیل اور زمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“ (۳)

سُورَةُ فَتَح

○ سورہ فتح نبی ﷺ کو کائنات کی ہر چیز سے عزیز تھی۔ چنانچہ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ رات کا وقت تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا لیکن اس بار بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ سوال کیا تب بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر کی ماں اسے روئے، تم نے نبی ﷺ سے تین مرتبہ سوال کیا لیکن آپ نے تمہیں کسی مرتبہ بھی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی اور لوگوں سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن مجید کی کوئی آیت نہ نازل ہو جائے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو مجھے ہی پکار رہا تھا۔ میں نے کہا مجھے تو خوف تھا ہی کہ میرے بارے میں کوئی آیت نہ نازل ہو جائے۔ بہر حال میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا:

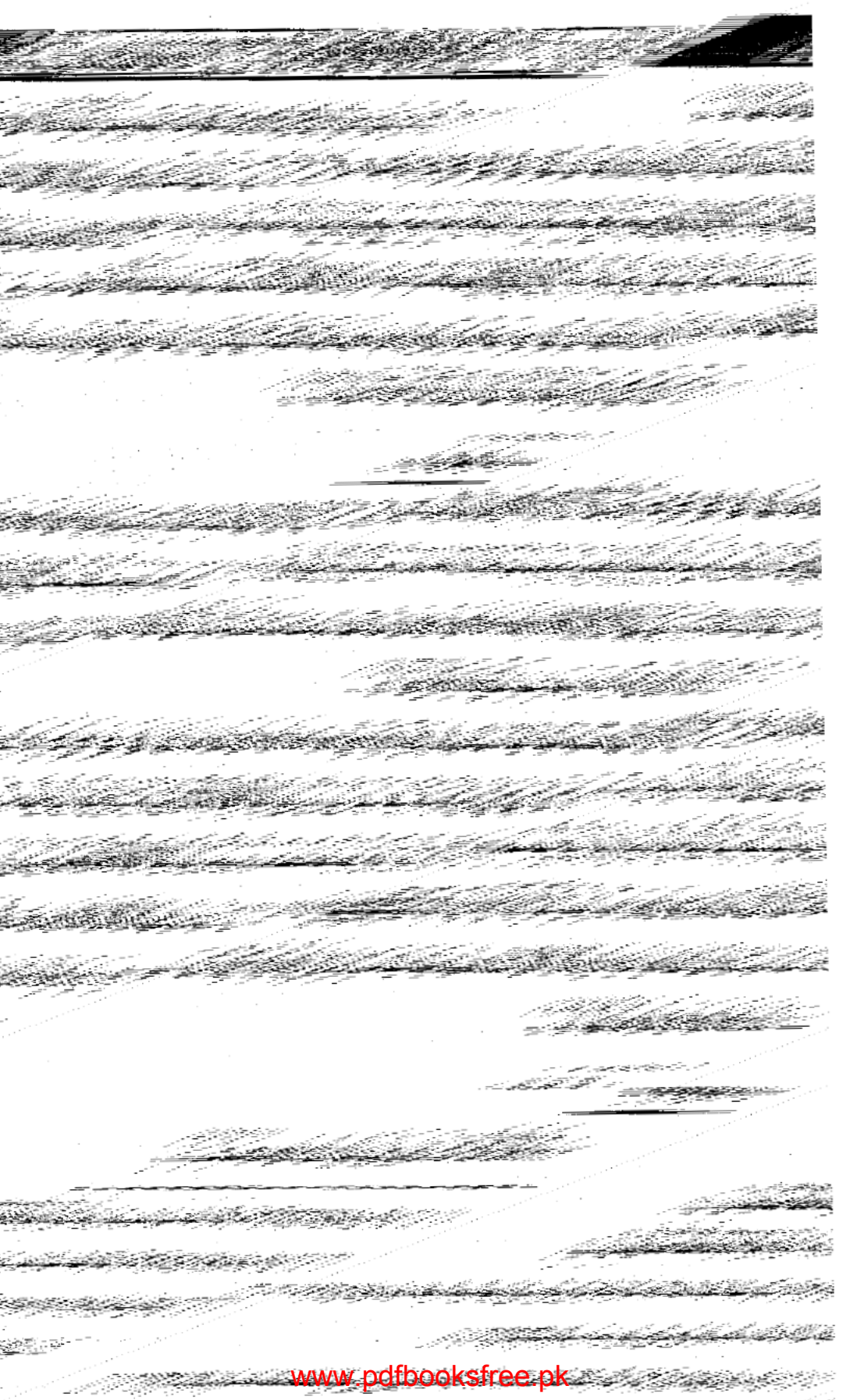
﴿لَقَدْ أَنْزَلْتُ عَلَى اللَّيْلَةِ سُورَةً لَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، ثُمَّ قَرَأَ: ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا“﴾ ”مجھ پر آج رات ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے اُس ساری کائنات سے زیادہ

(۱) [بخاری (۸۹۱) کتاب الجمعة: باب ما يقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۵۸۵) مسند احمد (۳۴۰/۳) مستدرک حاکم (۴۱۲/۲) ترمذی

(۳۴۰۴) کتاب الدعوات، امام حاکم اور امام ذہبی رحمہما نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [حسن: مسند احمد (۱۸۹/۶) شیخ شعیب ارنؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔] [الموسوعة الحديثية (۲۴۹۰۸)]



نیز حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی نمازیں اسی طرح پڑھا کرتے تھے جیسے آج تم پڑھتے ہو، البتہ آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی، وہ تمہاری نسبت ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے ﴿وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ الْوَاقِعَةَ وَنَحْوَهَا مِنَ السُّورِ﴾ ”آپ نماز فجر میں سورۃ واقعہ اور اس جیسی سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“ (۱)

سُورَةُ صَف

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿نَذَاكِرُنَا اَيْكُمْ يَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَيَسْأَلُهُ اَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَلَمْ يَقُمْ أَحَدٌ مِنَّا فَارْسَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا فَجَمَعَنَا فَقَرَأَ عَلَيْنَا هَذِهِ السُّورَةَ يَعْنِي سُورَةَ الصَّفِّ كُلَّهَا﴾ ”ہم نے اس موضوع پر بات کی کہ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پوچھے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ لیکن ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف ایک شخص کو بھیجا، اس نے ہمیں جمع کیا، پھر آپ ﷺ نے ہمیں یہ سورۃ مبارکہ، یعنی ساری سورۃ صف پڑھ کر سنائی۔“ (۲)

سُورَةُ جُمُعَةٍ

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔“ (۳)

سُورَةُ مُنَافِقُونَ

نبی کریم ﷺ نماز جمعہ میں سورۃ منافقون کی تلاوت فرمایا کرتے تھے (جیسا کہ درج بالا حدیث میں ہے)۔

سُورَةُ مُلْكٍ

○ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت ہمیشہ سورۃ ملک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۴)

- (۱) [صحیح لغیرہ: مسند احمد (۱۰۴/۵) شیخ شعبان اردو ڈوٹ نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔] [الموسوعة الحديثية (۲۰۹۹۵)]
 (۲) [صحیح: مسند احمد (۴۵۲/۵) دارمی (۲۳۹۰) ابو یعلیٰ (۷۴۹۹) ابن حبان (۴۵۹۴) بیہقی (۱۵۹/۹) شیخ شعبان اردو ڈوٹ نے اس کی سند کو صحیحین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔] [الموسوعة الحديثية (۲۳۷۸۸)]
 (۳) [مسلم (۸۷۷) (۸۷۹) کتاب الجمعة: باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة]
 (۴) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۵۸۵) مسند احمد (۳۴۰/۳) مستدرک حاکم (۴۱۲/۲) ترمذی (۳۴۰۴) کتاب الدعوات، امام حاکم اور امام ذہبی رحمہما نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

○ روزانہ سورہ ملک کی تلاوت کرنے سے آدمی عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿سُورَةُ تَبَارَكَ هِيَ الْمَانِعَةُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ ”سورہ تبارک یعنی سورہ الملک عذاب قبر سے روکنے والی ہے۔“ (۱)

○ سورہ ملک اپنے پڑھنے والے کی روز قیامت سفارش کرے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ سُورَةَ فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا حَتَّى غُفِرَ لَهُ: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ”قرآن مجید میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورت ہے جو اپنے ساتھی (یعنی پڑھنے والے) کی سفارش کرے گی حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے گا اور وہ سورت تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔“ (۲)

○ سورہ ملک اپنے پڑھنے والے کے حق میں روز قیامت جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اسے جنت میں داخل کرائے گی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿سُورَةُ (فِي) الْقُرْآنِ ... خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتَّى أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ”قرآن مجید میں ایک ایسی سورت ہے جو اپنے ساتھی (یعنی پڑھنے والے) کی مغفرت کے لئے (روز قیامت) جھگڑا کرے گی حتیٰ کہ اسے جنت میں داخل کرائے گی اور وہ سورت تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہے۔“ (۳)

سُورَةُ دَهْرٍ

بروز جمعہ نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ سورہ دہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ [الْم تَنْزِيل] السَّجْدَةِ وَ [هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ]﴾ ”نبی ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں الحمد، تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ اور هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ (الدھر) کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔“ (۴)

سُورَةُ مَرْسَلَاتٍ

○ سورہ مرسلات فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔ (۵)

(۱) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۱۴۰) رواه الحاكم]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ، ابن ماجہ (۳۷۸۶) کتاب الادب: باب ثواب القرآن، صحیح ابو داود

(۱۲۶۵) ابو داود (۱۴۰۰) ترمذی (۲۸۹۱) السنن الکبریٰ للنسائی (۴۹۶/۶)]

(۳) [حسن: صحیح الجامع الصغیر (۳۶۴۴) طبرانی اوسط (۷۶/۴) الاحادیث المختارة (۱۷۳۸)]

(۴) [بخاری (۸۹۱) کتاب الجمعة: باب ما یقرأ فی صلاة الفجر يوم الجمعة]

(۵) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۹۵۵) ترمذی (۳۲۹۷) کتاب التفسیر: باب ومن سورة الواقعة]

○ نبی ﷺ نماز مغرب میں سورہٴ مرسلات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ﴿إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ: "وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا" فَقَالَتْ: يَا بَنِي لَقَدْ ذَكَرْتَنِي بِقِرَائَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا لَأَخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ﴾ "اُم فضل رضی اللہ عنہا (ان کی والدہ) نے انہیں سورہٴ مرسلات پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: بیٹا تم نے یہ سورت پڑھ کے مجھے یاد دلادیا کہ یہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی، آپ اسے نماز مغرب میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔" (۱)

سُورَةُ نَبَاٍ

سورہٴ نباہ فکر آخرت پیدا کرنے والی سورت ہے۔ (۲)

سُورَةُ تَكْوِيْرِ ، سُورَةُ اِنْفِطَارِ ، سُورَةُ اِنْشِقَاقِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ رَأَى عَيْنٍ فَلْيَقْرَأْ: "إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" وَ"إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ" وَ"إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ"﴾ جسے یہ پسند ہو کہ وہ روز قیامت کو اس طرح دیکھے گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو تو وہ یہ تین سورتیں پڑھ لے، ﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التكوير)، إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (الانفطار)، إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (الانشقاق)﴾۔ (۳)

سُورَةُ طَارِقِ

رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب میں سورہٴ طارق پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿صَلَّى مُعَاذَ الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ وَالنِّسَاءَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَفَتَانِ يَا مُعَاذُ! مَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقْرَأَ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ وَالشَّمْسِ وَضَحَاهَا (وَنَحْوَهَا)؟﴾ "حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہٴ بقرہ اور سورہٴ نساء پڑھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: معاذ! کیا فتنے میں ڈالتے ہو؟ کیا تمہیں یہ کافی نہ تھا کہ سورہٴ طارق اور سورہٴ شمس اور اس طرح کی دیگر سورتیں پڑھ لو؟" (۴)

(۱) [بخاری (۷۶۳) کتاب الاذان: باب القراءة في المغرب، مسلم (۴۶۲) مؤطا (۱۷۶) احمد (۳۳۸/۶)]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۹۵۵) ترمذی (۳۲۹۷) كتاب التفسير: باب ومن سورة الواقعة]

(۳) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۱۰۸۱) هداية الرواة (۵۴۸۰) ترمذی (۳۳۳۳) كتاب تفسير القرآن:

باب ومن سورة اذا الشمس كورت]

(۴) [السنن الكبرى للنسائي (۱۶۶۴)، (۱۱۶۷۴) كتاب التفسير: باب سورة الطارق، شيخ عبدالرزاق مہدی

نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ [التعليق على تفسير ابن كثير (۴۳۵/۶)]

سُورَةُ اَعْلٰی، سُورَةُ غَاشِيَةِ

○ نبی کریم ﷺ نے نماز مغرب میں سورہ اعلیٰ پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ (۱)

○ نبی کریم ﷺ نماز جمعہ اور عیدین میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿كَانَ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ بِـ "سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی" وَ "هَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" وَرُبَّمَا اجْتَمَعَ فِي يَوْمٍ وَّاحِدٍ فَقَرَأَهُمَا﴾ "نبی ﷺ عیدین اور جمعہ کے دن سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور هَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات اگر عیدین اور جمعہ یکجا ہو جاتے (یعنی ایک ہی دن آجاتے) تو پھر بھی آپ دونوں نمازوں میں انہی دونوں سورتوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔" (۲)

○ نبی ﷺ نماز وتر میں بھی سورہ اعلیٰ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ بیان ہے کہ ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْوُتْرِ بِـ "سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی" وَ "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" وَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"﴾ "رسول اللہ ﷺ نماز وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی، قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی قراءت فرمایا کرتے تھے۔" (۳)

سُورَةُ كُوْفَرٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر ہلکی سی اونگھ طاری ہو گئی، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر مبارک اٹھایا تو ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا "مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے" اور پھر آپ نے پڑھا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْفَرَ ... الخ﴾ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا ﴿فَاِنَّ نَهْرًا وَعَدْنِيْهِ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ، عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيْرٌ، وَ هُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ اُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَنْتَهُ عَدَدُ النُّجُوْمِ﴾ "یہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، اس میں خیر کثیر ہے، درحقیقت یہ ایک حوض ہے جس پر میری امت

(۱) [بخاری (۷۰۵) کتاب الاذان: باب من شکا امامه اذا طول، مسلم (۱۷۹)]

(۲) [مسلم (۸۷۸) کتاب الجمعة: باب ما یقرأ فی صلاة الجمعة، ابو داود (۱۱۲۲) ترمذی (۵۳۳)]

(۳) [صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۱۷۳۱) احمد (۴۰۶۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔

[الموسوعة الحديثية (۱۵۳۵۴)]

قیامت کے دن آئے گی، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں جتنی ہوگی۔“ (۱)

سُورَةُ الْكَافِرُونَ

○ سورہ کافرون ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبْعَ الْقُرْآنِ﴾ ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔“ (۲)

○ سورہ کافرون شرک سے بچانے والی سورت ہے۔ حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ اَعَلَمْنِي شَيْئًا اَقُولُهُ اِذَا اَوَيْتُ اِلَى فِرَاشِي فَقَالَ: اِقْرَأْ ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ فَإِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِّنَ الشَّرِكِ﴾ ”اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی چیز سکھائیے جو میں اپنے بستر پر لیٹتے وقت پڑھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھا کرو، یقیناً یہ شرک سے براءت کا ذریعہ ہے۔“ (۳)

○ سورہ کافرون اور معوذتین سورتیں موذی جانور کے کاٹنے کا علاج ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿لَدَغَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَقْرَبٌ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: لَعَنَ اللَّهُ الْعَقْرَبَ لَا تَدْعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهُ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ وَمِلْحٍ وَجَعَلَ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَقْرَأُ ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ“ وَقُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ وَ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“﴾ ”نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک بچھونے آپ کو کاٹ لیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ”اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے! یہ نمازی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نمازی کو۔“ پھر آپ نے پانی اور نمک منگوایا اور (دونوں کو ملا کر خم پر) ملا اور سورہ کافرون، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر دم کیا۔“ (۴)

○ نبی کریم ﷺ نماز فجر کی دو سنتوں میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایت میں مذکور ہے۔ (۵)

○ نماز وتر میں نبی کریم ﷺ سورہ اعلیٰ (پہلی رکعت میں)، سورہ کافرون (دوسری رکعت میں) اور سورہ اخلاص

(۱) [مسلم (۴۰۰) کتاب الصلاة: باب حجة من قال البسملة آية من اول كل سورة، ابو داود (۷۸۴) نسائی

(۹۰۵) مسند احمد (۱۰۲/۳)]

(۲) [حسن: السلسلة الصحيحة (۵۸۶) صحيح الترغيب (۵۸۳)]

(۳) [صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۳۴۰۳) ابواب الدعوات: باب ما جاء فيمن يقرأ القرآن عند المنام

ومنه، صحيح ابن حبان (۱۸۶/۲) ابو داود (۵۰۵۵)]

(۴) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۵۴۸)]

(۵) [مسلم (۷۲۶) كتاب صلاة المسافرين: باب استحباب ركعتي سنة الفجر ...]

(تیسری رکعت میں) پڑھا کرتے تھے۔^(۱)

○ طواف کی رکعتوں میں بھی سورہ کافرون پڑھنا مسنون ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ بِسُوْرَتَيِ الْاِخْلَاصِ "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" وَ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"﴾ رسول اللہ ﷺ نے طواف کی دو رکعتوں میں سے ایک (پہلی) میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص کی تلاوت فرمائی۔^(۲)

سُورَةُ نَصْرِ

عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دریافت کیا کہ ﴿اَتَعْلَمُ اٰخِرَ سُورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ نَزَلَتْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ" قَالَ: صَدَقْتَ﴾ کیا تمہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی؟ میں نے عرض کی: جی ہاں مجھے معلوم ہے، اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں۔^(۳)

سُورَةُ اِخْلَاصِ

○ سورہ اخلاص ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو سنا کہ وہ سورہ اخلاص پڑھ رہا ہے اور اسے بار بار پڑھ رہا ہے، جب صبح ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اس بات کا ذکر کیا، اس نے گویا محض اس سورت کی تلاوت کو کم جانا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿وَ الَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ اِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثُ الْقُرْآنِ﴾ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ سورت قرآن مجید کے ثلث (تہائی) کے برابر ہے۔"^(۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا ﴿اَبْعِجْزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ؟﴾ "کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ایک

(۱) [صحیح: صحیح نسائی، نسائی (۱۷۳۱) احمد (۴۰۶/۳) شیخ شعیب ارناؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

[الموسوعة الحديثية (۱۵۳۵۴)]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۸۶۹) کتاب الحج: باب ما یقرأ فی رکعتی الطواف]

(۳) [مسلم (۳۰۲۴) کتاب التفسیر، السنن الکبریٰ للنسائی (۱۱۷۱۳) کتاب التفسیر: باب سورة النصر]

(۴) [بخاری (۵۰۱۳) کتاب فضائل القرآن: باب فضل "قل هو الله احد"، ابوداؤد (۱۴۶۱) کتاب التوہد:

باب فی سورة الصمد، السنن الکبریٰ للنسائی (۸۰۲۹) کتاب فضائل القرآن: باب سورة الاخلاص]

رات میں قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ پڑھے؟“ صحابہ کرام کو یہ کام بہت دشوار محسوس ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسے اس بات کی طاقت ہے؟ تو آپ نے فرمایا ﴿اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ، ثُلُثُ الْقُرْآنِ﴾ ”اللہ الواحد الصمد (والی سورت یعنی سورہ اخلاص) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔“ (۱)

○ سورہ اخلاص سے محبت اللہ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ بِـ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: سَلُّوهُ، لِأَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ، فَسَأَلُوهُ، فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمَنِ فَإِنَّا أَحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَخْبِرُوهُ أَنَّ اللَّهَ يُحِبُّهُ﴾ ”نبی ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ اپنے ساتھیوں کو جب نماز پڑھاتا تو قراءت کے اختتام پر قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ضرور پڑھتا، جب یہ لوگ واپس آئے تو انہوں نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ انہوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس سورہ مبارکہ میں رحمن کی صفت بیان کی گئی ہے، اس لئے مجھے اس سورت کے پڑھنے سے بہت محبت ہے، یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا، اسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس سے محبت ہے۔“ (۲)

○ سورہ اخلاص سے محبت اور کثرت سے اس کی تلاوت جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری مسجد قباء میں نماز کی امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتا تھا تو وہ نماز میں جس سورت کی بھی قراءت کرنا چاہتا تو اس سے پہلے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ضرور پڑھتا حتیٰ کہ اس سورت کی قراءت سے فارغ ہو کر پھر کوئی دوسری سورت پڑھتا اور ہر رکعت میں اسی طرح کیا کرتا تھا، اس کے ساتھیوں نے اس سلسلے میں اس سے بات کی کہ تم اس سورت کو شروع کر لیتے ہو اور پھر سمجھتے ہو کہ شاید یہ کافی نہیں جس کی وجہ سے تم دوسری سورت بھی پڑھتے ہو۔ لہذا یا تو اسی سورت پر اکتفا کرو یا پھر اسے چھوڑ دو اور اس کے بجائے کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں نماز پڑھاتا رہوں تو میں اس سورت کو ضرور پڑھوں گا اور اگر تم میری امامت کو پسند نہیں کرتے تو میں نماز پڑھانا چھوڑ دیتا ہوں۔ لوگ اسے اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے، لہذا انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ اس کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے۔ جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ﴿يَا فُلَانُ! مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ؟ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى

(۱) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب فضائل القرآن: باب فضل ”قل هو الله احد“]

(۲) [بخاری (۷۳۷۵) کتاب التوحيد: باب ما جاء في دعاء النبي امته ...، مسلم (۸۱۳)]

لَزُومَ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ؟ ﴿اے فلاں! تمہارے ساتھی جو کچھ کہتے ہیں، تم اس کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے اور ہر رکعت میں باقاعدگی کے ساتھ اس سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟﴾ اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول! بیشک مجھے اس سورت سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا ﴿حُبُّكَ يَا هَا أَذْخَلَكَ الْجَنَّةَ﴾ ”اس سورت کی محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی۔“ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿أَقْبَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَجَبَتْ، قُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: الْجَنَّةُ﴾ ”میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ آ رہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: واجب ہو گئی۔ میں نے عرض کیا کہ کیا واجب ہو گئی؟ آپ نے فرمایا ”جنت۔“ (۲)

○ سورۃ اخلاص کے الفاظ دعا کی قبولیت کے موجب ہیں۔ چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہا ہے ﴿اللَّهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ ”اے اللہ! بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے اور تو ہی ایک ہے، بے نیاز ہے، جو نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی تیرا ہمسرہ ہے۔“ آپ نے یہ سن کر فرمایا ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ الْقَدْ سَأَلَ اللَّهُ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطِيَ وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ﴾ ”اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے کہ جس کے واسطے سے جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرما دیتا ہے اور اگر دعا کی جائے تو وہ شرف قبولیت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔“ (۳)

○ سورۃ اخلاص شیطانی وساوس کا بہترین علاج ہے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿يُوشِكُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ بَيْنَهُمْ حَتَّى يَقُولَ قَائِلُهُمْ هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا: ”اللَّهُ أَحَدٌ، اللَّهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ ثُمَّ لِيَتَفَلَّحْ أَحَدُكُمْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَ

(۱) [بخاری (۷۷۴) کتاب الاذان: باب الجمع بين السورتين في ركعة]

(۲) [صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۲۸۹۷) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء في سورة الاخلاص،

نسائی (۷۰۷) مؤطا (۴۹۵) باب ما جاء في قراءة ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“]

(۳) [صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۳۴۷۵) کتاب الدعوات: باب ما جاء في جامع الدعوات عن

رسول الله، ابو داود (۱۴۹۳) ابن ماجه (۳۸۵۷)]

لِئَسْتَعِذَّ مِنَ الشَّيْطَانِ ﴿۱﴾ ”وہ وقت قریب ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے (بہت زیادہ) سوال کریں گے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی کہے گا کہ مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جب لوگ ایسی باتیں کریں تو یہ الفاظ کہنا اللہ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر بھی نہیں)۔ پھر تین مرتبہ بائیں طرف تھوک کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا۔“ (۱)

○ نبی کریم ﷺ نماز فجر کی دو سنتوں میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ (۲)

○ نماز وتر کی تیسری رکعت میں نبی ﷺ سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ (۳)

○ طواف کی دو رکعتوں میں سے دوسری رکعت میں رسول اللہ ﷺ سورہ اخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ (۴)

سُورَةُ فَلَقٍ ، سُورَةُ نَاسِ

ان دونوں سورتوں کو معوذتین سورتیں کہا جاتا ہے۔

○ معوذتین سورتوں جیسی اور کوئی سورتیں نہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿الَمْ تَرَ آيَاتِ أَنْزَلْتُ (هَذِهِ) اللَّيْلَةَ لَمْ يَرِ مِثْلُهُنَّ قَطُّ؟﴾ ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ و ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ ﴿﴾ ”کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئی اور وہ ہیں قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔“ (۵)

○ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کے لئے معوذتین سورتوں سے بہتر اور کوئی سورتیں نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ مَا تَعَوَّذَ بِهِ الْمُتَعَوِّذُونَ﴾ ﴿﴾ ”اے ابن عباس! کیا میں تمہیں سب سے افضل سورتوں کے متعلق نہ بتاؤں جن کے ساتھ پناہ مانگنے والے پناہ مانگتے ہیں۔“ انہوں نے عرض کی، ضرور اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے سورہ الفلق اور سورہ الناس سکھائی۔ (۶)

(۱) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۱۸) صحيح الجامع الصغير (۸۱۸۲) صحيح ابو داود، ابو داود (۴۷۲۲)]

كتاب السنة: باب في الجهمية

(۲) [مسلم (۷۲۶) كتاب صلاة المسافرين: باب استحباب ركعتي سنة الفجر...]

(۳) [صحيح: صحيح نسائي، نسائي (۱۷۳۱) احمد (۴۰۶/۳) شيخ شيبان ابن اذينة نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

[الموسوعة الحديثية (۱۵۳۵۴)]

(۴) [صحيح: صحيح ترمذی، ترمذی (۸۶۹) كتاب الحج: باب ما يقرأ في ركعتي الطواف]

(۵) [مسلم (۸۱۴) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة المعوذتين]

(۶) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۱۱۰۴) نسائي (۳۱۲/۲) مسند احمد (۱۵۳/۴)]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا ﴿يَا عُقَبَةُ اَقُلْ﴾ ”اے عقبہ! کہو“ میں نے عرض کی کہ کیا کہوں؟ تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی، پھر آپ نے فرمایا ”اے عقبہ! کہو“ میں نے عرض کی کہ کیا کہوں؟ تو آپ نے پھر خاموشی اختیار فرمائی تو میں نے کہا کہ اے اللہ! انہیں مجھ پر لوٹا دے (کہ آپ مجھ سے دوبارہ یہی فرمائیں) چنانچہ آپ نے فرمایا ”اے عقبہ! کہو“ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ میں نے اسے پڑھا حتیٰ کہ یہ سورت پوری ہو گئی، پھر آپ نے فرمایا ”کہو“ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ میں نے اسے پڑھا حتیٰ کہ پوری سورت پڑھ لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا ﴿مَا سَأَلَ سَائِلٌ بِمَثَلِهِمَا وَلَا اسْتَعَاذَ مُسْتَعِيزٌ بِمَثَلِهِمَا﴾ ”کسی سوال کرنے والے نے ان کی طرح کا سوال نہیں کیا اور کسی پناہ مانگنے والے نے ان کی طرح پناہ نہیں مانگی۔“ (۱)

○ نبی ﷺ نے معوذتین سورتوں کو بہترین سورتیں کہا اور سوتے اور جاگتے وقت انہیں پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان وادیوں میں سے ایک وادی میں رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چل رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا ﴿يَا عُقَبَةُ اَلَا تَرَ كَيْبُ؟﴾ ”اے عقبہ! تم بھی سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟“ میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے پیش نظر آپ کی سواری پر سوار نہ ہوا، پھر آپ نے فرمایا ”اے عقبہ! تم سوار کیوں نہیں ہو جاتے؟“ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ آپ کی نافرمانی نہ ہو جائے، اس لئے جب رسول اللہ ﷺ سواری سے نیچے تشریف لے آئے تو آپ کے فرمان کی اطاعت بجالاتے ہوئے میں تھوڑی دیر کے لئے سوار ہو گیا اور پھر میں اتر اتر رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے تو آپ نے فرمایا ﴿يَا عُقَبَةُ اَلَا اَعْلَمُكَ سُورَتَيْنِ مِنْ خَيْرِ سُورَتَيْنِ قَرَأَ بِهِمَا النَّاسُ﴾ ”اے عقبہ! کیا میں تمہیں دو ایسی بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جنہیں لوگوں نے پڑھا ہے؟“ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! ضرور سکھائیں تو آپ نے مجھے قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھائیں۔ پھر نماز قائم کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور نماز میں انہی دو سورتوں کی قراءت فرمائی، پھر آپ کا میرے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا ﴿كَيْفَ رَأَيْتَ يَا عُقَبَةُ اَفَرَأَيْتَ بِهِمَا كُلَّمَا نِمْتَ وَكُلَّمَا قُمْتَ﴾ ”عقبہ! ان دو سورتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب بھی تم سونے لگو اور اٹھو تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ لیا کرو۔“ (۲)

(۱) [حسن صحیح: صحیح ابوداؤد (۱۳۱۶) صحیح نسائی، نسائی (۵۴۳۸) کتاب الاستعاذۃ]

(۲) [صحیح: السلسلۃ الصحیحۃ (تحت الحدیث: ۳۴۹۹) مسند احمد (۱۴۴/۴) ابوداؤد (۱۴۶۲)]

نسائی (۵۴۳۹) شیخ شعبہ ارناتو وٹو نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۲۹۹)]

○ جنات اور نظر بد سے بچاؤ کے لئے نبی ﷺ معوذتین سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الْإِنْسَانِ حَتَّى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَاتَانِ فَلَمَّا نَزَلْنَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا﴾ ”رسول اللہ ﷺ جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین سورتیں (الفلق اور الناس) نازل ہوئیں، پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کر دیا اور ان کے علاوہ تمام دمنوں کو چھوڑ دیا۔“ (۱)

○ نبی کریم ﷺ پر ہونے والے جادو کے اثر کو زائل کرنے کے لئے معوذتین سورتیں نازل کی گئیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿فَاتَاهُ جِبْرِيلُ فَنَزَلَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ﴾ پھر حضرت جبریل علیہ السلام معوذتین سورتیں لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے (اور آپ سے کہا کہ فلاں یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے)۔“ (۲)

○ سورہ فلق سے بہتر کوئی سورت نہیں۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (اٹھنی پر) سوار تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیا اور عرض کیا کہ مجھے سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَنْ تَقْرَأَ شَيْئًا أَبْلَغَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“﴾ ”تم ہرگز کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو اللہ کے نزدیک قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے بہتر ہو۔“ (۳)

سُورَةُ إِخْلَاصٍ ، سُورَةُ فَلَقٍ ، سُورَةُ نَاسٍ (اکٹھی فضیلت)

ان تینوں سورتوں کو معوذات سورتیں بھی کہا جاتا ہے۔ ان تینوں کی اکٹھی فضیلت کا کچھ بیان حسب ذیل ہے:

○ ان تینوں سورتوں کو صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھنا ہر مصیبت سے کفایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ضییب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شدید بارش اور سخت اندھیری رات میں ہم رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ ہم نے آپ کو تلاش کر لیا۔ آپ نے پوچھا کہ ”کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟“ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا ”کہہ“۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”کہہ“۔ میں

(۱) [صحیح: ہدایۃ الرواة (۲۸۲/۴) ترمذی (۲۰۵۸) نسائی (۵۴۹۴) ابن ماجہ (۳۵۱۱)]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۲۷۶۱) طبرانی کبیر (۲۰۱/۵) حاکم (۳۶۰/۴)]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۵۲۱۷) السلسلة الصحيحة (تحت الحديث: ۳۴۹۹) صحیح نسائی

، نسائی (۹۵۳) کتاب الافتتاح: باب الفضل فی قراءة المعوذتین، ابن حبان (۷۹۲) احمد (۱۴۹/۴)

شیخ شعیب ارنؤوط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۳۴۱)]

نے پھر کچھ نہ کہا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا ”کہہ“۔ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمَعُودَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”سورہ اخلاص اور معوذتین سورتیں (الفلق، الناس) صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھو، یہ تمہیں ہر چیز (رنج و غم، تکلیف و پریشانی، مصیبت و آفت وغیرہ) سے کفایت کر جائیں گی۔“ (۱)

○ ان تینوں سورتوں سے افضل سورتیں نہ تورات و انجیل اور زبور میں ہیں اور نہ ہی قرآن میں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا ﴿يَا عَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ صَلِّ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ﴾ ”اے عقبہ بن عامر! جو تجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلہ رحمی کر، جو تجھے محروم رکھے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر۔“ عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا ﴿أَمْلِكْ لِسَانَكَ وَابْكْ عَلَى خَطِيئَتِكَ وَلْيَسْلُغْكَ بَيْتُكَ﴾ ”اپنی زبان کو روک رکھ، اپنے گناہوں پر رونا کر اور اپنے گھر میں رہ۔“ عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا ﴿أَلَا أَعْلَمُكَ سُورًا مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا لَا يَأْتِيَنَّ عَلَيْكَ لَيْلَةٌ إِلَّا قَرَأْتَهُنَّ فِيهَا "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" وَ"قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" وَ"قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ"﴾ ”کیا میں تمہیں ایسی سورتیں نہ سکھاؤں کہ ان جیسی سورتیں نہ تورات و زبور اور انجیل میں نازل کی گئی ہیں اور نہ ہی قرآن کریم میں۔ (خبردار!) تجھ پر کوئی ایسی رات نہ گزرے جس میں تو یہ سورتیں نہ پڑھے: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔“ (۲)

○ یہ تینوں سورتیں سوتے وقت پڑھنا مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ﴿كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" وَ"قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" وَ"قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ﴾ ”نبی کریم ﷺ ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں تھیلیوں کو ملا کر سورہ الاخلاص، سورہ الفلق اور سورہ الناس (تینوں مکمل) پڑھ کر

(۱) [حسن: صحيح ابو داود، ابو داود (۵۰۸۲) كتاب الادب: باب ما يقول اذا اصبح، ترمذی (۳۵۷۵)]

نسائی (۵۴۳۰) مسند احمد (۳۱۲/۵)]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۸۹۱) مسند احمد (۱۵۸/۴) شيخ شيعب ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

[الموسوعة الحديثية (۱۷۴۵۲)]

ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر اور چہرے اور سامنے کے بدن پر ہاتھ پھیرتے۔ یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔“ (۱)

○ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں سورتوں کو آخر تک پڑھا اور پھر ان کے متعلق فرمایا کہ ﴿مَا تَعُوذُ بِمِنْهِنَّ أَحَدٌ﴾ کسی نے بھی ان جیسی سورتوں کے ساتھ پناہ نہیں پکڑی (یعنی پناہ مانگنے کے لئے ان سورتوں سے افضل اور کوئی سورتیں نہیں)۔“ (۲)

○ ہر نماز کے بعد معوذات سورتیں پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿أَمَرَ نَبِيُّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات (سورۃ اخلاص، فلق اور ناس) سورتیں پڑھوں۔“ (۳)

○ مریض یا قریب المرگ شخص کو معوذات سورتوں کے ذریعے دم کرنا مفید ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَآمَسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا﴾ ”رسول اللہ ﷺ کی طبیعت جب ناساز ہوتی تو آپ معوذات سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم فرمایا کرتے تھے اور جب (مرض الموت میں) آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر آپ کے جسم اطہر پر آپ ہی کے دست مبارک کو برکت کی امید سے پھیر دیتی۔“ (۴)



(۱) [بخاری (۵۰۱۷) کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۹۵۰) صحیح ابوداؤد (۱۳۱۵) صحیح نسائی ، نسائی (۵۴۳۰)]

کتاب الاستعاذۃ : باب ما جاء فی سورتی المعوذتین ، السنن الکبری للنسائی (۷۸۴۶)]

(۳) [صحیح : صحیح ابوداؤد (۱۳۶۳) ابوداؤد (۱۵۲۳) کتاب الصلاۃ : باب فی الاستغفار ، مسند احمد

(۲۰۱/۴) شیخ شعبان راؤ و ط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحدیثیة (۱۷۷۹۲)]

(۴) [بخاری (۵۰۱۶) کتاب فضائل القرآن : باب فضل المعوذات]

باب فضل بعض آیات القرآن و کلماتہ

قرآن کریم کی بعض آیات اور کلمات کی فضیلت

بعض قرآنی آیات کی فضیلت

وَالْهُكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ ...

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاَيَاتَيْنِ : ” وَالْهُكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ “ وَفَاتِحَةِ آلِ عِمْرَانَ ” اَلَمْ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ “ ۝ ” اللّٰهُ تَعَالٰی کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: ① وَالْهُكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ [البقرة: ۱۶۳] ” اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور ② اَلَمْ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ [آل عمران: ۱، ۲۰، ۲۱] ” ” الم۔ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ زندہ ہے، سب کو سنبھالنے والا ہے۔“ ①

معلوم ہوا کہ درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم مذکور ہے اور دیگر مختلف احادیث میں یہ بات مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے واسطے سے کی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے۔ ②

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ...

یہ آیت دراصل ایک دعا ہے جس کے مکمل الفاظ یہ ہیں:

﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ ﴾ [البقرة: ۲۰۱]

”اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھی نعمت و بھلائی (یعنی ہر مطلوب و مقصود، مثلاً: صحت و عافیت، وسیع و کشادہ رہائش، خوبصورت بیوی، وسیع رزق، علم نافع، عمل صالح، عمدہ سواری اور اچھی تعریف وغیرہ) عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت و بھلائی دے (یعنی میدانِ حشر کے خوف سے نجات، حساب میں آسانی، دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ کا حصول اور بالآخر جنت میں داخلہ) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

اس دعا کی جامعیت کی وجہ سے احادیث میں اس کی بہت ترغیب وارد ہوئی ہے۔

(۱) [حسن: صحیح ابو داود، ابو داود (۱۴۹۶) کتاب الوتر: باب الدعاء، ابن ماجہ (۳۸۵۵) ترمذی

(۳۴۷۸) صحیح الترغیب (۱۶۴۲) صحیح الجامع الصغیر (۹۸۰)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۱۴۹۵) کتاب الوتر: باب الدعاء، نسائی (۱۳۰۰) ترمذی

(۳۵۴۴) ابن ماجہ (۳۸۵۶) السلسلة الصحيحة (۳۴۱۱) صحیح ابن حبان (۸۹۰) احمد (۱۲۰/۳)]

○ نبی ﷺ اکثر اوقات میں یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ”نبی کریم ﷺ کثرت سے یہ دعا کیا کرتے تھے“ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا و آخرت میں خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ رکھ۔“ (۱)

○ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے سخت مریض کو شفا عطا فرمادی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت فرمائی جو پرندے کے ننھے بچے کی طرح (بڈیوں کا ڈھانچہ) ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا ﴿هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَقُولُ: اللَّهُمَّ! مَا كُنْتُ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ، فَهَلَّا قُلْتَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ”کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا سوال کیا کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں یہ دعا کیا کرتا تھا: اے اللہ! تو نے مجھے جو آخرت میں سزا دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! تمہیں اس کی طاقت و استطاعت کہاں؟ تم نے یہ دعا کیوں نہ کر لی اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“ اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“ اس نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا فرمادی۔“ (۲)

آیت الکرسی

آیت الکرسی کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [البقرة: ۲۵۵]

”وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، زندہ ہے، سب کو سنبھالے ہوئے ہے، اسے اُدگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے

(۱) [بخاری (۴۵۲۲) کتاب تفسیر القرآن: باب ومنهم من يقول ربنا آتانا في الدنيا حسنة، مسلم (۲۶۹۰)]

(۲) [مسلم (۲۶۸۸) کتاب الذکر والدعاء: باب كراهة الدعاء بتعميل العقوبة في الدنيا]

علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لاسکتے، سوائے اس بات کے جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں اور وہ بلندتر، نہایت عظمت والا ہے۔“

○ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت ”آیت الکرسی“ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! اتَذَرِي أَيُّ آيَاتِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟** قَالَ: **قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَكْبَرُ! قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ! اتَذَرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَكْبَرُ؟** قَالَ: **قُلْتُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ، قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ: لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ** ﴿اے ابو منذر! کیا تمہیں علم ہے کہ تمہارے پاس کتاب اللہ میں سے کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ اے ابو منذر! کیا تجھے علم ہے کہ تمہارے پاس کتاب اللہ میں سے کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ (آیت الکرسی، یعنی) **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ**۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ تمہیں علم مبارک ہو۔“ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ سے کسی آدمی نے سوال کیا ﴿اَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَكْبَرُ؟﴾ ”قرآن کریم میں کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ۔“ (۲)

○ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا جنت میں داخلے کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ذُبِرَ كُلُّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعُهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَنْ يَمُوتَ** ﴿جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔“ (۳)

○ آیت الکرسی جنات و شیطین، جادو اور آسیب وغیرہ سے بچاؤ کے لئے بہت مفید ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاتَّانِي آتٍ فَجَعَلَ يَسْحَتُو مِنْ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ ...﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں بھرنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو،

(۱) [مسلم (۸۱۰) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، احمد (۱۴۱/۵)]

(۲) [صحيح: صحيح ابو داود، ابو داود (۴۰۰۳) كتاب الحروف والقراءات]

(۳) [صحيح: صحيح الترغيب (۱۵۹۵) صحيح الجامع الصغير (۶۴۶۴)]

میں محتاج عیالدار اور سخت حاجت مند ہوں تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اس نے کہا کہ وہ بہت سخت حاجت مند اور عیالدار ہے تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر بھی آئے گا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی دوبارہ آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمادیا تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا، اس لیے میں چوکنار ہا، چنانچہ وہ آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی چیزیں ڈالنا شروع کر دیں تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا، مجھے چھوڑ دو میں بہت محتاج ہوں اور مجھ پر اہل و عیال کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! اس نے اپنی سخت حاجت اور اہل و عیال کی ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر کیا تو میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔

میں نے تیسری بار اس کی گھات لگائی تو وہ پھر آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی اشیاء ڈالنا شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اب میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بس یہ تیسری اور آخری دفعہ ہے، تو روز کہتا ہے کہ اب نہیں آئے گا لیکن وعدہ کرنے کے باوجود پھر آ جاتا ہے۔ اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو میں تمہیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا۔ میں نے کہا، وہ کلمات کیا ہیں؟ کہنے لگا جب (سونے کے لیے) بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ...﴾ پڑھا کرو۔ اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ ساری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آ سکے گا۔ چنانچہ میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟ میں نے عرض کی ﴿يَا رَسُولَ اللَّهِ! زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهَا فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ، قَالَ مَا هِيَ؟ قُلْتُ قَالَ لِي: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَأَقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ آيَةَ "اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" وَقَالَ لِي لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حَافِظٌ وَلَا يَفْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ﴾ "اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا تو (یہ سن کر) میں نے پھر اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کی، اس نے مجھ سے کہا کہ جب بستر پر آؤ تو اوّل سے لے کر آخر تک مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اس سے ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری

حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے قریب نہ آ سکے گا۔“

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ اَمَّا اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَ هُوَ كَذُوْبٌ ﴾ ”اس نے تم سے بات سچی کی ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے۔“ ابو ہریرہؓ تمہیں یہ معلوم ہے کہ تین راتیں کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ عرض کی، نہیں تو آپ نے فرمایا ”یہ شیطان تھا۔“ (۱)

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات

○ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات ہر آفت و مصیبت اور مشکل کے لئے کافی ہیں۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ قَرَأَ الْاٰتِيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاہُ ﴾ ”جو شخص رات کے وقت سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیتا ہے، اسے یہ آیات (ہر مشکل سے) کافی ہو جاتی ہیں۔“ (۲)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ”کافی ہو جائیں گی“ کا ایک مفہوم تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیتیں قیام اللیل سے کفایت کر جائیں گی، دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیطان سے بچاؤ کے لیے کافی ہو جائیں گی اور تیسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر قسم کی آفت و مصیبت سے بچاؤ کے لیے کافی ہو جائیں گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تمام مفہوم ہی مراد ہوں۔ (۳)

○ جس گھر میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کی جاتی ہیں اس میں شیطان نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْفَسٰی عَامٍ اَنْزَلَ مِنْهُ اٰتِيْنِ خْتَمَ بِهِمَا سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَ لَا يُقْرَآنُ فِيْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرُبُہَا شَيْطَانٌ ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب تحریر فرمائی، اس میں سے دو آیتیں نازل فرمائیں جن کے ساتھ سورۃ بقرہ کو ختم کیا گیا ہے اور جس گھر میں بھی تین رات ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی جائے گی شیطان اس کے قریب بھی نہیں آئے گا۔“ (۴)

○ ایک روایت میں سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نور کہا گیا ہے اور اُس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص ان دو آیات کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے گا تو اسے وہ چیز ضرور عطا کی جائے گی۔ (۵)

○ ایک اور روایت میں ہے کہ شبِ معراج رسول اللہ ﷺ کو پانچ نمازوں کے ساتھ سورۃ بقرہ کی آخری آیات

(۱) [بخاری (۲۳۱۱)، (۳۲۷۵)، (۵۰۱۰) کتاب الوکالۃ: باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا]

(۲) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاۃ المسافرین: باب فضل الفاتحة و خواتیم سورۃ البقرۃ، بخاری (۴۰۰۸)]

(۳) [حواشی علی صحیح مسلم (۴۰۲/۲)]

(۴) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۲۸۸۲) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فی آخر سورۃ البقرۃ]

(۵) [مسلم (۸۰۶) کتاب فضائل القرآن: باب فضل سورۃ الفاتحة و خواتیم سورۃ البقرۃ]

کا بھی تحفہ ملا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی اور آپ کو سدرۃ المنتہی کے پاس لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے اوپر جانے والی چیزیں یہیں پہنچتی ہیں، پھر ان کو قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اوپر سے جو کچھ زمین پر آتا ہے وہ بھی یہاں تک پہنچتا ہے، پھر اس کو وہاں سے لے لیا جاتا ہے، فرمایا ﴿إِذْ يَغْشَى السُّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ [النجم: ۱۶] ”جبکہ اس پیری پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔“ فرمایا یہ سونے کے پتے تھے۔ فرمایا: اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں: ① پانچ نمازیں۔ ② سورہ بقرہ کی آخری آیات۔ ③ اور یہ کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص شرک نہ کرے اس کے ہلاک کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔^(۱)

سورہ آل عمران کی آخری دس آیات

رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو سورہ آل عمران کی آخری دس آیات ﴿إِنْ فِیْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ...﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ یمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سو گیا، ارادہ یہ تھا کہ آج رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا۔ میری خالہ نے آپ ﷺ کے لئے گدا بچھادیا اور آپ اس کے طول میں لیٹ گئے پھر (جب رات کے آخری حصے میں بیدار ہوئے تو) چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار دور کئے ﴿ثُمَّ قَرَأَ الْآیَاتِ الْعَشْرَ الْآخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ﴾ ”پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔“ اس کے بعد آپ ایک مشکیزے کے پاس آئے اور اس سے پانی لے کر وضو کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی کھڑا ہوا گیا اور جو کچھ آپ نے کیا تھا وہی سب کچھ میں نے بھی کیا۔^(۲)

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا شروع کر دی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ مُبْطِحُكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِینَ﴾ ”تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے (اور) بیشک میں قصور وار ہوں۔“ اس تسبیح اور پکار کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور فرمایا کہ ”ہم اہل ایمان کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں (جب وہ شدید مشکلات میں مبتلا ہوں اور ہماری طرف رجوع کر کے ہم سے دعا کریں، خصوصاً جب مشکل حالات میں یہ دعا کریں)۔“

(۱) [مسلم (۱۷۳) کتاب الایمان: باب فی ذکر سدرۃ المنتہی]

(۲) [بخاری (۴۵۷۰) کتاب التفسیر: باب قوله: الذین یدکرون اللہ قیاماً وقعوداً ...، مسلم (۷۶۳)]

نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی مذکورہ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ﴿دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذْ دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" فَإِنَّهُ لَمَّا يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ﴾ ”مچھلی والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: ”تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے (اور) بیشک میں تصور و ارہوں۔“ جو مسلمان اپنے رب سے کسی بھی چیز کے بارے میں یہ دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔“ (۱)

ایک دوسری روایت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ دَعَا بِدُعَاءِ يُونُسَ اسْتَجِبَ لَهُ﴾ ”جو بھی یونس علیہ السلام کی دعا کے ساتھ دعا کرے گا اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔“ (۲)

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ...

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کے مطابق سورہ حدید کی مذکورہ آیت نمبر ۳ دل میں پیدا ہونے والے شیطانی وساوس کا علاج ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ﴿إِذَا وَجَدْتَ فِي نَفْسِكَ شَيْئًا فَقُلْ "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ"﴾ ”جب تم اپنے دل میں کوئی کھٹاکا (وسوسہ) محسوس کرو تو یہ آیت پڑھو هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ”وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، اور ظاہر بھی اور باطن بھی، اور وہی ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔“ (۳)

بعض قرآنی کلمات کی فضیلت

بسم اللہ

○ بسم اللہ (اللہ کے نام کے ساتھ) کی برکت سے شیطان انتہائی چھوٹا اور حقیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر آپ کے پیچھے سوار تھا، ہمارا اونٹ ذرا پھسلا تو میں نے کہا ”شیطان کا براہو تب آپ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَقُلْ تَعَسَّ الشَّيْطَانُ فَإِنَّهُ يَعْظُمُ حَتَّى يَصِيرَ

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۳۸۳) ضحیح الترغیب (۱۶۴۴) صحیح ترمذی، ترمذی

(۳۵۰۵) کتاب الدعوات: باب فی دعوة ذی النون ... مسند احمد (۱۷۰/۱)

(۲) [مستدرک حاکم (۴۱۲۷) مسند ابو یعلیٰ (۷۰۷) مسند ابو یعلیٰ کے محقق حسین سلیم اسد نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا

ہے۔ [التعلیق علی مسند ابی یعلیٰ (۶۵/۲)]

(۳) [حسن: صحیح الترغیب (۱۶۱۴) صحیح ابو داؤد، ابو داؤد (۵۱۱۰) کتاب الادب: باب رد الوسوسة]

مِثْلَ الْبَيْتِ وَيَقُولُ بِقُوَّتِي وَلَكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَقْصُرُ حَتَّىٰ يَصِيرَ مِثْلَ الذُّبَابِ ﴿﴾ ”یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو کیونکہ اس سے شیطان پھول کر مکان کی طرح (بڑا) ہو جاتا ہے اور کہتا ہے میں نے اپنی قوت سے (یہ کیا ہے) لیکن تم بسم اللہ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا ہو کر کبھی کی طرح ہو جاتا ہے۔“ (۱)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ بسم اللہ کی برکت کی وجہ سے ہے۔ (۲)

○ بسم اللہ پڑھنے سے انسان شیطانی حملے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشاءَ وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ عِنْدَ طَعَامِهِ ، قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشاءَ﴾ ”جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے (یعنی بِسْمِ اللہ پڑھتا ہے) اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (دوسرے اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے نہ تو (یہاں) تمہارے لیے رات کا قیام ہے اور نہ ہی رات کا کھانا۔ لیکن جب انسان گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے (یہاں) رات کا قیام پالیا اور جب انسان کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے تم نے رات کا قیام اور رات کا کھانا (دونوں کو) پالیا۔“ (۳)

ایک روایت میں ہے کہ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يَذْكُرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ ”شیطان اس کھانے کو (اپنے لیے) حلال بنا لیتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔“ (۴)

○ ہم بستر کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے اولاد شیطانی حملے سے محفوظ رہتی ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے:

﴿بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا﴾ ”اللہ کے نام کے ساتھ (ہم جماع کرتے ہیں) اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور اس اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تو ہمیں عطا کرے۔“ ﴿فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ﴾ ”تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر میں

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود (۴۹۸۲) کتاب الادب، مسند احمد (۵۹/۵) السنن الکبریٰ للنسائی، عمل

اليوم واللييلة، باب ما يقول اذا عثرت به دابته (۱۴۲/۶)]

(۲) [تفسير ابن كثير (۹۴/۱)]

(۳) [مسلم (۲۰۱۸) کتاب الأشربة: باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ابو داود (۳۷۶۵)]

(۴) [مسلم (۲۰۱۷) کتاب الأشربة: باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ابو داود (۳۷۶۶)]

اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ (۱)

○ گھر سے نکلنے وقت بسم اللہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو ہر چیز سے کافی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نکلے وقت یہ دعا پڑھتا ہے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ”اللہ کے نام سے نکلتا ہوں اللہ کی توفیق کے سوا نہ کچھ کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی چیز سے بچنے کی۔“

اس کے لیے کہا جاتا ہے ﴿كُفَيْتَ وَ وُقِيتَ﴾ ”تجھے کفایت کی گئی اور تجھے بچالیا گیا“ اور شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ سنن ابوداؤد کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانُ آخِرُ كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هَدَىٰ وَ كُفِيَ وَ وُقِيَ﴾ ”ایک دوسرا شیطان اس سے مل کر کہتا ہے کہ تو ایسے شخص پر کیسے قابو پا سکتا ہے جسے (اللہ کی طرف سے) ہدایت دے دی گئی، کفایت کی گئی اور بچالیا گیا۔“ (۲)

شیخ عبد المحسن العباد اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (مذکورہ دعا پڑھنے والے کو) اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازتے ہیں، جس کام کا وہ ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے اسے خود ہی کافی ہو جاتے ہیں اور اسے دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی تمام برائیوں سے بچا لیتے ہیں، بالفاظ دیگر اسے سلامتی حاصل ہو جاتی ہے اور ایسا صرف اللہ تعالیٰ پر اس کے کمال توکل و اعتماد اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے (جیسا کہ اس دعا کا یہی مفہوم ہے)۔ (۳)

○ بیت الخلاء میں داخلے کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے جنات و شیاطین اور اولاد آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿سَتَرٌ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَ عَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللّٰهِ﴾ ”جب کوئی بیت الخلاء میں داخلے کے وقت ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کہہ لیتا ہے تو اولاد آدم کی شرمگاہوں اور جنات کی آنکھوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔“ (۴)

○ رات کے وقت بسم اللہ پڑھ کر گھر کے دروازے بند کر لینا اور برتن وغیرہ ڈھک دینا مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ - أَوْ أَمْسَيْتُمْ - فَكُفُّوا صَيَانَكُمْ ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَشْتِيرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَحَلُّوهُمْ وَ اغْلِقُوا

(۱) [بخاری (۱۴۱) کتاب الوضوء: باب التسمية على كل حال وعند الوقاع، مسلم (۱۴۳۴)]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۳۴۲۶) کتاب الدعوات: باب ما جاء ما يقول اذا خرج من بيته،

ابوداؤد (۵۰۹۵)]

(۳) [شرح سنن ابی داؤد (تحت الحديث: ۵۰۹۵)]

(۴) [صحیح: صحیح الجامع الصغير (۳۶۱۰) ترمذی (۶۰۶) مشکاة المصابيح (۳۵۸)]

الْأَنْبَابَ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ﴿﴾ جب رات کا اندھیرا شروع ہو یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لیا کرو، کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلتے ہیں۔ البتہ جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو، اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا۔“ (۱)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿وَاعْلِقْ بِابِكَ وَادْكُرْ اسْمَ اللَّهِ وَاطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَادْكُرْ اسْمَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ سِقَاتُكَ وَادْكُرْ اسْمَ اللَّهِ وَخَمَرُ إِنَائِكَ وَادْكُرْ اسْمَ اللَّهِ وَلَوْ تَعْرَضُ عَلَيْهِ شَيْئًا﴾ ”پھر (رات کے وقت) اللہ کا نام لے کر (یعنی بسم اللہ پڑھ کے) اپنا دروازہ بند کر لو، اللہ کا نام لے کر اپنا چراغ بجھا دو، پانی کے برتن اللہ کا نام لے کر ڈھک دو اور دوسرے برتن بھی اللہ کا نام لے کر ڈھک دو (اور اگر ڈھکن نہ ہو) تو درمیان میں ہی کوئی چیز رکھ دو۔“ (۲)

○ مصیبت و آفت کے موقع پر بسم اللہ پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتے نازل فرما دیتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احد کے دن رسول اللہ ﷺ بارہ انصاری صحابہ کے ساتھ الگ رہ گئے۔ ان میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مشرکین نے انہیں گھیر لیا۔ رسول اللہ ﷺ (اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹے اور) فرمایا ان لوگوں سے کون نمٹے گا؟ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں۔ چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اکیلے ہی گیارہ آدمیوں کے برابر لڑے حتیٰ کہ (لڑتے لڑتے) ان کے ہاتھ پر (کسی مشرک کی تلوار کی) ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں اور ان کی زبان سے ”سی“ کی آواز نکلی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللَّهِ لَرَفَعْنَاكَ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ ثُمَّ رَدَّ اللَّهُ الْمُشْرِكِينَ﴾ ”اگر تم بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمہیں اوپر اٹھا لیتے اور لوگ بھی دیکھ لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو (ناکام و نامراد کر کے) پھیر دیا۔“ (۳)

○ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا جائے تو کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ﴿إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ﴾ ”ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَلَعَلَّكُمْ تَأْكُلُونَ مُتَفَرِّقِينَ؟﴾ ”شاید تم الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا ﴿فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ﴾

(۱) [بخاری (۳۳۰۴) کتاب بدء الخلق: باب صفة ابليس، مسلم (۲۰۱۲)]

(۲) [بخاری (۳۲۸۰) کتاب بدء الخلق]

(۳) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۵۲۷۶) السلسلة الصحيحة (۲۱۷۱) صحيح نسائي، نسائي (۳۱۴۹)]

کتاب الجہاد: باب ما يقول من يطعنه العدو]

اللَّهُ عَلَيْهِ يُبَارَكُ لَكُمْ فِيهِ ﴿۱﴾ ”اُسکے کھانا کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو (یعنی بسم اللہ پڑھا کرو) تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تمہارے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔“ (۱)

سبحان اللہ

○ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) کے ذریعے سمندر کی جھاگ کے برابر گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً، حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَيْدِ الْبَحْرِ﴾ ”جس نے سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ (پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ) کہا اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی ہوں۔“ (۲)

○ سبحان اللہ کا ایک مختصر ذکر بہت سے طویل اذکار سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا ﴿لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكَ أَرْبَعُ كَلِمَاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتَ مِنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ﴾ ”میں نے تیرے بعد چار ایسے کلمے ادا کیے ہیں کہ اگر ان کا تیرے اب تک کہے گئے کلمات سے موازنہ کیا جائے تو ان کا وزن زیادہ ہو جائے (وہ کلمے یہ ہیں) سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ ”اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ اپنی مخلوق کی تعداد اپنے نفس کی رضا اپنے عرش کے وزن اور اپنے کلمات کی سیاحت کے برابر۔“ (۳)

○ سبحان اللہ کہنے سے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ﴾ ”جس نے کہا سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔“ (۴)

○ صبح و شام سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے والا قیامت کے روز سب سے افضل کلمات لائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمَسِّي سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۲۱۲۸) الکلم الطیب (۱۸۶) السلسلة الصحيحة (۶۶۴) صحیح ابن ماجہ

(۲۶۵۷) ابن ماجہ (۳۲۸۶) کتاب الاطعمة: باب الاجتماع على الطعام، ابو داود (۳۷۶۴)

(۲) [بخاری (۶۴۰۵) کتاب الدعوات: باب فضل التسبیح، مسلم (۲۶۹۱) ترمذی (۳۴۶۶)]

(۳) [مسلم (۲۷۲۶) کتاب الشروط: باب ما يحوز من شروط المكاتب، ابو داود (۱۵۰۳)]

(۴) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۶۴) هداية الرواة (۲۲۴۴) ترمذی (۴۳۵/۲) نسائی فی عمل

اليوم والليلة (۸۲۷) صحیح ابن حبان (۸۲۴) مستدرک حاکم (۵۰۱/۱)]

مَا قَالَ وَ زَادَ عَلَيْهِ ﴿ ”جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہا تو قیامت کے دن کوئی بھی اس سے افضل کلمات نہیں لائے گا سوائے اس کے جس نے اس کی مثل اور اس سے زیادہ کلمات کہے۔“ (۱)

○ باقی رہنے والے اچھے کلمات میں سبحان اللہ بھی شامل ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْبَقِيَّاتُ الصَّالِحَاتُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَ سُبْحَانَ اللَّهِ...﴾ ”باقی رہنے والے اچھے کلمات (یہ ہیں) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ۔“ (۲)

○ ایک روایت میں ہے کہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک سُبْحَانَ اللَّهِ ہے۔ (۳)

○ وہ دو کلمے سبحان اللہ پر ہی مشتمل ہیں جنہیں زبان پر لگے اور میزان میں بہت وزنی کہا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ﴾ ”دو کلمے ایسے ہیں جو رحمان کو بڑے محبوب زبان پر بہت لگے اور میزان میں نہایت وزنی ہیں (اور وہ یہ ہیں): سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اللہ پاک ہے عظمت والا۔“ (۴)

○ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کمانے اور ایک ہزار گناہ معاف کرانے کا نسخہ سبحان اللہ میں ہی مضمر ہے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا ﴿أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ فَسَأَلَهُ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ، كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ حَسَنَةٍ؟ قَالَ: يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيَكْتُبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ وَيُحِطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ﴾ ”کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کماؤ؟ وہاں بیٹھے ہوئے کسی ایک صحابی نے دریافت کیا کہ ہم ایک ہزار نیکیاں کیسے کما سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور ایک ہزار گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔“ (۵)

(۱) [مسلم (۲۶۹۲) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء، مسند احمد (۸۸۴۴) ابو داود (۵۰۹۱) ترمذی (۳۴۶۹) نسائی فی عمل اليوم والليلة (۵۷۳) وفي السنن الكبرى (۱۰۶۰۳)]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۳۲۶۴) احمد (۷۵۰۳) ابن حبان (۸۴۰) حاکم (۵۱۲/۱)]

(۳) [مسلم (۲۱۳۷) کتاب الآداب: باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة، ابن ماجه (۳۸۱۱)]

(۴) [بخاری (۶۴۰۶-۷۵۶۳) کتاب الدعوات: باب فضل التسبيح، مسلم (۲۶۹۴) ترمذی (۳۴۶۷) ابن ماجه (۳۸۰۶) احمد (۲۳۲۲/۲) ابن حبان (۸۳۱)]

(۵) [مسلم (۲۶۹۸) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء]

○ اگر سبحان اللہ کو الحمد للہ کے ساتھ کہا جائے تو یہ دو کوں کلمے زمین و آسمان کے درمیان ساری جگہ کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأَنَّ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”سُبْحَانَ اللَّهِ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا زمین و آسمان کے درمیان ساری جگہ کو (نیکیوں سے) بھر دیتا ہے۔“ (۱)

الحمد للہ

○ ایک مرتبہ الحمد للہ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں) کہنے سے میزان (ترازو) نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوماک اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ﴾ ”اور الْحَمْدُ لِلَّهِ میزان کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے۔“ (۲)

○ افضل دعا الحمد للہ ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿أَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ ”سب سے افضل دعا الْحَمْدُ لِلَّهِ ہے۔“ (۳)

○ شکر کا سب سے افضل کلمہ الحمد للہ ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿أَفْضَلُ الشُّكْرِ الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ ”اور سب سے افضل شکر الْحَمْدُ لِلَّهِ ہے۔“ (۴)

○ کسی بھی نعمت کے حصول پر الحمد للہ کہنا اس نعمت سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ عَبْدٍ نِعْمَةً فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي أَعْطَاهُ أَفْضَلَ مِمَّا أَخَذَ﴾ ”جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے سرفراز فرمائے اور وہ اس پر الْحَمْدُ لِلَّهِ کہے تو اس کا یہ حمد کہنا اس نعمت سے افضل ہے جو اس نے حاصل کی ہے۔“ (۵)

○ نابالغ بچوں کی وفات پر الحمد للہ کہا جائے تو جنت میں ایک گھر تعمیر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسوی اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِمْ قَبِضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي؟ فَيَقُولُونَ نَعَمْ! فَيَقُولُ قَبِضْتُمْ ثَمَرَةَ فَوَادِهِ؟ فَيَقُولُونَ نَعَمْ! فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي، فَيَقُولُونَ حَمْدَكَ وَاسْتَرْجَع، فَيَقُولُ اللَّهُ: ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ

(۱) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطہارۃ : باب فضل الوضوء]

(۲) [مسلم (۲۲۳) کتاب الطہارۃ : باب فضل الوضوء]

(۳) [حسن : السلسلۃ الصحیحہ (۱۴۹۷) المشکاة (۲۳۰۶) صحیح ترمذی ، ترمذی (۳۳۸۳) کتاب

الدعوات : باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابۃ ، ابن ماجہ (۳۸۰۰) صحیح ابن حبان (۸۴۳)]

(۴) [حسن : السلسلۃ الصحیحہ (۱۴۹۷) ابن حبان (۲۳۲۶) شرح السنۃ (۱۴۴۱/۱)]

(۵) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۵۵۶۳) ابن ماجہ (۳۸۰۵) کتاب الإِدب : باب فضل الحامدین]

الْحَمْدُ ﴿﴾ جب کسی شخص کا بچ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے میرے بندے کی روح کو قبض کیا ہے؟ وہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ جواب دیتے ہیں اس نے تیری حمد و ثناء کی (یعنی الحمد للہ کہا) اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے کلمات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔“ (۱)

○ باقی رہنے والے اچھے کلمات میں الحمد للہ بھی شامل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿الْبَقَايَاتُ الصَّالِحَاتُ... وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ ”باقی رہنے والے اچھے کلمات (یہ ہیں) ... الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔“ (۲)

○ اگر الحمد للہ کو سبحان اللہ کے ساتھ کہا جائے تو یہ دونوں کلمے زمین و آسمان کے درمیان ساری جگہ کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔ (۳)

○ ایک روایت میں ہے کہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک الْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (۴)

○ الحمد للہ کہنے والے کے لئے اللہ کی رحمت لکھ دی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلّٰہِ كَثِيرًا، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَكْتُبُوا الْعَبْدَی رَحْمَتَیْ كَثِيرًا﴾ ”جب بندہ کہتا ہے کہ بہت زیادہ اور ہر قسم کی تعریف صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) کہتے ہیں: میرے بندے کے لئے بہت زیادہ میری رحمت لکھ دو۔“ (۵)

لا الہ الا اللہ

○ افضل ذکر لا الہ الا اللہ (کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے) ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ”سب سے افضل ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔“ (۶)

○ سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا جائے تو عرش تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَطُّ مُخْلِصًا إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

(۱) [حسن: الصحيح (۱۴۰۸) ترمذی (۱۰۲۱) كتاب الحناظر: باب فضل المصيبة اذا احتسب]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۳۲۶۴) احمد (۷۵/۳) ابن حبان (۸۴۰) حاکم (۵۱۲/۱)]

(۳) [مسلم (۲۲۳) كتاب الطهارة: باب فضل الوضوء]

(۴) [مسلم (۲۱۳۷) كتاب الآداب: باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة، ابن ماجه (۳۸۱۱)]

(۵) [حسن لغیرہ: صحيح الترغیب (۱۵۷۸) السلسلة الصحيحة (تحت الحديث: ۳۴۵۲)]

(۶) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۴۹۷) المشكاة (۲۳۰۶) صحيح ترمذی، ترمذی (۳۳۸۳) كتاب الدعوات: باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ابن ماجه (۳۸۰۰) صحيح ابن حبان (۸۴۳)]

حَتَّى تَفْضِيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَائِرَ ﴿﴾ ”جب بندہ خلوص دل سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے، بشرطیکہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بچے۔“ (۱)

○ ایمان کا سب سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ...﴾ ”ایمان کی ستر کے قریب شاخیں ہیں اور ان میں سب سے افضل شاخ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا ہے۔“ (۲)

○ سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہنے والے کو روز قیامت نبی ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ﴾ ”روز قیامت میری شفاعت سے وہ لوگ فیض یاب ہوں گے جنہوں نے خلوص دل سے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا۔“ (۳)

○ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار جنت میں داخلے کا موجب ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ ”جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا یقینی علم تھا تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ﴾ ”جس نے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔“ (۵)

○ وفات کے قریب کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے والا جنت میں جائے گا۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ ”جس کا آخری کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ (۶)

○ لا الہ الا اللہ کہنے سے جنت میں درخت لگ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ ﴿إِنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ الثَّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قَيْعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ﴾ ”جنت کی مٹی زرخیز اور پانی میٹھا ہے البتہ اس کی جگہ خالی ہے اور اس میں

(۱) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۵۶۴۸) ترمذی (۳۵۹۰) كتاب الدعوات: باب دعاء ام سلمة]

(۲) [مسلم (۳۵) كتاب الايمان: باب شعب الايمان]

(۳) [بخاری (۹۹) كتاب العلم: باب الحرص على الحديث]

(۴) [مسلم (۲۶) كتاب الايمان: باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة]

(۵) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۱۱۳۵)]

(۶) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۶۷۳) كتاب الحنائن: باب في التلقين، أبو داود (۳۱۱۶)]

درخت لگانا سُبْحَانَ اللَّهِ ، الْحَمْدُ لِلَّهِ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، اور اللَّهُ أَكْبَرُ کہتا ہے۔“ (۱)

○ لا الہ الا اللہ کہنے والے کسی شخص پر بھی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ ”کسی بھی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتا ہو۔“ (۲)

○ باقی رہنے والے اچھے کلمات میں لا الہ الا اللہ بھی شامل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْبَقِيَّاتُ الصَّالِحَاتُ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ...﴾ ”باقی رہنے والے اچھے کلمات (یہ ہیں) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ...“ (۳)

○ ایک روایت میں ہے کہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں، ان میں سے ایک لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ (۴)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

ہر طرح کی مشکل و پریشانی میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے اور زبان پر یہ الفاظ لانے چاہئیں ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳] ”ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ، قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا : إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا : حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ کا کلمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انہیں آگ میں ڈالا گیا (تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی والی بنا دیا) اور (یہی کلمہ) حضرت محمد ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے کہا کہ کفار نے آپ کے مقابلے میں لشکر جبار تیار کیا ہے تو ان سے ڈرو مگر اس سے آپ کے ایمان میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“ (۵)

(۱) [حسن: السلسلة الصحيحة (۱۰۵) صحيح الترغيب (۱۵۵۰) ترمذی (۳۴۶۲) ابواب الدعوات : باب

ما جاء في فضل التسبيح والتكبير والتلهيل والتحميد]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۳۰۱۶) عبد بن حميد (۱۲۴۷) ابن حبان (۶۸۴۸) كنز العمال

(۳۸۵۷۳) شيخ شيبان راؤ ووط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [التعليق على صحيح ابن حبان (۲۶۲/۱۵) ،

(تحت الحديث : (۶۸۴۸)]

(۳) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۳۲۶۴) احمد (۷۵/۳) ابن حبان (۸۴۰) حاكم (۵۱۲/۱)]

(۴) [مسلم (۲۱۳۷) كتاب الآداب : باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة] ابن ماجه (۳۸۱۱)

(۵) [بخاری (۴۵۶۳) كتاب التفسير : باب قوله : الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا ...]

در اصل جب رسول اللہ ﷺ اُحد سے مدینہ کی طرف واپس پلٹے تو آپ نے سنا کہ ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا) اور اس کے ساتھی دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے صحابہ کو دوبارہ جنگ کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ صحابہ سخت زخمی اور تھکاوٹ سے چور ہونے کے باوجود جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ جب وہ حرماء الاسد کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے مشرکین کی طرف سے کسی نے یہ افواہ سنائی کہ ”لوگ تمہیں مٹانے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں“ یہ بات سن کر صحابہ کرام کے حوصلے پست ہونے کی بجائے مزید بڑھ گئے، ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا اور انہوں نے اس وقت کہا ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔^(۱)

ذوالجلال والاکرام

”ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمن [آیت: ۲۷] میں ذکر فرمایا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) عظمت و کبریائی کا مالک ہے۔ اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ کلمہ استعمال کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا ﴿الْطُّوَابُ: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (اپنی دعاؤں میں) ”يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ کے الفاظ لازم پکڑو۔“^(۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) اس کلمے کو لازم پکڑو، اس پر ثابت رہو اور اپنی دعاؤں میں اسے بکثرت استعمال کرو۔^(۳) شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور اس سے دعا مانگو۔^(۴)

امام صنعانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گزرے وہ یہ الفاظ کہہ رہا تھا ”يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ تو آپ نے فرمایا ”تمہاری دعا کو شرف قبولیت سے نوازا گیا ہے۔“^(۵)

اہل علم کا کہنا ہے کہ دعا میں یہ کلمہ اس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے کہ ((يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اَشْفِنِي)) ”اے ذوالجلال والاکرام! مجھے شفا عطا فرما۔“ ((يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اَغْنِنِي)) ”اے ذوالجلال والاکرام! میری مدد فرما۔“ وغیرہ وغیرہ۔

(۱) [ماخوذ از، تفسیر السعدی (۴/۱۹۱)]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۱۵۳۶) ترمذی (۳۵۲۵) ابواب الدعوات: باب یا حی یا قیوم برحمتک استغنی، شیخ شعبان راوناووط نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۷۵۹۶)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن (۱۴۱/۲۰)]

(۴) [فتاویٰ فی التوحید (ص: ۵۶)]

(۵) [سبل السلام (۱۹۸/۱)]

اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا لِيَّهٍ رَّاجِعُونَ

کسی تکلیف و پریشانی اور مصیبت و آفت کے وقت یہ کلمات پڑھے جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور اگر درج ذیل حدیث میں مذکور دعا بھی ان الفاظ کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اللہ تعالیٰ بدلے میں (نوت شدہ یا تلف شدہ چیز سے) بہتر چیز عطا فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَٰوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝﴾ [البقرة: ۱۵۵-۱۵۷]

”اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں (یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، اسی کے دست تدبیر اور اسی کے تصرف کے تحت ہیں، لہذا ہماری جانوں اور ہمارے مال میں ہمارا کوئی اختیار نہیں) اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں (یعنی قیامت کے روز ہم نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس ہی حاضر ہونا ہے، لہذا اگر ہم صبر کریں اور اجر کی امید رکھیں تو ہمیں اس کے ہاں اجر و ثواب ملے گا اور اگر ہم بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کی قضا و قدر پر ناراض ہوں گے تو ہمیں بھی سوائے ناراضی اور اجر و ثواب سے محرومی کے کچھ نہیں ملے گا)۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَا مِنْ مُّسْلِمٍ تَصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ ۖ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۖ﴾ ”اللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا ، إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا ، قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ أَوَّلُ يَسِّرَ مَا جَرَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ إِنِّي قُلْتُهَا فَأَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ﴾ ”جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے پھر وہ یہ کہتا ہے کہ ”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ ”اللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا“ ”ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔“ تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمادیتے ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں نے سوچا ”ابو سلمہ سے کون مسلمان بہتر ہو سکتا ہے؟ وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں یہ کلمات کہتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس کے) بدلے میں رسول اللہ ﷺ عطا فرمادیئے۔“ (۱)

باب فضل قراءۃ القرآن و سماعہ قرآن کریم پڑھنے اور سننے کی فضیلت

تلاوت قرآن کی فضیلت

تلاوت قرآن اطمینان قلب کا ذریعہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝﴾ [الرعد: ۲۷] ”جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں (یعنی اللہ کی جانب مائل ہوتے اور اس سے خوشی محسوس کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر کے وقت اطمینان و خوشی محسوس کرتے ہیں) خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں (یعنی اللہ کا ذکر ہی ہے کہ اس سے دل اطمینان و سکون حاصل کرتے ہیں)۔“

امام خازن رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ یہی مومنوں کے دلوں کے لئے اطمینان کا ذریعہ ہے۔^(۱) سید ططاوی فرماتے ہیں کہ یہاں زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔^(۲) علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد اس کا وہ عاجز کر دینے والا کلام ہے جس کے نہ تو سامنے سے باطل آسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے اور یہی بات مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے۔^(۳)

شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق ذکر سے مراد یہاں اپنے رب کا ذکر کرنا ہے مثلاً تسبیح اور تکبیر و تہلیل وغیرہ۔ البتہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یاد دہانی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ تب ذکر الہی کے ذریعے سے اطمینان قلب کے معنی یہ ہوں گے کہ دل جب قرآن کے معانی اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں کیونکہ قرآن کے معانی حق مبین پر دلالت کرتے ہیں اور دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ علم اور یقین کے بغیر دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور کتاب اللہ کامل ترین وجوہ کے ساتھ علم اور یقین کو مضمّن ہے۔ کتاب اللہ کے سوا دیگر کتب علم و یقین کی طرف راجع نہیں ہوتیں اس لئے ان پر دل مطمئن نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ دلائل کے تعارض اور احکام کے تضاد کی بنا پر ہمیشہ قلق کا شکار رہتے ہیں۔^(۴)

(۱) [لباب التأویل فی معانی التنزیل ”تفسیر الخازن“ (۸۶/۴)]

(۲) [التفسیر الوسیط (۲۳۸۴/۱)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی ”تفسیر آلوسی“ (۲۶۴/۹)]

(۴) [تفسیر السعدی (۱۳۲۳/۲)]

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دو طرح سے ہے۔ ایک ہر وقت اللہ کو اپنے دل میں یاد رکھنا۔ دوسرے زبان سے اس کے نام کا ورد کرتے رہنا اور حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے یا پھر یہ قرآن ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾۔ ذکر کے بے شمار فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے اللہ پر توکل پیدا ہوتا ہے اور جس شخص کو صحیح معنوں میں صرف اللہ پر توکل کی نعمت نصیب ہوگئی وہ مصائب و آلام میں کبھی نہیں گھبراتا، نہ اس کا دل ہی لگاؤ دنیا پر رکھتا ہے، وہ ہر حال میں اللہ پر نظر رکھتا ہے اور اسے ایسا قلبی سکون اور راحت نصیب ہوتی ہے جس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہو۔^(۱)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اللہ کے ذکر سے مراد اس کی توحید کا بیان ہے جس سے مشرکوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے یا اس کی عبادت، تلاوت قرآن، نوافل اور دعا و مناجات ہے جو اہل ایمان کے دلوں کی خوراک ہے یا اس کے احکام و فرامین کی اطاعت و بجا آوری ہے جس کے بغیر اہل ایمان و تقویٰ بے قرار رہتے ہیں۔^(۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں تلاوت قرآن بھی شامل ہے جو روحانی سکون اور دلوں کے اطمینان کا ذریعہ ہے اس لئے کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہیے۔

تلاوت قرآن ایک نفع مند تجارت

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ بِمَتَارَازٍ قُلُوبُهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۝ لِيُؤْتِيَهُمْ أَجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝﴾ [فاطر: ۲۹-۳۰]

”بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے (یعنی الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مطالب میں بھی غور و خوض کرتے ہیں) اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز تباہ نہ ہوگی (اور وہ تجارت ان کے رب کی رضا، اس کے بے پایاں ثواب کا حصول، اس کی ناراضی اور عذاب سے نجات ہے)۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) انہیں ان کے اجر پورے دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے (یعنی ان کے عمل کا انہیں نہ صرف پورا پورا بدلہ دے گا بلکہ اس قدر زیادہ دے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا)۔ بیشک وہ بہت بخشنے والا، نہایت قدردان ہے (یعنی

(۱) تیسیر القرآن (۴۳۷/۲)

(۲) [تفسیر احسن البیان (ص: ۶۸۷)]

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے گناہوں کو بخش دے گا اور ان کی ادنیٰ سی نیکی کو بھی شرف قبولیت سے نوازے گا۔“

”پیشک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں“ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے۔^(۱)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم کا علم رکھنے والوں، اس پر عمل کرنے والوں اور اس کی قراءت کرنے والوں کی آیت ہے۔^(۲) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ مطرف بن عبد اللہ بن ضحیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کی آیت ہے (یعنی اس میں تلاوت کرنے والوں کی تعریف و ستائش کی گئی ہے اور جو لوگ تلاوت قرآن پر مواظبت و مداومت اختیار کرتے ہیں اور اس کے معانی کو سمجھنے کے لئے اس میں غور و فکر کرتے ہیں ان کے لئے اجر و ثواب کی نوید سنائی گئی ہے)۔^(۳)

تلاوت قرآن سے سکینت، رحمت اور فرشتوں کا نزول

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ﴾ ”جب لوگ اللہ کے گھروں (مساجد) میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے (جس سے ان کا دل پوری طرح مطمئن ہو جاتا ہے اور انہیں وحشتوں سے سکون نصیب ہوتا ہے)، رحمت انہیں (ہر طرف سے) ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں (اس طرح کہ ان تک پہنچنے کا شیطان کا ہر راستہ بند کر دیتے ہیں) اور اللہ ان (کمزور و ناتواں نیک بندوں) کا تذکرہ ان فرشتوں کے سامنے کرتا ہے جو اس کے پاس موجود ہیں (اور نہایت مقرب و معزز ہیں۔ یقیناً اس بات پر اہل قرآن کو خوش ہو جانا چاہیے کہ ان کی تعریف و ستائش بادشاہوں کے بادشاہ کی مجلس میں ہو رہی ہے)۔“^(۴)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسجد میں تلاوت قرآن کے لئے اکٹھے ہونے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔^(۵)

(۱) [فتح القدیر للشوکانی (۱۳۷/۶) فتح البیان فی مقاصد القرآن (۲۴۶/۱۱)]

(۲) [الحامع لاحکام القرآن ”تفسیر قرطبی“ (۳۴۵/۱۴)]

(۳) [روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (۳۹۵/۱۶)]

(۴) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر]

(۵) [شرح مسلم للنووی (۲۱/۱۷)]

(2) حضرت براءؓ کا بیان ہے کہ ﴿كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَآلِ جَانِهِ حِصَانٌ مَرْبُوطٌ بِشَطْرَيْنِ ، فَتَعَشَّتْهُ سَحَابَةٌ ، فَجَعَلَتْ تَذْنُو وَتَذْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : تِلْكَ السَّكِينَةُ نَزَلَتْ بِالْقُرْآنِ ﴾ ”ایک آدمی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے ایک طرف ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس وقت اوپر سے ایک بادل آیا اور نزدیک سے نزدیک تر ہونے لگا۔ اس کا گھوڑا اس کی وجہ سے بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (وہ بادل دراصل) سکینت تھی وہ قرآن کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔“ (۱)

قرآن پڑھنے والا بہترین مومن

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَأَن لَّاتْرُجَّةٌ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ ، وَالَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْتَمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرِّيحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا ﴾ ”اس (مومن) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے سگریے کی سی ہے جس کا مزہ بھی لذیذ ہوتا ہے اور جس کی خوشبو بھی بہترین ہوتی ہے اور جو (مومن) قرآن کی تلاوت نہیں کرتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزہ تو عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس بدکار (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے ریحان کی سی ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس بدکار (منافق) کی مثال جو قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرتا اندرائن کی سی ہے جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔“ (۲)

رات کے اوقات میں قرآن پڑھنے والا قابل رشک مومن

(1) حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ ؛ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهِ آتَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ﴾ ”رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۵۰۱۱) کتاب فضائل القرآن : باب فضل سورة الكهف]

(۲) [بخاری (۵۰۲۰) کتاب فضائل القرآن : باب فضل القرآن علی سائر الکلام]

(۳) [بخاری (۵۰۲۵) کتاب فضائل القرآن : باب اغتباط صاحب القرآن]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ؛ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آتَاءَ اللَّيْلِ وَآتَاءَ النَّهَارِ، فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ: لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فَلَانَ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُبْهِلُكَ فِي الْحَقِّ فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فَلَانَ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ﴾ ”رشتک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہونا چاہیے؛ ایک اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے کہ اس کا پڑوسی سن کر کہہ اٹھے کہ کاش مجھے بھی اس جیسا قرآن کا علم ہوتا اور میں بھی اس کی طرح عمل کرتا۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے حق کے لئے لٹا رہا ہے (اس کو دیکھ کر) دوسرا شخص کہہ اٹھتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی اس کے جتنا مال ہوتا اور میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا۔“ (۱)

قرآن کریم کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کا اجر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الْم حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَكَام حَرْفٌ وَمِنْهُمْ حَرْفٌ﴾ ”جس نے قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”الم“ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔“ (۲)

قرآن کریم کا ایک حرف پڑھنے والے کو اگر دس نیکیاں ملیں تو ایک سطر، ایک صفحہ یا ایک رکوع پڑھنے والے کو کتنا اجر ملے گا۔ یقیناً اس قدر اجر و ثواب والا دوسرا کوئی عمل نظر نہیں آتا۔ لیکن پھر بھی لوگوں کی اکثریت اس عظیم عمل سے محروم نظر آتی ہے جبکہ دنیوی ڈگری و روزگار وغیرہ کے حصول کے لئے سب ہی لوگ ایک سے زیادہ کتابیں نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ انہیں زبانی یاد بھی کرتے ہیں۔ بلاشبہ تلاوت قرآن کی بدولت ملنے والی کثیر نیکیوں کی اہمیت کا اندازہ اسی وقت ہوگا جب میدانِ حشر میں میزان قائم ہوگا اور لوگوں کے اعمال تو لے جانے کا مرحلہ آئے گا تب ہر کسی کی یہ خواہش ہوگی کہ اس کی کوئی نیکی کم نہ ہو جائے کہ جس کے باعث اسے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لینا پڑ جائے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے ڈرنا چاہیے اور بکثرت تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔

(۱) [بخاری (۵۰۲۶) کتاب فضائل القرآن : باب اغتباط صاحب القرآن]

(۲) [صحیح : الصحيحہ (۶۶۰) صحیح ترمذی، ترمذی (۲۹۱۰) کتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فيمن

قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر]

قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت دنیا کی کسی بڑی نعمت سے بھی قیمتی

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خِلَافَاتٍ عِظَامَ سِمَانٍ؟﴾ ”کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹے تو اس میں تین موٹی صحت مند اونٹنیاں پائے (جو موجودہ دور کی تین بہترین گاڑیوں کے برابر ہیں)؟“ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول! تب آپ نے فرمایا ﴿ثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ خِلَافَاتٍ عِظَامَ سِمَانٍ﴾ ”تمہارے ایک کا اپنی نماز میں تین آیات تلاوت کرنا ان تین موٹی صحت مند اونٹیوں سے بہتر ہے۔“ (۱)

(2) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم صفہ (مقام) میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے دریافت کیا، تم میں سے کون شخص پسند کرتا ہے کہ روزانہ بطحان یا وادی عقیق میں جائے اور وہاں سے دو بلند کوہان والی اونٹنیاں بغیر چوری اور قطع رحمی کے لائے۔ ہم نے عرض کیا، ہم میں سے ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ﴿أَفَلَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ أَوْ يَقْرَأُ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَ ثَلَاثَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَ أَرْبَعُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَ مِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ﴾ ”تم میں سے جو صبح کے وقت مسجد کی جانب جائے، وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی دو آیتیں سکھائے یا پڑھے، یہ اس کے لئے دو اونٹیوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹیوں اور چار آیات چار اونٹیوں سے بہتر ہیں اور چار آیات سے زیادہ علی ہذا القیاس شمار کرتے جائیں ان کی تعداد کے برابر اونٹیوں سے بہتر ہیں۔“ (۲)

قیام اللیل میں دس آیات پڑھنے کا ثواب دنیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر

حضرت فضالہ بن عبید اور حضرت حمید داری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْآخِرِ وَالْقِنْطَارُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ رَبُّكَ عَزَّ وَجَلَّ اقْرَأْ وَ ارْقُ بِكُلِّ آيَةٍ دَرَجَةً حَتَّى يَنْتَهِيَ آخِرُ آيَةٍ مَعَهُ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْعَبْدِ إِبْضُ فَيَقُولُ الْعَبْدُ بِيَدِهِ يَا رَبِّ أَنْتَ أَعْلَمُ يَقُولُ بِهَذِهِ الْخُلْدُ وَ بِهَذِهِ النَّعِيمُ﴾ ”جس آدمی نے رات کے وقت (قیام کرتے ہوئے) دس آیات تلاوت کیں اس کے لئے اجر و ثواب کا خزانہ ہے اور یہ خزانہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”پڑھتا جا اور ہر

(۱) [مسلم (۸۰۲) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل قراءة القرآن في الصلاة وتعلمه، احمد (۱۰۴۵۱)]

(۲) [مسلم (۸۰۳) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل قراءة القرآن في الصلاة وتعلمه، احمد (۱۷۴۱۳)]

ابو داؤد (۱۴۵۶) ابن ابی شیبہ (۵۰۳/۱۰) ابن حبان (۱۱۵) طبرانی کبیر (۷۹۹/۱۷)

آیت کے بدلے ایک درجہ چڑھتا جاتی کہ آخری آیت مکمل کر لے۔ ”اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائیں گے ”اپنا ہاتھ (میری نعمت) پکڑنے کے لئے کھول۔“ بندہ اپنا ہاتھ کھول کر عرض کرے گا ”اے میرے رب! (تو جو بھی مجھے عطا کرنا چاہے اسے) تو ہی بہتر جانتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ”ایک ہاتھ میں بیٹھکی کی نعمت پکڑ لے اور دوسرے ہاتھ میں باقی ساری نعمتیں۔“ (۱)

ایک رات میں سو آیات پڑھنے والے کے لئے ساری رات قیام کا ثواب

فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ﴾ ”جس نے ایک رات میں سو آیات پڑھیں اس کے لئے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔“ (۲)

روزانہ ایک ہزار آیات کی تلاوت کرنے والا اجر و ثواب کے خزانوں کا مستحق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَ مَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ وَ مَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقْنِطَرِينَ﴾ ”جس نے (روزانہ) دس آیات کے ساتھ قیام کیا وہ غافلوں میں سے نہیں لکھا جائے گا، جس نے سو آیات کے ساتھ قیام کیا اسے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جس نے ہزار آیات کے ساتھ قیام کیا اس کا نام خزانہ پانے والوں میں لکھا جائے گا۔“ (۳)

ایک ایک کر تلاوت قرآن کرنے والا دوہرے اجر کا مستحق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ﴾ ”قرآن کریم کا باہر (قیامت کے دن) معزز اور نیکو کار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور ایک ایک کر اسے پڑھتا ہے اور اس وجہ سے اسے مشقت اٹھانی پڑتی ہے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔“ (۴)

تلاوت قرآن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا ذریعہ

فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَلْيَقْرَأْ فِي الْمُصْحَفِ﴾ ”جسے پسند ہو کہ وہ

(۱) [حسن: صحيح الترغيب (۶۳۸) كتاب النوافل: باب الترغيب في قيام الليل، طبرانی (۱۲۵۳)]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۶۴۴) صحيح الجامع الصغير (۶۴۶۸) مسند احمد (۱۰۳/۴) دارمی

(۳۴۵۰) شيخ شعيب الرناؤوط نے اس حدیث کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۶۹۵۸)]

(۳) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۶۴۲) صحيح الجامع الصغير (۶۴۳۹) ابو داود (۱۳۹۸)]

(۴) [مسلم (۷۹۸) كتاب صلاة المسافرين: باب الماهر بالقرآن ...]

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرے۔“ (۱)

تلاوت قرآن آسمان پر راحت اور زمین پر ذکر خیر کا ذریعہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَوْصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ وَعَلَيْكَ بِالْجِهَادِ فَإِنَّهُ رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ وَعَلَيْكَ بِذِكْرِ اللَّهِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ رَوْحُكَ فِي السَّمَاءِ وَذِكْرُكَ فِي الْأَرْضِ﴾ ”میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی بنیاد ہے اور جہاد کا راستہ بھی لازماً اختیار کرو کیونکہ یہ اسلام کی رہبانیت ہے۔ اللہ کا ذکر اور تلاوت قرآن بھی کرتے رہو کیونکہ یہ تمہارے لئے آسمان پر راحت اور زمین میں ذکر خیر کا ذریعہ ہے۔“ (۲)

تلاوت قرآن عذاب قبر سے نجات کا ذریعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يُوتَى الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ فَإِذَا أُتِيَ مِنْ قَبْلِ رَأْسِهِ دَفَعَتْهُ تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَإِذَا أُتِيَ مِنْ قَبْلِ يَدَيْهِ دَفَعَتْهُ الصَّدَقَةُ وَإِذَا أُتِيَ مِنْ قَبْلِ رِجْلَيْهِ دَفَعَتْهُ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسَاجِدِ﴾ ”قبر میں جب آدمی کو فرشتہ سر کی جانب سے عذاب دیئے آتا ہے تو تلاوت قرآن اسے دور کر دیتی ہے، جب فرشتہ سامنے سے آتا ہے تو صدقہ اسے دور کر دیتا ہے اور جب قدموں کی جانب آتا ہے تو (آدمی کا) مساجد کی طرف چل کر جانا اسے دور کر دیتا ہے۔“ (۳)

تلاوت قرآن (اور اس کی تفہیم) قبر میں فرشتوں کی باز پرس میں کامیابی کا ذریعہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجَلِّسَانِيهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللَّهِ، فَيَقُولَانِ: وَمَا يَذَرِيكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَأَمَنْتُ بِهِ وَصَدَقْتُ ...﴾ ”مومن آدمی کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ اس سے دریافت

(۱) [حسن: السلسلة الصحيحة (۲۳۴۲) صحيح الجامع الصغير (۶۲۸۹) ابو نعيم في الحلية (۲۰۹/۷)]

[نتائج الافكار لابن حجر (۲۳۱/۱) شعب الايمان (۲۰۲۷) كنز العمال (۲۷۶۰)]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۵۵۵) صحيح الجامع الصغير (۲۵۴۳) مسند احمد (۸۲/۳)]

(۳) [حسن: صحيح الترغيب (۲۲۰/۳)، (۳۵۶۱) رواه الطبراني]

کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ جواب دیتا ہے، میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ”جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے“ اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر آسمان سے منادی اعلان کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے جنت سے اس کے لیے بستر بچھا دو اور جنت کا اسے لباس پہنا دو اور جنت کی جانب اس کے لیے ایک دروازہ کھول دو۔“ (۱)

تلاوت قرآن جنت میں تاج پوشی اور والدین کی عزت افزائی کا ذریعہ

فرمان نبوی ہے کہ ﴿وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقَىٰ صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يَنْشَقُّ عَنْهُ قَبْرُهُ كَالرَّجُلِ الشَّاحِبِ، فَيَقُولُ لَهُ: هَلْ تَعْرِفُنِي؟ فَيَقُولُ: مَا أَعْرِفُكَ، فَيَقُولُ: أَنَا صَاحِبُكَ الْقُرْآنُ الَّذِي أَظْمَأْتِكَ فِي الْهَوَاجِرِ وَأَسَهَرْتَ لَيْلَكَ، وَإِنَّ كُلَّ تَاجِرٍ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَتِهِ وَإِنَّكَ الْيَوْمَ مِنْ وَرَاءِ كُلِّ تِجَارَةٍ، فَيُعْطَى الْمَلِكُ بِيَمِينِهِ وَالْخُلْدُ بِشِمَالِهِ وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ وَ يُكْسَى وَالِدَاهُ حُلَّتَيْنِ لَا يَقُومُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا، فَيَقُولَانِ: بِمَا كُسِبْنَا هَذَا؟ فَيَقَالُ: بِأَخَذِ وَلَدِكُمَا الْقُرْآنَ، ثُمَّ يُقَالُ: اقْرَأُوا اصْعَدُوا فِي دَرَجِ الْجَنَّةِ وَغُرْفَهَا، فَهُوَ فِي صُعُودٍ مَا دَامَ يَفْرَأُ هَذَا كَانَ أَوْ تَرْتِيلًا﴾ ”قرآن پڑھنے والا جب قبر سے اٹھے گا تو قرآن اس سے ایک اجنبی شخص کی صورت میں ملے گا اور کہے گا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ وہ کہے گا، نہیں میں آپ کو نہیں پہچانتا، تو قرآن کہے گا: میں تیرا ساتھی وہ قرآن ہوں جس نے دن کو تجھے بھوکا پیاسا رکھا اور رات کو بیدار رکھا۔ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا تھا لیکن آج سب تجارتیں تیرے پیچھے ہیں۔ اب اسے ملک دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور خلد بائیں ہاتھ میں، اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو ایسے قیمتی خلعے (لباس) پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا والے مل کر بھی ان کی قیمت ادا نہ کر سکیں۔ وہ ازراہ تعجب پوچھیں گے کہ یہ عمدہ اور قیمتی خلعے ہمیں کس وجہ سے پہنائے گئے ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تمہارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے، پھر کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجے اور بالا خانے چڑھتا جا، چنانچہ وہ پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجے چڑھتا جائے گا، خواہ جلدی جلدی پڑھے یا ترتیل سے۔“ (۲)

تلاوت قرآن میراث رسول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے ایک بازار سے گزرے تو وہاں ظہر کر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ

(۱) [صحیح: ہدایۃ الرواة (۱/۱۶۸) (۱۲۷) ابو داؤد (۴۷۵۳) کتاب السنۃ، نسائی (۷۸/۴)]

(۲) [صحیح: السلسلۃ الصحیحۃ (۲۸۲۹) طبرانی اوسط (۵۸۹۴) مسند احمد (۳۴۸/۵) شیخ شعیب

ارناؤط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۰۰)]

﴿يَا أَهْلَ السُّوقِ مَا أَعْجَزَ كُمْ؟﴾ "اے بازار والو! تمہیں کس چیز نے روک رکھا ہے؟" لوگوں نے پوچھا، اے ابو ہریرہ! کیا بات ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ذَٰكَ مِيرَاثُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُقْسَمُ وَأَنْتُمْ هَاهُنَا لَا تَذْهَبُونَ فَتَأْخُذُونَ نَصِيصَكُمْ مِنْهُ﴾ "وہاں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو، وہاں کیوں نہیں جاتے اور اپنا حصہ کیوں نہیں حاصل کرتے؟" لوگوں نے پوچھا، میراث کہاں تقسیم ہو رہی ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿فِي الْمَسْجِدِ﴾ "مسجد میں۔" لوگ دوڑ کر مسجد کی طرف گئے جبکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے۔ لوگ مسجد سے واپس پلٹے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ﴿مَبَالِكُمْ﴾ "تمہیں کیا ہوا (واپس کیوں آئے ہو)؟" لوگوں نے کہا، ہم مسجد میں گئے وہاں تو کوئی چیز تقسیم ہوتی ہم نے نہیں دیکھی (اس لئے ہم واپس آ گئے ہیں)۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا ﴿وَمَا رَأَيْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ أَحَدًا؟﴾ "کیا تم نے مسجد میں کسی کو بھی نہیں دیکھا؟" لوگوں نے کہا ﴿بَلَىٰ رَأَيْنَا قَوْمًا يُّصَلُّونَ وَقَوْمًا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ وَقَوْمًا يَتَذَكَّرُونَ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ﴾ "ہاں! دیکھا ہے کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور کچھ حلال و حرام کے مسائل بیان کر رہے ہیں۔" یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿وَيُحَكِّمُ فَذَٰكَ مِيرَاثُ مُحَمَّدٍ ﷺ﴾ "تم پر افسوس! یہی تو محمد ﷺ کی میراث ہے۔" (۱)

قرآن سننے کی فضیلت

خاموشی اور غور سے قرآن سننا نزول رحمت کا ذریعہ
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الاعراف: ۲۰۴]

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو (کان لگا کر) غور سے اسے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

یہ ہر اس شخص کے لیے ایک عام حکم ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت سنتا ہے، وہ اسے غور سے سننے اور خاموش رہنے پر مامور ہے۔ استماع اور انصات کے درمیان فرق یہ ہے کہ انصات "چپ رہنا" ظاہر میں بات چیت اور ایسے امور میں مشغولیت کو ترک کرنے کا نام ہے جن کی وجہ سے وہ غور سے سن نہیں سکتا اور استماع "سننا" یہ ہے کہ سننے کے لئے پوری توجہ مبذول کی جائے، قلب حاضر ہو اور جو چیز سننے میں تدبر کرے۔ کتاب اللہ کی تلاوت کے وقت جو کوئی ان دونوں امور کا التزام کرتا ہے وہ خیر کثیر، بے انتہا علم، دائمی تجدید شدہ ایمان، بہت زیادہ

(۱) [حسن موقوف: صحيح الترغيب (۸۳) كتاب العلم: باب الترغيب في العلم وطلبه وتعلمه وتعليمه وما

جاء في فضل العلماء، طبرانی اوسط (۲/۱۱۵)، (۱۴۲۹ھ)

ہدایت اور دین میں بصیرت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے حصولِ رحمت کو ان دونوں امور پر مترتب قرار دیا ہے اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے سامنے کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے اور وہ اسے غور سے نہ سنے اور خاموش نہ رہے تو رحمت کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جاتا ہے۔^(۱)

حضرت لیث رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص پوری توجہ سے کان لگا کر قرآن کریم سنتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے پہلے اس کی طرف لپکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو (کان لگا کر) غور سے اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“^(۲)

معلوم ہوا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جا رہا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کے ادب کے پیش نظر خاموش ہو جائیں اور اسے غور سے سنیں کیونکہ یہ رحمتِ الہی کے نزول کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر لوگ قرآن سننے کی بجائے شور مچائیں گے، بڑے بڑے پیکیز پر موسیقی لگا کر سماع قرآن میں رکاوٹ بنیں گے (غیرہ وغیرہ) تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ان کفار کا طور طریقہ ہے جنہیں قرآن کریم میں آتشِ جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۝ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَشْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَٰلِكَ جَزَاءُ عَادَ ۖ إِنَّ اللَّهَ النَّارَ لَهُمْ فِيهَا كَادٌ مُّخْلِطٌ ۖ﴾ [حَم السجدة: ۲۶-۲۸] ”اور کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں اس قرآن کو نہ سنو (یعنی جب محمد ﷺ قرآن سنائیں تو اس کی طرف کوئی توجہ نہ دو اور جب یہ پڑھا جا رہا ہو تو) خوب شور کرو (یٹیاں بجاؤ، تالیاں پیٹو، آوازے کسو، اعتراضات کی بوچھاڑ کرو اور اتنا غل غپاڑہ کرو کہ کسی کو بھی یہ قرآن نہ سنا جائے) تا کہ تم غالب آ جاؤ (بزمِ غم خویش وہ یہ سمجھتے تھے کہ شور مچانے سے وہ محمد ﷺ پر غالب آ جائیں گے)۔ سو البتہ ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے (یعنی قرآن سننے کے بجائے انہوں نے جو روش اختیار کی اس کی وجہ سے انہیں عذاب شدید میں مبتلا کر دیں گے) اور ان کے ان بڑے عملوں کی ضرور سزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔ یہی آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے، ان کے لئے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے۔“

قرآن سننا جن و انس کی ہدایت کا ذریعہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّذِينَ هُمْ أَقْوَمُ﴾ [الاسراء: ۹] ”بلاشبہ یہ قرآن اُس راستے کی رہنمائی

کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔“

(۱) [ماخوذ از: تفسیر السعدی (۱/۹۶۵)]

(۲) [الحامع لاحکام القرآن ”تفسیر الفرطبی“ (۱/۲۳)]

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو سننا، پڑھنا، سمجھنا، اس میں غور و فکر کرنا اور اس پر عمل کرنا انسانی ہدایت کا ذریعہ ہے اور جو شخص یہ اعمال بجالائے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو غور سے سننے اور پھر اس کی اتباع کرنے والوں کو نہ صرف بشارت دی ہے بلکہ انہیں عقل و شعور کے بھی مالک قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿فَبَيِّنْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝﴾ [الزمر: ۱۷-۱۸] ”آپ میرے (اُن) بندوں کو بشارت دے دیجئے۔ جو بات کو غور سے کان لگا کر سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں (بلاشبہ سب سے اچھی بات اللہ تعالیٰ کی ہے، پھر رسول ﷺ کی ہے)، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔“

معلوم ہوا کہ قرآن سننے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے، یہی باعث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو کفار کے قبول اسلام کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَةَ اللَّهِ﴾ [التوبة: ۶]

”اور (اے پیغمبر!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔“

قرآن کریم کا سامع نہ صرف انسانوں کے لئے بلکہ جنوں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿قُلْ أَوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَكِن نُّفَرِّقُ بَيْنَنَا وَأَحَدًا ۝﴾ [الجن: ۱-۲]

”(اے محمد!) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے (یعنی جو فصاحت و بلاغت یا برکت میں بہت عجیب ہے)۔ جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہیں بنائیں گے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِينَ ۝ قَالُوا يَاقَوْمُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَقَوْمُنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِجَكُم مِّنْ عَذَابِ آلَيْهِمْ ۝﴾ [الاحقاف: ۲۹-۳۱]

”اور یاد کرو جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا (انہوں نے اسے یاد کر لیا اور قرآن نے ان پر

اثر کیا) تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں الناک عذاب سے پناہ دے گا۔“

قرآن سننا خشوع و خضوع اور رقت قلب کا ذریعہ

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر اسے پوری توجہ سے سنا جائے تو بلاشبہ مومن کا دل گھبرا جاتا ہے، خشوع و خضوع بڑھ جاتا ہے، رقت طاری ہو جاتی ہے اور رب کی جانب رغبت و انابت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ [الأنفال: ۲] ”مومن تو صرف وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں (اور یہ ڈر خشیت الہی کا موجب بنتا ہے) اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کو ایمان میں زیادہ کر دیتی ہیں (اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ آیات الہی کو حضور قلب کے ساتھ غور سے سنتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے دل میں نیکیوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اپنے رب کے اکرام و تکریم کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے، عذاب سے خوف اور معاصی سے ڈر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام امور سے بلاشبہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے) اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ سچے مومن کی یہی تشافی ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا دل ڈر جاتا ہے اور وہ اللہ کا خوف محسوس کرتے ہوئے اس کے احکام کو بجالاتا ہے اور اس کے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہے۔^(۱) علامہ ابوبکر الجزائری فرماتے ہیں کہ یہ خوف اور ڈر بالخصوص اس وقت پیدا ہوتا ہے جب (دوران تلاوت) جنت کے وعدوں اور جہنم کے عذابوں کا ذکر ہوتا ہے۔^(۲)

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اہل علم کا بھی یہی وصف بیان فرمایا ہے کہ جب وہ کلام الہی سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ رونے لگتے ہیں، ان کا خشوع و خضوع مزید بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلَةِ إِذْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِمْ يَخْرُونَ لَلَّذِّقَانِ سُجَّدًا ۝ وَيَقُولُونَ سُبْحَنَ رَبِّنَا إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخْرُونَ لَلَّذِّقَانِ يَسْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۝﴾

(۲) [ایسر التفاسیر (۲۹/۲)]

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۷۵۲/۲)]

[الاسراء: ۱۰۷-۱۰۹] ”بلاشبہ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا جب ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں (یعنی اس سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور اس کے سامنے نہایت عاجزی سے سر اُگلتے ہوتے ہیں) اور کہتے ہیں: پاک ہے ہمارا رب، یقیناً ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہوگا اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ اہل علم کی صفت میں مباہلہ اور ان کی مدح سرائی ہے۔ اور جس پر بھی علم کا رنگ چڑھ جاتا ہے اس میں یہ خوبی اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جب بھی قرآن کریم کی تلاوت سنے تو ڈر جائے اور اس میں تواضع اور انکسار پیدا ہو جائے۔^(۱) نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس سے معلوم ہوا کہ) تلاوت قرآن کے وقت رونا مستحب ہے۔^(۲)

انبیائے کرام کی بھی یہی سنت ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنتے تو رونے لگ جاتے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرَوْا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۝﴾ [مریم: ۵۸]

”یہ وہ (انبیاء) ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا جو اولادِ آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں (کی نسل) میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور جن لیا، جب ان پر رحمن کی آیات تلاوت کی جاتیں تو وہ گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (یعنی وہ جب دلائل و براہین سے مزین کلامِ الہی کو سنتے تو اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے تھے اور اسی طرح خشوع و خضوع کا اظہار کرتے اور ان نعمتوں پر حمد و شکر بھی بجالاتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا)۔“

ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کی بھی یہی حالت تھی کہ جب آپ تلاوت قرآن سنتے تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ﴿اقْرَأْ عَلَيَّ﴾، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اقْرَأْ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي، فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى آتَيْتُ عَلَىٰ هَذِهِ الْآيَةِ: ”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا“ قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذَرِفَانِ ﴿﴾ ”مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں پڑھ کر سناؤں! حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے

(۱) [الحامع لاحکام القرآن ”تفسیر القرطبی“ (۳/۱۱۰)]

(۲) [فتح البیان فی مقاصد القرآن (۴۶۷/۷)]

فرمایا: ہاں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے بھی قرآن سنوں، تو میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کر دی اور جب اس آیت فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: اب بس کرو، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔^(۱)

امام نووی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ اس حدیث میں جو فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس سے تلاوت قرآن کو کان لگا کر غور سے سننے، تلاوت سننے ہوئے رونے اور اس میں غور و فکر کرنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے (یعنی یہ عمل مستحب ہے)۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ توجہ سے قرآن سننے کے لئے کسی دوسرے سے اس کی تلاوت کا مطالبہ کرنا بھی مستحب ہے اور یہ عمل قرآن کو سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے کے لئے خود پڑھنے کی نسبت زیادہ مؤثر ہے۔۔۔^(۲)

قرآن سننے کے لئے فرشتوں کا نزول

حضرت اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا ابھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا ابھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا بچی گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (کہیں گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں چراغ سے دکھائی دے رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: اے حفیر! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا بچی کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سر اٹھایا تو وہاں سائبان سا نظر آیا جس میں روشنیاں سی دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ نے دریافت کیا: تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَّتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَضْبَحَتْ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ﴾ ”وہ فرشتے تھے جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح

(۱) [بخاری (۵۰۵۰)، (۴۵۸۲) کتاب فضائل القرآن: باب قول المقرئ للفقراء: حسبك، مسلم (۸۰۰)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۱۱۶/۴)]

ہونے پر لوگ بھی انہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔“ (۱)

چند آداب تلاوت

قرآن کریم پڑھنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہیے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [النحل: ۹۸] ”پس جب

آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے استعاذے (تعوذ پڑھنے) کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ شیطان تلاوت میں خلل نہ ڈال سکے اور غلط ملط کر کے اسے تدبر اور فکر سے روک نہ سکے یہی وجہ ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ استعاذہ تلاوت سے پہلے ہے۔ (۲) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ شیطان کے شر اور وسوسے سے بچنے کے لئے یہ کافی ہے کہ انسان ”أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ پڑھ لے۔ (۳)

قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَقْرَأْنَا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا﴾

[الاسراء: ۱۰۶] ”اور قرآن کو ہم نے جدا جدا (کر کے یعنی الگ الگ حصوں میں نازل) کیا تاکہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں (تاکہ لوگ اس کے معانی و مطالب میں تدبر کریں اور اس میں سے مختلف علوم کا استخراج کریں)، اور ہم نے اسے (تھوڑا تھوڑا) نازل کیا ہے (یعنی ۲۳ سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا نازل کیا ہے)۔“

(۲) ایک دوسرا ارشاد یوں ہے ﴿وَرَتَّلْ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل: ۴] ”اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔“

اس حکم کی تعمیل میں نبی کریم ﷺ خوب ٹھہر ٹھہر کر ہی قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(۳) چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اس قدر ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے کہ ایک سورت اپنے سے طویل سورت سے بھی طویل تر معلوم ہوتی۔ (۴)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ﴿كَانَتْ مَدًّا﴾

(۱) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن: باب نزول المسكينة والملاحكة عند قراءة القرآن]

(۲) [تفسير ابن كثير (۵۹۳/۳)]

(۳) [تفسير ابن كثير (۸۷/۱)]

(۴) [مسلم (۷۲۳) کتاب صلاة المسافرين: باب جواز النافلة قائما وقاعدا، نسائي (۱۶۵۹)]

، ثُمَّ قَرَأَ "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ" يَمْدُ بِسْمِ اللَّهِ وَيَمْدُ بِالرَّحْمَنِ وَيَمْدُ بِالرَّحِيمِ ﴿۱﴾ آپ ﷺ خوب کھینچ کر (لمبی لمبی) قراءت فرمایا کرتے تھے، پھر انہوں نے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کی قراءت کر کے بتائی اور بِسْمِ اللَّهِ کو کھینچ کر پڑھا، پھر الرَّحْمَنِ کو اور پھر الرَّحِيمِ کو بھی خوب کھینچ کر پڑھا۔" (۱)

(5) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تلاوت فرماتے تو ﴿يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ﴾ "ہر آیت علیحدہ علیحدہ پڑھتے" آپ ﷺ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھتے پھر ٹھہر جاتے پھر الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھتے پھر ٹھہر جاتے، پھر الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿كَانَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً﴾ آپ ﷺ اپنی تلاوت میں ہر آیت کو الگ الگ پڑھتے تھے۔" (۲)

(6) قراء کرام اور علماء عظام کے نزدیک قراءت کا یہی طریقہ افضل و مستحب ہے۔ (۳)

قرآن کریم خوبصورت آواز سے پڑھنا چاہیے

- (1) فرمان نبوی ہے کہ ﴿زَيَّنَا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ﴾ "قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔" (۴)
- (2) ایک روایت میں ہے کہ ﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ﴾ "جو اچھی آواز سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔" (۵)
- (3) ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں سنا تو ان کے متعلق فرمایا ﴿لَقَدْ أَوْتِيَ هَذَا مِنْ مَّارَا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ﴾ "اسے تو آل داود کا سالن عطا کیا گیا ہے۔" (۶) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لئے اور بھی بنا سنوار کر پڑھتا۔" (۷)

(۱) [بخاری (۵۰۴۶) کتاب فضائل القرآن: باب مد القراءة]

(۲) [صحيح: المشكاة (۲۲۰۵) کتاب فضائل القرآن: باب آداب التلاوة ودروس القرآن، صحيح ابو داود

(۳۳۷۹) کتاب الحروف والقراءات، مسند احمد (۳۰۲/۶) ابو داود (۴۰۰۱) ترمذی (۲۹۲۷)]

(۳) [الاتقان في علوم القرآن (ص: ۱۲۲) ارواء الغلیل (۶۲/۲)]

(۴) [بخاری (قبل الحديث: ۷۵۴۴) کتاب التوحيد: باب قول النبي ﷺ: الماهر بالقرآن ...، ابو داود

(۱۴۶۸) ابن ماجه (۱۳۴۲) نسائی (۱۰۱۵) صحيح ابن حبان (۱۶۱/۲)، (۷۴۶)]

(۵) [بخاری (۷۵۲۷) کتاب التوحيد: باب قول الله تعالى: واسروا قولكم او اجهروا به]

(۶) [بخاری (۵۰۴۸) کتاب فضائل القرآن: باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، مسلم (۷۹۳) کتاب

صلاة المسافرين: باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، نسائی (۱۰۲۲)]

(۷) [السنن الكبرى للبيهقي (۱۲/۳) کتاب الصلاة: باب من جهر بها ...]

قرآن مجید کو (اشعار کی طرح) گانے کے انداز میں پڑھنا درست نہیں

(۱) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿أَخَافُ عَلَيْكُمْ سِتًّا: إِمَارَةَ السُّفَهَاءِ وَسَفَكَ الدِّمِّ وَبَيْعَ الْحُكْمِ وَقَطِيعَةَ الرَّجِيمِ وَنَشْوَا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ وَكَثْرَةَ الشُّرْطِ﴾ ”میں تمہارے بارے میں چھ چیزوں سے ڈرتا ہوں: بے وقوفوں کی حکومت سے، خون ریزی سے، حکم کی بیع سے (یعنی احکام الہی کی خرید و فروخت)، قطع رحمی سے، قرآن کریم کو گانے کے انداز میں پڑھنے سے اور پولیس کی کثرت سے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو ریت کی طرح نہ پھیلاؤ اور نہ اسے شعر کی طرح گاؤ بلکہ اس کے عجائبات کے پاس رک جاؤ، اس کے ساتھ دلوں کو حرکت دو اور یہ قصد نہ کرو کہ سورت کے آخری حصے پر جلد پہنچ جاؤ۔ (۲)

تلاوت قرآن کے وقت قاری پر خشیت و رقت طاری ہونی چاہیے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ الَّذِي إِذَا سَمِعْتُمُوهُ يَفْرَأُ حِسْتُمُوهُ يَخْشَى اللَّهَ﴾ ”لوگوں میں قرآن کریم کو سب سے اچھی آواز میں پڑھنے والا وہ ہے جسے تم سنو تو یوں محسوس ہو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے۔“ (۳)

دوران تلاوت آیت رحمت پر سوال اور آیت عذاب پر پناہ مانگنی چاہیے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ﴿وَمَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَأَلَ وَلَا آيَةَ عَذَابٍ إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْهَا﴾ ”جب ایسی آیت گزرتی جس میں رحمت الہی کا ذکر ہوتا تو آپ وہاں ٹھہر کر رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت گزرتی تو وہاں ذرا ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے۔“ (۴)

تلاوت قرآن اُس وقت تک کرنی چاہیے جب تک شوق و رغبت باقی رہے

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿اقْرَأْ وَالْقُرْآنَ مَا اشْتَغَلْتَ

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۱۶) السلسلة الصحيحة (۹۷۹) طبرانی کبیر (۵۷/۱۸)]

(۲) [معالم التنزیل فی تفسیر القرآن ”تفسیر البغوی“ (۱۶۶/۵)]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۲۰۲) صحیح الترغیب (۱۴۵۰) صحیح ابن ماجہ (۱۱۰۱) ابن

ماجہ (۱۳۳۹) کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنة فیہا: باب فی حسن القنوت بالقرآن]

(۴) [صحیح: مسند احمد (۳۸۲/۵) مسلم (۷۷۲) کتاب صلاۃ المسافرين: باب استحباب تطویل القراءة

فی صلاۃ اللیل، دارمی (۱۳۰۶) ابو داؤد (۸۷۱) ارواء الغلیل (۳۹/۲) التعلیقات الحسان (۲۵۹۵)]

قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اِخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ ﴿﴾ ”قرآن کریم اس وقت تک پڑھو جب تک اس میں دل لگا رہے اور جب دل اکتا جائے تو پڑھنا چھوڑ دو (بالفاظ دیگر دورانِ تلاوت حضور قلب بھی مطلوب ہے)۔“ (۱)

دورانِ تلاوت اگر جمائی آئے تو اسے روکنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿التَّائِبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَنَاقَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظُمْ مَا اسْتَطَاعَ﴾ ”جمائی آنا شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حتی الوسع اسے روکنے کی کوشش کرے۔“ اور جامع ترمذی کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ﴿فِي الصَّلَاةِ﴾ ”نماز میں (جمائی روکے)۔“ (۲)

چالیس دنوں میں ایک بار قرآن ختم کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي أَرْبَعِينَ﴾ ”قرآن کریم کو چالیس دنوں میں پڑھو۔“ (۳)

تین دنوں سے پہلے قرآن ختم نہیں کرنا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿لَمْ يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ﴾ ”جس نے تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم کیا اس نے قرآن کو نہیں سمجھا۔“ (۴)

دورانِ تلاوت ایک ہی آیت بار بار دہرائی جاسکتی ہے

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا وَآيَةً ”إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“﴾ ”نبی کریم ﷺ نے قیام اللیل کیا تو (اس میں) صبح تک ایک آیت بار بار دہراتے رہے، وہ آیت یہ ہے إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ”(اے اللہ!) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقیناً تو غالب حکمت والا ہے۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۵۰۶۰) کتاب فضائل القرآن : باب اقروا القرآن ما اختلفت قلوبكم]

(۲) [مسلم (۲۹۹۴) کتاب الزهد والرقائق : باب تشميت العاطس وكرهه التثاؤب ، ترمذی (۳۷۰)]

(۳) [حسن : صحيح الجامع الصغير (۱۱۵۴) السلسلة الصحيحة (۱۵۱۲)]

(۴) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۱۵۱۳) المشكاة (۲۲۰۱) صحيح ابو داود (۱۲۶۰) ترمذی (۲۹۴۹)]

(۵) [حسن : المشكاة (۱۲۰۵) صحيح ابن ماجه (۱۱۱۰) ابن ماجه (۱۳۵۰) كتاب اقامة الصلوات : باب

ما جاء في القراءة في صلاة اللیل]

سواری پر تلاوت کی جاسکتی ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ أَوْ جَمَلِهِ وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفَتْحِ أَوْ مِنْ سُورَةِ الْفَتْحِ قِرَاءَةً لَيْتَنِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَرْجِعُ﴾ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار ہو کر تلاوت کر رہے تھے۔ سواری چل رہی تھی اور آپ سورہ فتح پڑھ رہے تھے یا (راوی نے یہ بیان کیا کہ) سورہ فتح میں سے پڑھ رہے تھے، نرمی اور آہستگی کے ساتھ قراءت کر رہے تھے اور آواز کو خلق میں دُہراتے تھے۔“ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ سواری پر اور چلتے پھرتے ہر حال میں تلاوت کی جاسکتی ہے۔
ہلکی آواز سے تلاوت کرنا اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے افضل ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ﴾ ”اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو ظاہری طور پر صدقہ کرتا ہے اور ہلکی آواز سے قرآن پڑھنے والا اس شخص کی مانند ہے جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔“ (۲) یہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی ذکر فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہلکی آواز سے (یعنی چھپا کر) قرآن کریم کی تلاوت کرنا اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اہل علم کے نزدیک اعلانیہ صدقہ کرنے سے چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ) جب چھپا کر صدقہ کرنا افضل ہے تو چھپا کر (یعنی ہلکی آواز سے) قرآن کریم کی تلاوت کرنا بھی افضل ہے کیونکہ یہ ریاکاری سے بعید تر ہے۔ (۳) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ لیکن اگر ریاکاری کا خدشہ نہ ہو تو اونچی آواز سے قرآن پڑھنا ہی افضل ہے بشرطیکہ اس سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ (۴)

امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور بعض میں ہلکی آواز سے قرآن پڑھنے کی۔ اور ان میں جمع و تطبیق یوں ہے کہ ایسے شخص کے حق میں چھپا کر تلاوت

(۱) [بخاری (۵۰۴۷) کتاب فضائل القرآن : باب الترجیع]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۱۰۵) المشكاة (۲۲۰۲) ترمذی (۲۹۱۹) ابواب فضائل القرآن :

باب من قرأ القرآن فليسال الله به ، ابوداود (۱۳۳۳) نسائی (۲۵۶۱)]

(۳) [التيسير بشرح الجامع الصغیر (۹۹۲/۱)]

(۴) [فيض القدير (۴۶۷/۳)]

کرنا افضل ہے جو ریاضی سے خائف ہو اور جو ایسا کوئی خوف نہ رکھتا ہو اس کے حق میں اونچی آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس سے کسی نمازی، سونے والے یا کسی اور کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ تطبیق اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اونچی آواز سے تلاوت کا فائدہ دوسروں تک بھی پہنچتا ہے مثلاً ان کا کان لگا کر قرآن کو سننا (جو کہ باعث اجر ہے) دینی امور سیکھنا، ان میں تلاوت کا ذوق شوق پیدا ہونا اور اس تلاوت کا ان کے لئے دینی شعار بننا وغیرہ۔ مزید برآں اونچی آواز سے پڑھنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے قاری کا دل جاگتا رہتا ہے، اس کی ہمت بندھی رہتی ہے، نیند بھاگ جاتی ہے اور وہ دوسروں کو بھی عبادت کے لئے چست بنا دیتا ہے تو جب اونچی آواز سے تلاوت کرنے والے کے پیش نظر ایسی کوئی نیت ہو تو اونچی آواز سے تلاوت کرنا ہی افضل ہے۔^(۱)

مسجد میں ہلکی آواز سے ہی تلاوت کرنی چاہیے تاکہ کوئی دوسرا تنگ نہ ہو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالْقِرَاءَةِ فَكَشَفَ السُّتْرَ وَقَالَ أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَلَا يَرْفَعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ فِي الصَّلَاةِ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اعتکاف فرمایا، آپ نے لوگوں کو سنا کہ اونچی آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں تو پردہ ہٹا کر فرمایا خبردار! تم میں سے ہر کوئی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہے اس لئے کوئی بھی دوسرے کو ہرگز تکلیف نہ دے اور نہ ہی تلاوت میں اپنی آواز دوسرے پر بلند کرے۔ یا فرمایا کہ نماز میں (اپنی آواز بلند نہ کرے)۔“^(۲)

شیخ عبد المحسن العباد رقمطراز ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان اگر اونچی آواز سے تلاوت کرے گا اور وہاں کچھ دوسرے لوگ بھی تلاوت کر رہے ہوں گے تو انہیں پریشانی ہوگی اور وہ تلاوت نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر سب لوگ ہلکی آواز سے تلاوت کریں گے تو کسی کو بھی پریشانی نہیں ہوگی اور سب ہی پسمانی تلاوت کر سکیں گے۔ ”نماز میں (آواز بلند نہ کریں)“ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ انسان نماز میں تلاوت کر رہا ہو یا نماز کے بغیر اسے اونچی آواز سے تلاوت نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔^(۳)

اس سے ضمنیہ بھی معلوم ہوا کہ مساجد میں بغیر کسی معقول وجہ کے لاؤڈ سپیکر کا استعمال بھی درست نہیں، اسی طرح گھروں میں شپ ریکارڈ ریائی وی وغیرہ کی آواز اونچی کر کے ہمایوں کو ازیت دینا بھی قطعاً ناجائز ہے۔

(۱) [کما فی تحفة الاحوذی (۱۹۱/۸)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۴/۴۰۴) صحیح ابو داود (۱۲۰۳) ابو داود (۱۳۳۲) کتاب النطوع :

باب قیام اللیل ، مسند احمد (۹۴/۳) عبد الرزاق (۴۲۱۶) ابن خزیمہ (۱۱۶۲)]

(۳) [شرح سنن ابو داود (۳۶۳/۷)]

دورانِ تلاوت رونا مستحب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَيَخْرُؤْنَ لِلْذِّقَانِ يَسْكُونُ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ [الاسراء: ۱۰۷]
 ”(اہل علم جب یہ قرآن سنتے ہیں تو) وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ (قرآن) انہیں خشوع
 میں زیادہ کر دیتا ہے۔“

دورانِ تلاوت سجدہ کرنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ
 اعْتَرَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُولُ يَا وَيلَهُ أَمَرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ
 فَأَبَيْتُ فَلَيَ النَّارُ﴾ ”جب ابن آدم کوئی سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور (وہاں) سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ
 ہو جاتا ہے اور روتے ہوئے کہتا ہے کہ ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا، اس نے سجدہ کیا تو اس کے
 لئے جنت ہے جبکہ مجھے سجدے کا حکم دیا گیا، میں نے انکار کیا تو میرے لئے جہنم ہے۔“ (۱)

○ سجدہ تلاوت کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ (۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے
 نبی ﷺ کے ساتھ سورۃ انشقاق اور سورۃ علق میں سجدہ کیا۔ (۳)

○ سجدہ تلاوت سنت ہے واجب نہیں۔ جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے
 نبی ﷺ کے پاس سورۃ نجم کی تلاوت کی اور آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔ (۴) معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت فرض نہیں
 اور اگر یہ فرض ہوتا تو نبی ﷺ اسے کبھی نہ چھوڑتے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے جمعہ کے
 دن منبر پر سورۃ نحل کی تلاوت کی حتیٰ کہ سجدہ کی آیت آئی تو نیچے اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر
 جب اگلا جمعہ آیا تو انہوں نے دوبارہ وہی سورت تلاوت کی حتیٰ کہ جب سجدے کی آیت آئی تو کہا ”اے لوگو! یقیناً
 ہمیں ان سجدوں کا حکم نہیں دیا گیا لہذا جو شخص یہ سجدے کرے گا اسے اجر و ثواب ملے گا اور جو یہ سجدے نہیں کرے گا
 اس پر کوئی گناہ نہیں۔“ (۵) اس حدیث سے بھی سجدہ تلاوت کے عدم وجوب کی ہی وضاحت ہوتی ہے۔

دورانِ تلاوت سورتوں کی ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز میں پہلے سورۃ بقرہ، پھر سورۃ نساء اور پھر سورۃ

(۱) [مسلم (۱۱۵) کتاب الایمان: باب اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، ابن ماجہ (۱۰۵۲)]

(۲) [سبل السلام (۴۸۱/۱) نیل الأوطار (۳۳۰/۲)]

(۳) [مسلم (۵۷۸) کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ: باب سجود التلاوة]

(۴) [بخاری (۱۰۷۲) کتاب الجمعة: باب من قرأ السجدة ولم یسجد، مسلم (۵۷۷) أبو داود (۱۴۰۴)]

(۵) [بخاری (۱۰۷۷) کتاب الجمعة: باب من رأى أن الله عز وجل لم یوجب السجود]

آل عمران کی تلاوت فرمائی (حالانکہ سورہ نساء، سورہ آل عمران کے بعد ہے)۔^(۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے کہ ((بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ وَالْقِرَاءَةِ بِالسُّورَتَيْنِ وَسُورَةٍ قَبْلَ سُورَةٍ وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ)) ”دوسری میں ایک رکعت میں پڑھنا یا سورتوں کی آخری آیات یا سورتوں کو تقدیم و تاخیر سے پڑھنا یا سورتوں کی پہلی آیات پڑھنے کا بیان۔“^(۲) اور اس عنوان کے تحت انہوں نے کچھ آثار و روایات نقل کی ہیں جو اس مسئلے کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔

قرآن پکڑنے کے لئے وضوء مستحب ہے

حدیث نبوی ہے کہ ﴿لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ﴾ ”قرآن کو صرف پاک ہی ہاتھ لگائے۔“^(۳)

قرآن پڑھنے کے لئے وضوء ضروری نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سو گیا، ارادہ یہ تھا کہ آج رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا۔ میری خالہ نے آپ ﷺ کے لئے گدا بچھا دیا اور آپ اس کے طول میں لیٹ گئے پھر (جب رات کے آخری حصے میں بیدار ہوئے تو) چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار دور کئے ﴿ثُمَّ قَرَأَ آيَاتِ الْعَشْرِ الْآخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ﴾ ”پھر (وضو کرنے سے پہلے) سورہ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں۔“ اس کے بعد آپ ایک مشکیزے کے پاس آئے اور اس سے پانی لے کر وضوء کیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔^(۴)

حائضہ اور جنبی قرآن پڑھ سکتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ﴿أَنَّهُ لَمْ يَرَفِ الْقِرَاءَةَ لِلْجُنْبِ بَأْسًا﴾ ”وہ جنبی کے لیے قراءت (قرآن) میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔“^(۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ امام ابن بطل رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (یعنی غیر أن لا تطوفی بالبيت) کے ساتھ حائضہ اور جنبی کے لیے قرآن پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے تمام مناسک حج میں سے صرف طواف کو ہی مستثنیٰ کیا ہے جبکہ

(۱) [مسلم (۷۷۲) کتاب صلاة المسافرين: باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، احمد (۳۸۲/۵)]

(۲) [بخاری: کتاب الاذان]

(۳) [صحيح: إرواء الغلیل (۱۲۲) مؤطا (۴۱۹) نسائی (۵۷/۸) دارمی (۱۶۱/۲) دارقطنی (۱۲۲/۱)]

(۴) [بخاری (۴۵۷۰) کتاب التفسیر: باب قوله: الذين يذكرون الله قياما وقعودا ...، مسلم (۷۶۳)]

(۵) [بخاری تعليقا (۴۸۵/۱) کتاب الحيض: باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت]

طواف کے علاوہ مناسک حج میں ذکرِ تلبیہ اور دعا وغیرہ سب شامل ہیں۔^(۱)

جن روایات میں ہے کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن نہیں پڑھنا چاہیے وہ ضعیف ہیں، چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ﴾ ”حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔“^(۲)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَخْجُزُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ سِوَى الْجَنَابَةِ﴾ ”بیشک آپ ﷺ کو قرآن (پڑھنے) سے سوائے جنابت کے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔“^(۳)

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَا لَمْ يَكُنْ جُنُبًا﴾ ”رسول اللہ ﷺ ہمیں حالتِ جنابت کے علاوہ ہر حال میں قرآن پڑھا دیا کرتے تھے۔“^(۴)

حائضہ اور جنبی کو قرآن پکڑنے سے اجتناب کرنا چاہیے

فرمانِ نبوی ہے کہ ”قرآن کو صرف طاہر ہی ہاتھ لگائے۔“^(۵)

ختم قرآن کی دعا ثابت نہیں

جس روایت میں ہے کہ جب کوئی قرآن ختم کرے تو یہ دعا پڑھے ﴿اللَّهُمَّ آمِنْ وَخَشْتِي فِي قَبْرِی

...﴾ وہ روایت ضعیف ومن گھڑت ہے۔^(۶) نیز ختم قرآن کی کوئی بھی دعا صحیح ثابت نہیں۔



(۱) [فتح الباری (۴۸۶/۱)]

(۲) [متکثر: ضعیف ترمذی (۱۸) کتاب الطہارۃ: باب ما جاء فی الحنب والحائض أنهما لا یقرآن القرآن]

ترمذی (۱۳۱) شرح السنۃ (۴۲/۲) ابن ماجہ (۵۹۵) العقیلی فی الضعفاء (۹۰/۱)]

(۳) [ضعیف: إرواء الغلیل (۲۴۲/۲) تمام المنۃ (ص ۱۱۶) أبو داود (۲۲۹) ترمذی (۱۴۶)]

(۴) [ضعیف: إرواء الغلیل (۲۴۲/۱) ترمذی (۱۴۶) نسائی (۱۴۴/۱) ابن حبان (۸۰۰/۳) أحمد (۸۳/۱)]

ابن ماجہ (۵۹۴) امام نوویؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۱۲۲) موطا (۴۱۹) نسائی (۵۷/۸) دارمی (۱۶۱/۲) دارقطنی (۱۲۲/۱)]

(۶) [موضوع: السلسلۃ الضعیفۃ (۲۵۴۸) ضعیف الجامع الصغیر (۴۶۸) رواہ الدیلمی (۱۱/۱)]

باب فضل تعلیم القرآن و تعلمہ قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کی فضیلت

قرآن کریم سیکھنے والے لوگ بہترین ہیں

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ﴾ ”تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔“ (۱)
ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿إِنَّ أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ﴾ ”بلاشبہ تم میں سے افضل ترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔“ (۲)

قرآن کریم کی تعلیم (سکھانا) اور اس کا تعلم (سیکھنا) بلاشبہ ایک بہترین عمل ہے لیکن یہ واضح رہے کہ قرآن کریم کی تعلیم و تعلم میں اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مفاہیم کا علم حاصل کرنا بھی شامل ہے کیونکہ اصل مقصود تو معنی و مفہوم تک رسائی حاصل کر کے اس پر عمل کرنا ہی ہے، الفاظ تو محض اس کا ایک ذریعہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب ہم قرآن کریم کی دس آیات سیکھ لیتے تو ان سے اس وقت تک تجاوز نہ کرتے جب تک ان کا معنی و مفہوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل نہ کر لیتے، بالفاظ دیگر ہم علم اور عمل اکٹھا سیکھتے تھے۔ (۳) معلوم ہوا کہ قرآن کریم سیکھنے سکھانے میں جہاں حفظ و ناظرۃ قرآن شامل ہے وہاں اس کے معنی و مفہوم، مشمولات اور احکام شریعت کی تعلیم بھی شامل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے درج بالا فرمان کو سلف صالحین نے بخوبی سمجھا اور پھر اس عظیم مقام کے حصول کے لئے بہت کوششیں بھی کیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ابو عبد الرحمنؓ سلمیؓ نے لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے حجاج بن یوسف کے عراق کے گورنر ہونے تک قرآن مجید کی تعلیم دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہی حدیث ہے جس نے مجھے اس مسند پر بٹھا رکھا ہے۔ (۴) اسی طرح ابو منصور خیاط بغدادی رضی اللہ عنہ بھی طویل عرصہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے۔ (۵)

(۱) [بخاری (۵۰۲۷) کتاب فضائل القرآن: باب خیرکم من تعلم القرآن و علمہ]

(۲) [بخاری (۵۰۲۸) کتاب فضائل القرآن: باب خیرکم من تعلم القرآن و علمہ]

(۳) [شرح سنن ابو داود از عبد المحسن العباد (۳۱/۴)]

(۴) [بخاری (۵۰۲۷) کتاب فضائل القرآن: باب خیرکم من تعلم القرآن و علمہ]

(۵) [سیر اعلام النبلاء (۲۲۲/۱۹)]

قرآن کریم سیکھنے کے لئے مسجد کی طرف جانے والے کو ایک حج کا ثواب ملتا ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ لَهُ كَأَجْرِ حَاجٍّ، تَامًا حَجَّتُهُ﴾ ”جو صبح کے وقت مسجد جاتا ہے اور اس کا ارادہ صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ بھلائی اور خیر کی تعلیم حاصل کرے یا کسی کو اس کی تعلیم دے تو اس کے لیے اس حاجی کے برابر اجر ہے جس کا حج مکمل اور مقبول ہے۔“ (۱)

قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ جَاءَ مَسْجِدِي هَذَا، لَمْ يَأْتِهِ إِلَّا لِيُخَيَّرَ يَتَعَلَّمَهُ أَوْ يُعَلِّمَهُ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ جَاءَ لِغَيْرِ ذَلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى مَتَاعٍ غَيْرِهِ﴾ ”جو شخص میری اس مسجد میں آئے اور صرف اس مقصد سے آئے کہ کسی بھلائی اور خیر کی تعلیم حاصل کرے یا اس کی تعلیم دے تو وہ شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مقام و مرتبہ پر فائز ہے اور جو شخص اس کے علاوہ کسی اور مقصد سے آئے تو وہ اس آدمی کے مقام و مرتبہ پر ہے جو دوسروں کے سامان کی طرف نظریں دوڑاتا ہے (یعنی نہ کچھ خریدتا ہے نہ بیچتا ہے بس دوسروں کے سامان کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے کہ کاش اسے بھی ویسا سامان مل جائے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص روز قیامت جب اُن لوگوں کے ثواب کو دیکھے گا جو مسجد میں خیر و بھلائی کا علم سیکھنے یا سکھانے آتے تھے، تو ایسے دیکھے گا جیسے کوئی کسی دوسرے کے سامان کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے)۔“ (۲)

قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والے کے لئے جنت کی راہ آسان بنا دی جاتی ہے

فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ﴾ ”جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتے ہیں۔“ (۳)

قرآن کریم سیکھنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب لوگ اللہ کے گھروں (مساجد)

(۱) [حسن صحیح: صحیح الترغیب (۸۶) صحیح الجامع الصغیر (۶۳۹۹) طبرانی کبیر (۹۴/۸)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۶) ابن ماجہ (۲۲۷) مقدمة: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم]

(۳) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر]

میں سے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر کتاب اللہ (قرآن کریم) کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت انہیں (ہر طرف سے) ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا تذکرہ ان فرشتوں کے سامنے کرتا ہے جو اس کے پاس موجود ہیں۔“ (۱)

قرآن کریم سیکھنے والوں کے لئے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور ہر چیز ان کے لئے استغفار کرتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لَطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى الْحَيَاتَانِ فِي الْمَاءِ﴾ ”جو علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتے ہیں اور بلاشبہ فرشتے طالب علم سے خوش ہو کر اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لئے زمین و آسمان کی ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی۔“ (۲)

قرآن کریم سیکھنے والوں سے دنیا میں رحمت و برکت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ، مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا يَذْكُرُ اللَّهَ وَمَا وَالَاهُ أَوْ عَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا﴾ ”دنیا اور اس میں موجود ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے اور سوائے عالم دین اور علم سیکھنے والے کے۔“ (۳)

لعنت سے مراد ہے اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی اور دنیا چونکہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اس لئے اسے ملعون کہا گیا ہے۔ لیکن جو لوگ اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے اور تعلیم و تعلم یا کسی بھی دوسرے طریقے سے دینی علم کے ساتھ منسلک رہتے ہیں وہ اللہ کی لعنت سے محفوظ اور اللہ کی رحمت کے مستحق بن جاتے ہیں۔

قرآن کریم سیکھنے کی نبی ﷺ نے وصیت فرمائی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿سَيَأْتِيَكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ

(۱) [مسلم (۲۶۹۹) کتاب الذکر: باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۲) ابن ماجہ (۲۲۳) کتاب السنة: باب فضل العلماء والحث على طالب العلم. ترمذی (۲۶۸۲) صحیح الترغیب (۷۰)]

(۳) [حسن: السلسلة الصحيحة (۲۷۹۷) صحیح ابن ماجہ (۳۳۲۰) ابن ماجہ (۴۱۱۲) کتاب الزهد: باب مثل الدنيا. ترمذی (۲۳۲۳) شعب الايمان (۱۵۸۰)]

الْعِلْمَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوا لَهُمْ مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَافْتَوْهُمْ ﴿”تمہارے پاس لوگ علم کی تلاش میں آئیں گے۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں اللہ کے رسول کی وصیت پر عمل کرنے کی وجہ سے ’مرحبا‘ خوش آمدید کہو۔ اور انہیں وہ چیز دو جو ذخیرہ کئے جانے کے قابل ہے (یعنی انہیں علم سکھاؤ)۔“﴾^(۱)

قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا نفلی عبادت سے افضل ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فَضْلُ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ﴾ ”مجھے علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے زیادہ پسند ہے۔“^(۲)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ (ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ) نفلی علم نفلی عبادت سے افضل ہے۔^(۳)

قرآن کریم کی تعلیم دینے کی فضیلت

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے لوگ بہترین ہیں

فرمان نبوی ہے کہ ”تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔“^(۴)

قرآن کریم سکھانے والوں کے لئے فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ... إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ حَتَّى النَّمْلَةِ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتِ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرِ﴾ ”عالم کو عبادت گزار پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے مجھ تم میں سے کسی عام آدمی پر فضیلت حاصل ہے... بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات حتیٰ کہ چوٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں (پانی میں) لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے رحمت کی دعا کرتی ہیں۔“^(۵)

قرآن کریم کی دو آیات سکھانا کسی بڑی نعمت سے بھی قیمتی ہے

فرمان نبوی ہے کہ ”تم میں سے جو صبح کے وقت مسجد کی جانب جائے، وہ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی دو

(۱) [حسن: السلسلة الصحيحة (۲۸۰) ابن ماجہ (۲۴۷) کتاب السنة: باب الوصاية بطبقة العلم]

(۲) [صحيح: صحيح احمد الصغير (۴۲۱۴) كتاب العلم از حافظ ابو خيثمة - بتحقيق الباني (ص ۱۲)]

(۳) [فيض القدير (۵۷/۱۴)]

(۴) [بخاری (۵۰۲۷) كتاب فضائل القرآن: باب غيركم من تعلم القرآن وعلمه]

(۵) [صحيح: صحيح الترغيب (۸۱) ترمذی (۲۶۸۵) ابواب العلم: باب في فضل الفقه على العبادة]

آیتیں سکھائے یا پڑھے، یہ اس کے لئے دو (بلند کوہان والی) اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹنیوں اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیات سے زیادہ علیٰ ہذا القیاس شمار کرتے جائیں ان کی تعداد کے برابر اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔“ (۱)

قرآن کریم کی ایک آیت سکھانا بھی صدقہ جاریہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ﴿مَنْ عَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَهُ ثَوَابُهَا مَا تَلَيْتُ﴾ ”جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) میں سے ایک آیت بھی (کسی کو) سکھائی تو جب تک اس کی تلاوت کی جاتی رہے گی اسے (سکھانے والے کو) اس کا ثواب ملتا رہے گا۔“ (۲)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے اساتذہ کو طلباء کے عمل کا بھی ثواب ملتا ہے

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا فَلَهُ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الْعَامِلِ﴾ ”جس نے کسی کو (کتاب اللہ کا) علم سکھایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا عمل کرنے والے کو ملے گا اور عمل کرنے والے کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ (۳)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والا مرنے کے بعد بھی اجر و ثواب حاصل کرتا رہے گا

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَتُكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾ [یسس: ۱۲] ”ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں (یعنی ایسے عمل اور نمونے دنیا میں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد لوگ ان کی اقتداء میں وہ اعمال بجالاتے رہتے ہیں)۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ حَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ﴾ ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: 1- صدقہ جاریہ۔ 2- ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔ 3- نیک و صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ (۴)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ...﴾ ”مومن آدمی کو وفات کے بعد جن اعمال و حسنات

(۱) [مسلم (۸۰۳) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل قراءة القرآن في الصلاة وتعلمه، ابو داود (۱۴۵۶)]

(۲) [صحيح: السلسلة الصحيحة (۱۳۳۵)]

(۳) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۶۳۹۶) ابن ماجه (۲۴۰) كتاب السنة: باب ثواب معلم الناس الخير]

(۴) [مسلم (۱۶۳۱) كتاب الوصية: باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد الميت، ابو داود (۲۸۸۰)]

کا ثواب ملتا رہتا ہے ان میں وہ علم ہے جسے اس نے لوگوں کو سکھایا اور اس کی نشر و اشاعت کی (اس میں لوگوں کی تعلیم و اصلاح کے لئے تالیفات و تصانیف چھوڑ جانا بھی شامل ہے، جب تک ان سے استفادہ کیا جاتا رہے گا مصنفین کو مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا) نیک اولاد جسے وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا، قرآن جسے دوسروں کو سکھا کر اس کا وارث بنا گیا، وہ مسجد یا مسافر خانہ جسے وہ تعمیر کرا گیا، ایسی نہر جسے وہ جاری کرا گیا اور وہ صدقہ جسے وہ اپنی زندگی میں صحت و تندرستی کی حالت میں نکالتا رہا۔ ان تمام اعمال کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔^(۱)

قرآن کریم سکھانے والے کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے

فرمان نبوی ہے کہ ”جو شخص میری اس مسجد میں آئے اور صرف اس مقصد سے آئے کہ کسی بھلائی اور خیر کی تعلیم حاصل کرے یا اس کی تعلیم دے تو وہ شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مقام و مرتبہ پر فائز ہے۔“^(۲)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے انبیاء کے وارث ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ﴾ ”عالم کو عبادت گزار پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت چاند کو باقی تمام ستاروں پر حاصل ہے (کیونکہ عالم دوسروں کو قرآن کریم کی تعلیم دے کر انہیں نفع پہنچاتا ہے جبکہ عبادت گزار صرف اپنے لئے ہی کوشش کرتا ہے)۔ علماء انبیاء کے کرام کے وارث ہیں (یقیناً یہ ایک بہت بڑا شرف و فضل ہے)، نبیوں نے وراثت میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے، انہوں نے تو علم کا ترکہ چھوڑا ہے، جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے (نبیوں کی وراثت میں سے) وافر حصہ پالیا (یعنی انبیاء کی میراث سے حصہ لینے کا دروازہ آج بھی کھلا ہے، ہر شخص محنت و کوشش سے اس علمی میراث میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کر سکتا ہے کیونکہ یہ میراث ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں)۔“^(۳)

قرآن کریم کی تعلیم دینے والے اللہ کے خاص بندے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّ لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ﴾

(۱) [حسن: صحیح ابن ماجہ (۱۹۸) مقدمہ: باب ثواب معلم الناس الخیر، ابن ماجہ (۲۴۲)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۶) ابن ماجہ (۲۲۷) مقدمہ: باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم]

(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۸۲) ابن ماجہ (۲۲۳) کتاب السنة: باب فضل العلماء والحث علی

طالب العلم، ترمذی (۲۶۸۲) صحیح الترغیب (۷۰)]

”لوگوں میں سے کچھ افراد اللہ والے ہوتے ہیں۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا ﴿هُم أَهْلُ الْقُرْآنِ، أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ﴾ ”وہ قرآن والے ہیں، وہی اللہ والے اور اس کے خاص بندے ہیں“ (قرآن والے میں قرآن پڑھنے والے، پڑھانے والے، احادیث کے ذریعے اس کا فہم حاصل کرنے والے، اس پر عمل کرنے والے اور اس کی تبلیغ کرنے والے سب ہی لوگ شامل ہیں)۔“ (۱)

بچوں کو قرآن کی تعلیم دلوانے والے والدین کو جنت میں قیمتی لباس پہنایا جائے گا

فرمان نبوی ہے کہ ﴿... وَيُكْسَى وَالِدَاهُ خُلَّتَيْنِ لَا يَقُومُ لَهُمَا أَهْلُ الدُّنْيَا، فَيَقُولَانِ: بِمَا كُسِينَا هَذَا؟ فَيَقَالُ: بِأَخْذِكُمَا الْقُرْآنَ﴾ ”اس (قرآن پڑھنے والے) کے والدین کو ایسے قیمتی خلتے (لباس) پہنائے جائیں گے کہ ساری دنیا والے مل کر بھی ان کی قیمت ادا نہ کر سکیں۔ وہ ازراہ تعجب پوچھیں گے کہ یہ عمدہ اور قیمتی خلتے ہمیں کس وجہ سے پہنائے گئے ہیں؟ تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ تمہارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے۔“ اور ایک دوسری روایت کے مطابق انہیں ان الفاظ میں جواب دیا جائے گا کہ ﴿بِتَعْلِيمِكُمَا الْقُرْآنَ﴾ ”اپنے بیٹے کو قرآن کریم کی تعلیم دلوانے کی وجہ سے۔“ (۲)

یہاں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ حافظ قرآن کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا وہ ضعیف ہے (مزید تفصیل کے لئے اس کتاب کا آخری باب ملاحظہ فرمائیے)۔

قرآن کریم حفظ کرنے کی فضیلت

حصول قرآن کا اصل طریقہ حفظ ہی ہے

قرآن کریم کو حاصل کرنے کا اصل طریقہ یہی ہے کہ اسے حفظ کیا جائے جیسا کہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ [العنکبوت: ۴۹] ”بلکہ یہ قرآن تو واضح آیات ہیں، اُن لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے۔“

یعنی عہد نبوی میں حصول قرآن کا ذریعہ یہی تھا کہ صحابہ اسے لسان محمد ﷺ سے سنتے ہی حفظ کر لیتے تھے۔ اور بالخصوص اہل علم کی یہ امتیازی شان بیان کی گئی ہے کہ یہ قرآن انہوں نے ازبر کر لیا ہے اور یہ اُن کے سینوں میں

(۱) [صحیح: صحيح الترغيب (۱۴۳۲) ابن ماجه (۲۱۵) كتاب السنة: باب فضل من تعلم القرآن وعلمه]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۲۸۲۹) طبرانی اوسط (۵۸۹۴) مسند احمد (۳۴۸/۵) شیخ شعيب

ارناؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۰۰)]

محفوظ ہے۔ بلاشبہ یہ قرآن ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک سینہ بہ سینہ اہل علم میں منتقل ہوتا چلا جا رہا ہے اور تاقیامت ہر زمانے میں حفاظ کی کثیر تعداد کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ قرآن کریم کی اعجازی حیثیت اور اس کی حفاظت کا یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے، اگرچہ حفاظ قرآن کا دوسرا ذریعہ کتابت بھی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے حفظ پر نسبتاً زیادہ توجہ دی ہے۔ پورے قرآن کا من و عن سینے میں محفوظ ہو جانا یقیناً اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے کہ اس نے حفظ قرآن کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ [القمر: ۱۷] ”اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنا دیا ہے تو کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔“

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ یعنی کوئی ہے جو اس قرآن سے نصیحت حاصل کرے جس کے یاد کرنے اور سمجھنے کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنا دیا ہے۔^(۱) امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہم نے حفظ کے لئے قرآن کو آسان بنا دیا ہے اور جو حفظ کا ارادہ رکھتا ہے ہم اس کی مدد بھی کریں گے تو کیا کوئی ہے جو اسے حفظ کرنے کا طالب ہو اور اس کی مدد کی جائے۔^(۲) ”ہم نے اسے آسان بنا دیا“ کی تفسیر میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی ہم نے اسے حفظ اور تلاوت کے لئے آسان بنا دیا۔^(۳) علاوہ ازیں امام شوکانی رحمہ اللہ نے انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لوگوں کی زبان پر (پڑھنے اور یاد کرنے کے لئے) آسان نہ بنایا ہوتا تو مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ کے کلام کو زبان سے ادا نہ کر سکتا۔^(۴)

ایک حدیث قدسی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حفظ حفاظت قرآن کا بہترین ذریعہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّمَا بَعَثْنَاكَ لَا تَبْلِيَّكَ وَابْتِلَىٰ بِكَ وَانزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْيِبُهُ الْمَاءُ نَقْرَاهُ نَانِمًا وَبِقَطْآنٍ﴾ ”یقیناً میں نے آپ کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کی آزمائش کروں اور آپ کے ذریعے سے (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی دھو نہیں سکے گا (کیونکہ وہ سینوں میں محفوظ ہے) اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔“^(۵)

حدیث کے ان الفاظ ”جسے پانی دھو نہیں سکے گا“ کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سینوں میں یوں محفوظ ہے کہ وہاں سے اس کے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اور زمانے گزرتے جائیں گے لیکن وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔^(۶) امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”اسے پانی دھو نہیں سکے گا“ یعنی اگر

(۲) [تفسیر قرطبی (۱۷/۱۳۴)]

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۶/۳۸)]

(۴) [تفسیر فتح القدیر (۷/۹۲)]

(۳) [تفسیر فتح البیان (۱۳/۲۹۵)]

(۵) [مسلم (۲۸۶۵)] کتاب الحنة وصفة ... : باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الحنة واهل النار

(۶) [شرح مسلم للنووي (۷/۱۸۸)]

قرآن کے الفاظ کو مٹا دیا جائے اور دھو دیا جائے تب بھی اسے سینوں سے نہیں نکالا جاسکے گا اور نہ ہی اسے دلوں سے مٹایا جاسکے گا۔“ (۱) امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اسے پانی دھو نہیں سکے گا“ کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن اپنے دائمی ظہور اور شہرت کے باعث نہیں مٹے گا اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ صحائف اور سینوں میں پھیلا ہوا ہے، اگر ایک صحیفے سے مٹا دیا جائے گا تو دوسرے صحیفے میں مل جائے گا یا حفاظ اس کے قیام کا ذریعہ بن جائیں گے۔“ (۲)

حافظ قرآن امامت کا زیادہ اہل ہے

فرمان نبوی ہے کہ ﴿يَوْمَ الْقِيَامِ أَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْفِرَاءِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ...﴾ ”لوگوں کا امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو قرآن کا زیادہ علم رکھتا ہو اگر اس وصف میں لوگ برابر ہوں تو پھر وہ شخص امام بنے جسے سنت نبوی کا زیادہ علم ہو۔“ (۳)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ امامت کا زیادہ مستحق قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا ہی ہے خواہ وہ عمر میں کم یعنی بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حق لے کر آیا ہوں آپ نے فرمایا ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے اور امامت ایسا شخص کرائے جو قرآن کا زیادہ عالم ہو۔ (حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میری قوم نے دیکھا کہ میرے سوا کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم نہیں ہے تو انہوں نے مجھے آگے کر دیا اور اس وقت میری عمر چھ یا سات برس تھی۔“ (۴)

حافظ قرآن قیادت کا زیادہ اہل ہے

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نافع بن حارث رضی اللہ عنہ مقام عسفان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مکہ کا گورنر مقرر فرما رکھا تھا لہذا انہوں نے دریافت فرمایا کہ اہل علاقہ پر آپ نے کس کو نائب مقرر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابن ابزی کو۔ دریافت کیا کہ ابن ابزی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے۔ فرمایا کہ تم نے لوگوں پر ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا نائب مقرر کر دیا ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ﴿إِنَّهُ لَقَارِئٌ لِّكِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّهُ عَلِيمٌ بِالسُّفَرِائِضِ﴾ ”بلاشبہ وہ کتاب اللہ (قرآن کریم) کا قاری ہے اور علم میراث کا عالم ہے۔“ یہ سن کر حضرت

(۱) [غریب الحديث للخطابی (۳۴۹/۱)]

(۲) [كشف المشكل من حديث الصحيحين (ص: ۱۱۵۴)]

(۳) [مسلم (۶۷۳) کتاب المساجد ومواضع الصلاة: باب من أحق بالإمامة 'ترمذی (۲۳۵)]

(۴) [بخاری (۴۳۰۲) کتاب المعازی: باب وقال الليث حدثني يونس..... أبو داود (۵۸۵)]

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِينَ﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے ذلیل کر دیتا ہے۔“ (۱)

حافظ قرآن احترام و تکریم کا مستحق ہے

فرمان نبوی ہے کہ ﴿إِنَّ مِنْ أَجَلَالِ اللَّهِ تَعَالَى أَكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَأَكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ﴾ ”بلاشبہ بوڑھے مسلمان اور صاحب قرآن کی عزت کرنا جو اس میں غلو اور تقصیر سے بچتا ہو اور (اسی طرح) حاکم عادل کی عزت کرنا، اللہ عزوجل کی عزت کرنے کا حصہ ہے (معلوم ہوا کہ صاحب قرآن یعنی حافظ، قاری، مدرس اور مفسر وغیرہ جو شرعی حدود کا پابند ہو، اس کا احترام اور اس کی تکریم دوسرے لوگوں پر لازم ہے)۔“ (۲)

حفظ قرآن نکاح میں حق مہر کا بدل بن سکتا ہے

جیسا کہ ایک طویل روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک ساتھی کے پاس حق مہر دینے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں قرآن کتنا یاد ہے؟ اس نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ اس نے گن کر بتائیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ﴿أَنْتَ خَتْمُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ ”پھر جاؤ میں نے ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔“ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿وَزَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ ”میں نے تمہاری اس سے قرآن کی ان سورتوں کے بدلے شادی کر دی جو تمہیں یاد ہیں۔“ (۳)

حفظ قرآن قبر میں مقدم ہونے کا ذریعہ ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتَلَى أَحَدٍ فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ: أَيُّهُمَا أَكْثَرَ أَخَذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هُوَ لَا﴾ ”رسول اللہ ﷺ جنگِ احد کے شہداء میں سے دو دوشہید مردوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے اور پوچھتے کہ ان میں قرآن کس نے زیادہ یاد کیا ہے؟ پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کر

(۱) [مسلم (۸۱۷) کتاب صلاة المسافرين: باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه]

(۲) [حسن: صحيح الترغيب (۹۸) صحيح الادب المفرد (۱۴۷) المشكاة (۴۹۷۲) صحيح الجامع]

(۲۱۹۵) ابو داود (۴۸۴۳) کتاب الادب: باب في تنزيل الناس منازلهم]

(۳) [بخاری (۵۰۸۷، ۵۱۳۰) کتاب النکاح: باب تزويج المعسر، مسلم (۱۴۲۵) ابو داود (۲۱۱۱)]

دیا جاتا تو لحد (بلغی قبر) میں اسی کو آگے بڑھاتے اور فرماتے جاتے کہ میں ان پر گواہ ہوں۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت ایک قبر میں دو یا زیادہ افراد بھی دفن کئے جاسکتے ہیں اور اس صورت میں قبلہ کی جانب اس شخص کو آگے کیا جائے گا جسے قرآن زیادہ حفظ ہو۔

حافظ قرآن روز قیامت معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالَّذِي يقرأ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ﴾ ”قرآن پاک کا ماہر شخص معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن پاک انگ انگ کر پڑھتا ہے اور اس پر تلاوت کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔“

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ﴿مَنْ لُزِيَ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ ...﴾ ”اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے (آگے حدیث اسی طرح ہے جیسے اوپر ہے)۔“ (۲)

حافظ قرآن کو روز قیامت عزت و وقار کا تاج پہنایا جائے گا

فرمان نبوی ہے کہ ﴿وَإِنَّ الْقُرْآنَ يَلْقَىٰ صَاحِبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ... فَيُعْطَى الْمَلِكُ بِمِثْلِهِ وَالْخُلْدُ بِشِمَالِهِ وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ﴾ ”قرآن پڑھنے والا جب قبر سے اٹھے گا تو قرآن اس سے ایک اجنبی شخص کی صورت میں ملے گا اور کہے گا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ وہ کہے گا: نہیں میں آپ کو نہیں پہچانتا، تو قرآن کہے گا: میں تیرا ساتھی وہ قرآن ہوں جس نے دن کو تجھے بھوکا پیاسا رکھا اور رات کو بیدار رکھا۔ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا تھا لیکن آج سب تجارتیں تیرے پیچھے ہیں۔ اب اسے ملک دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور غلہ بائیں ہاتھ میں اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا۔“ (۳)

حافظ قرآن کو روز قیامت عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں اضافہ کیا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يَجِيءُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ حَلِّهِ فَيَلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ زِدْهُ فَيَلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ

- (۱) [بخاری (۱۳۴۷) کتاب الجنائز: باب من يقدم في اللحد]
- (۲) [مسلم (۷۹۸) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الماهر في القرآن والذي يتتبع فيه بخاری (۴۹۳۷) کتاب تفسیر القرآن: باب سورة عبس، ترمذی (۲۹۰۴)]
- (۳) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۲۸۲۹) طبرانی اوسط (۵۸۹۴) مسند احمد (۳۴۸/۵) شیخ شعيب اراؤوط نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۲۳۰۰۰)]

اَرْضَ عَنْهُ فَبَرَضَى عَنْهُ فَيَقَالُ لَهُ اَفْرَأَوَارِقَ فَيُزَادُ بِكُلِّ آيَةٍ حَسَنَةً ﴿﴾ ”روز قیامت قرآن آکر کہے گا: اے میرے رب! اسے (حافظ قرآن کو) زیور پہنائیے، چنانچہ اسے عزت کا تاج پہنادیا جائے گا۔ پھر کہے گا: اے میرے رب! اسے مزید کچھ عطا کیجئے، چنانچہ اُسے عزت کا لباس پہنادیا جائے گا۔ پھر کہے گا: اے میرے رب! اس سے راضی ہو جائیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے۔ پھر اس (حافظ قرآن) سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (درجات میں اوپر) چڑھتا جا۔ پھر ہر ایک آیت کے بدلے اس کی نیکیاں بڑھادی جائیں گی۔“ (۱)

حافظ قرآن کا مقام روز قیامت بہت بلند ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿يُقَالُ لِمُصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اَفْرَأَوَارِقَ وَارْتَقَى كَمَا كُنْتَ تَرْتَلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنَزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا﴾ ”صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجات میں بلند ہوتے جاؤ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے آہستہ آہستہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارا مقام وہ ہے جہاں تم اپنی آخری آیت کی تلاوت کرو گے۔“ (۲)

یہاں یہ واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ ﴿مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَامْتَنَظَرَهُ فَاحْلَ حَلَالَهُ وَحَرَمَ حَرَامَهُ أَذْخَلَهُ اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَشَفَعَهُ فِي عَشْرَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ﴾ ”جس شخص نے قرآن کریم کو حفظ کیا، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام گردانا تو اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے خاندان کے اُن دس انسانوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کرے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

قرآن حفظ کرنے کے بعد اسے یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے

یعنی حفظ مکمل کرنے کے بعد قرآن کریم کو مسلسل پڑھتے رہنا چاہیے کیونکہ اگر پڑھنا چھوڑ دیا تو یقیناً اس کے بھول جانے کا خدشہ ہے چنانچہ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

- (۱) [حسن: صحيح الترغيب (۱۴۲۵) ضعيف الجامع الصغير (۸۰۳۰) صحيح ترمذی، ترمذی (۲۹۱۵) كتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فيمن قرأ حرفاً من القرآن ما له من الاجر، مستدرک حاکم (۲۰۲۹)]
- (۲) [حسن: الصحيحة (۲۲۴۰) هداية الرواة (۳۷۲/۲) ابو داود (۱۴۶۴) كتاب الصلاة: باب استحباب الترتيل في القراءة* ترمذی (۲۹۱۴) نسائي في السنن الكبرى (۸۰۵۶)]
- (۳) [ضعيف جدا: ضعيف الترغيب (۸۶۸) ضعيف الجامع الصغير (۵۷۶۱) ضعيف ابن ماجه (۳۸) ضعيف ترمذی، ترمذی (۲۹۰۵) كتاب فضائل القرآن: باب ما جاء في فضل قارئ القرآن، ابن ماجه (۲۱۶) مسند احمد (۱۴۹/۱) شيخ شعيب ابن اذوط نے اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۲۷۸)]

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْآنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْإِبِلِ الْمُعَلَّقَةِ إِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ أَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ﴾ ”قرآن پاک کے حافظ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اونٹوں کے گھٹنوں کو رسیوں سے باندھ رکھا ہے، اگر وہ ان کی نگرانی رکھے گا تو ان کو روکے رکھے گا اور اگر انہیں چھوڑ دے گا تو وہ چلے جائیں گے (یعنی اگر قرآن کو مسلسل پڑھتے رہنے کے ساتھ اس کی نگرانی کی تو وہ محفوظ رہے گا اور اگر چھوڑ دیا تو وہ بھی چلا جائے گا یعنی بھول جائے گا)۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُمْ أَشَدُّ نَفْسِيًّا مِنَ الْإِبِلِ فِي عُقُلِهَا﴾ ”قرآن کریم کا خیال رکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اونٹ رتی کھل جانے کے بعد اس قدر تیزی کے ساتھ نہیں بھاگتا جس قدر تیزی کے ساتھ قرآن (سینوں سے) نکل جاتا ہے۔“ (۲)

اگر کوئی غفلت سے قرآن حفظ کر کے بھول جائے

حضرت سرہ بن جبب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿أَمَّا الَّذِي يُنَلِّغُ رَأْسَهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرُفُّهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ﴾ ”جس کا سر پتھر سے کھل جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا (یعنی عشاء کی نماز پڑھتا نہ فجر کے لئے اٹھتا حالانکہ اس نے قرآن حفظ کر رکھا تھا مگر اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کو بھلا بیٹھا جس کے نتیجے میں اسے دوزخ میں یہ سزا مل رہی ہے)۔“ (۳)

امام ابن بطلان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”مروہ قرآن سے غافل ہو گیا“ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حروف قرآن کے حفظ کو اور معانی قرآن پر عمل کو چھوڑ دیا (اس لئے اسے یہ سزا مل رہی ہے) البتہ اگر وہ حروف قرآن کے حفظ کو تو چھوڑ دے لیکن معانی قرآن پر عمل نہ چھوڑے تو وہ غافل شمار نہیں ہوگا۔ (۴)

تاہم وہ روایت ضعیف ہے جس میں ہے کہ ﴿مَا مِنْ أَمْرٍ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ ثُمَّ يَنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجْزَمٌ﴾ ”جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہو پھر اسے بھلا دے تو وہ قیامت کے دن کوڑھی بن کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۵۰۳۱) مسلم (۷۸۹)] (۲) [بخاری (۵۰۳۳) مسلم (۷۹۱)]

(۳) [بخاری (۱۱۴۳) کتاب التہجد: باب عقد الشيطان على قافية الرأس اذا لم يصل بالليل]

(۴) [شرح صحيح بخاری لابن بطلان (۱۳۵/۳)]

(۵) [ضعيف: السلسلة الضعيفة (۱۳۵۴) هداية الرواة (۲۱۴۱) ابو داود (۱۴۷۴)]

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس خوف سے قرآن حفظ نہ کرنا اور اپنے بچوں کو قرآن حفظ نہ کرانا کہ اگر بعد میں انہیں قرآن بھول گیا تو انہیں روز قیامت سزا ملے گی، درست نہیں بلکہ ایک تو مذکورہ روایت ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ درج بالا پہلی روایت میں جو سزا کا ذکر ہے وہ صرف قرآن حفظ کر کے اسے بھلا دینے والے کے لئے نہیں بلکہ اس پر عمل ترک کر دینے والے کے لئے ہے جیسا کہ امام ابن بطلال رحمہ اللہ نے بھی یہی تشریح فرمائی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں جو یہ مذکور ہے کہ ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي...﴾ [طہ: ۱۲۴]۔ ”اور جو میرے ذکر سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ الہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔“ وہاں بھی قرآن کے الفاظ بھلا دینا نہیں بلکہ اس پر عمل اور اس کے احکام بھلا دینا مراد ہے۔

لہذا زیادہ سے زیادہ قرآنی سورتیں حفظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور بلاشبہ قرآن حفظ کر کے بھول جانے والا اور قرآن کو حفظ نہ کرنے والا کبھی برابر نہیں ہو سکتے بلکہ جو بھول چکا ہے اس کے لئے قرآن کو پڑھنا یا اسے دوبارہ ازبر کرنا اسے حفظ نہ کرنے والے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

قرآن بھولنے والا یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا بلکہ کہے مجھے بھلا دیا گیا

(۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿بِسْمِ اللَّهِ لَا حُدُودَ لَهُمْ أَنْ يَقُولَ: نَسِيتُ آيَةَ كَيْتٍ وَكَيْتَ بَلْ نُسِيَ﴾ ”کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا ہوں بہت ہی برا ہے بلکہ وہ یوں کہے کہ اسے فلاں فلاں آیت بھلا دی گئی ہے۔“ (۱)

(۲) ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ مسجد میں کسی آدمی کی تلاوت سن رہے تھے تو فرمایا ﴿رَحِمَهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي آيَةُ كُنْتُ أَنْسِيْتُهَا﴾ ”اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھے ایک آیت یاد کرادی جو میں بھلا دیا گیا تھا۔“ (۲)



(۱) [مسلم (۷۹۰) کتاب صلاة المسافرين: باب الامر بتعهد القرآن ... ، بخاری (۵۰۳۲) ترمذی (۲۹۴۲)]

نسائی (۹۴۲) عبد الرزاق (۵۹۶۷) دارمی (۳۳۴۷) ابن ابی شیبہ (۵۰۰/۲) ابن حبان (۷۶۲)]

(۲) [مسلم (۷۸۸) کتاب صلاة المسافرين: باب الامر بتعهد القرآن، بخاری (۲۶۵۵) أبو داود (۱۳۳۱)]

باب المسائل المتفرقة

متفرق مسائل کا بیان

قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

سابق مفتی اعظم سعودیہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (قرآن کریم) سے دیکھ کر پڑھتا تھا (یعنی امامت کراتا تھا)۔^(۱)

رمضان میں روزہ دار کے لئے سارا قرآن ختم کرنے کا حکم

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رمضان میں روزہ دار کے لئے سارا قرآن ختم کرنا واجب نہیں البتہ رمضان میں انسان کے لئے بہتر ہے کہ وہ کثرت سے قرآن کی تلاوت کرے جیسا کہ یہی سنت رسول ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔^(۲)

نماز تراویح میں حفاظ کے لئے سارا قرآن ختم کرنے کا حکم

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نماز تراویح میں سارا قرآن ختم کرنا واجب نہیں۔^(۳)

دشمن کے علاقے میں قرآن لے کر جانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ﴾ ”رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کے ساتھ دشمن (کفار) کے علاقوں کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“^(۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ﴿لَا تُسَافِرُوا بِالْقُرْآنِ فَإِنِّي لَا أَمْنُ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ﴾ ”قرآن کریم کے ساتھ سفر نہ کرو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے (اور وہ اسے ضائع کر دیں یا اس کی توہین کریں)۔“^(۵)

اولاً تو یہ واضح رہے کہ یہاں قرآن سے مراد وہ قرآن ہے جو مصحف کی صورت میں ہے، وہ قرآن مراد نہیں جو حفاظ کے سینوں میں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے۔^(۶) ثانیاً اس حدیث کا ظاہر یہی

(۱) [فتاوی اسلامیة (۱/۳۳۷)]

(۲) [مجموع فتاوی ابن عثیمین (۲۰/۱۳۱)] (۳) [فتاوی اللجنة الدائمة (۶/۹۳)]

(۴) [بخاری (۲۹۹) مسلم (۱۸۶۹) ابوداؤد (۲۶۱۰)]

(۵) [مسلم (۱۸۷۰) مؤطا (۵/۲) مسند احمد (۶/۲، ۷، ۶۳) ابن ماجہ (۲۸۸۰)]

(۶) [فتح الباری (۱۳/۴۹۳)]

ہے کہ کفار کے علاقوں کی طرف قرآن لے کر نہیں جانا چاہیے۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض فقہاء نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے جبکہ بعض دوسرے فقہاء کا کہنا ہے کہ وعظ و تبلیغ کے لئے، کفار پر رجعت قائم کرنے کے لئے اور بوقت ضرورت قرآنی احکام سمجھنے اور یاد کرنے کے لئے کفار کے علاقوں کی طرف بھی قرآن لے جایا جاسکتا ہے بشرطیکہ مسلمان قوت میں ہوں، ان کی تعداد قابلِ رعب ہو، یا کفار کے ساتھ ان کے معاہدات ہوں یا اس جیسی کوئی اور صورت ہو جس کے باعث اہانت قرآن کا خدشہ نہ ہو۔ اس رائے کی تائید درج بالا دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں دشمن کے علاقے کی طرف قرآن نہ لے جانے کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ ”کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے“ (اور وہ اس کی توہین کریں) ”تو جب یہ خطرہ نہ ہو تو پھر کفار کے علاقوں کی طرف قرآن لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی دوسرا موقف ہی زیادہ درست ہے۔ سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔“^(۱)

قرآن کریم کی تعلیم پر اجرت لینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿إِنْ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ﴾ ”بلاشبہ سب سے زیادہ مستحق جس پر تم اجرت لو اللہ کی کتاب ہے۔“^(۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے۔ جمہور علماء اسی کے قائل ہیں البتہ کچھ اہل علم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ احکام شرعیہ کی تبلیغ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح واجب ہے اور واجب عمل کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے انسانوں سے نہیں تاہم دم پر اجرت کا جواز واضح نص کی وجہ سے بہر حال موجود ہے۔^(۳) امام ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تعلیم القرآن پر اجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث صحیح نہیں۔^(۴) امام ابن منذر^(۵) اور امام صنعانی رحمہما نے^(۶) نے بھی قرآن کی تعلیم پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق بھی یہی موقف رائج ہے۔

اس مسئلے کی بادلائل مفصل وضاحت کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث: کتاب البیوع: باب الاجارہ“ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن کریم کی طباعت و اشاعت اور اس کا کاروبار کرنا

قرآن کریم کی اشاعت میں تو کوئی اختلاف نہیں البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا اسے بیچا جاسکتا ہے یا

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۶۴/۴)]

(۲) [بخاری (۵۷۳۷) کتاب الطب: باب الشرط فی الرقبة بقطیع من الغنم، ابن حبان (۵۱۴۶۱)]

(۳) [نبیل الأوطار (۳۲۴/۵) الروضة الندية (۲۷۹/۲)] (۴) [المحلی (۱۵۹/۹)]

(۵) [تفسیر قرطبی (۳۳۵/۱)] (۶) [سبل السلام (۱۲۳۴/۳)]

نہیں؟ تو اس بارے میں ترجیحی رائے یہی ہے کہ قرآن کریم کی خرید و فروخت جائز و درست ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔^(۱)

ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور قرآن میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے تم پر جو چیز حرام کی ہے اس کی تفصیل بھی بیان فرمادی ہے۔“^(۲) لہذا قرآن کی خرید و فروخت جائز ہے کیونکہ کتاب و سنت میں اس کی تجارت کو کہیں بھی حرام نہیں کہا گیا اور اللہ تعالیٰ کچھ بھولتا بھی نہیں ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [مریم: ۶۴] یعنی اگر قرآن کریم کی تجارت حرام ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ضرور وحی نازل فرمادیتے۔

مزید برآں اس مسئلے کے متعلق مختلف آراء اور ان کے دلائل کے تجزیہ و تفصیل کے لئے راقم الحروف کی دوسری کتاب ”تجارت کمی کتاب“ ملاحظہ فرمائیے۔

عریاں حالت میں قرآن پڑھنا

عریاں حالت میں یعنی جب انسان بے لباس ہو تو کیا قرآن پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر تو انسان کو کوئی مجبوری ہو جیسے دشمن کی قید میں ہو اور انہوں نے بے لباس کر رکھا ہو تو پھر ایسی حالت میں تلاوت قرآن میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“ [البقرة: ۲۸۶] لیکن اگر انسان امن میں ہو اور کسی ضرورت کی وجہ سے (مثلاً ہم بستی یا غسل وغیرہ کے لئے) بے لباس ہو تو پھر قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایسا کرنا آداب قرآن کے منافی ہے۔ (واللہ اعلم)

قرآن پڑھنے کے لئے قبلہ رخ ہونا اور اسے پشت نہ کرنا

کچھ لوگ ان اعمال کو قرآن کے آداب میں شمار کرتے ہیں اور ضروری طور پر ان کا التزام کرنے کی تلقین کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو تلاوت قرآن کے لئے قبلہ رخ ہونا کسی حدیث میں موجود ہے اور نہ ہی کسی حدیث میں قرآن کو پشت کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ اور اگر یہ اعمال آداب قرآن میں شامل ہوتے تو سب سے پہلے انہیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اختیار کرتے جو اس دنیا میں سب سے زیادہ قرآن کا ادب کرنے والے تھے اور جب نبی ﷺ اور صحابہ نے ان اعمال کو اختیار نہیں کیا تو پھر ان کی پابندی کی کوئی وجہ نہیں۔

کتاب اللہ سے خیر خواہی کا مفہوم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”دین خیر خواہی ہے“ صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ دین کس سے خیر خواہی ہے؟

آپ نے فرمایا ﴿لِئَلَّا وَلِيَكْتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيُّمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ﴾ ”اللہ سے اس کی کتاب سے اس کے رسول سے مسلمانوں کے ائمہ سے اور عام مسلمانوں سے۔“ (۱)

کتاب اللہ (قرآن کریم) سے خیر خواہی کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا، اس کی تصدیق کرنا، اسے اللہ کا کلام سمجھنا، اس سے محبت کرنا، اس کی تلاوت کرنا، اس کے اواخر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرنا، اسے ذریعہ علم سمجھنا اور اسے آگے پھیلانے کی کوشش کرتے رہنا وغیرہ۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن کریم کی تلاوت سناؤں۔“ انہوں نے عرض کیا کہ ﴿اللَّهُ سَمَّانِي لَكَ﴾ ”کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟“ آپ نے فرمایا ﴿نَعَمْ﴾ ”ہاں۔“ انہوں نے کہا ﴿وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”تمام جہانوں کے پالنے والے کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے؟“ آپ نے فرمایا ﴿نَعَمْ﴾ ”ہاں۔“ یہ سنا تو ﴿فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ﴾ ”خوشی و مسرت سے (ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔“ (۲)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے سورۃ بینہ پڑھ کر سناؤں۔ (۳)

قرآن کریم کا احترام

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قرآن کریم کا احترام واجب ہے اور ہر ایسا کام حرام ہے جس میں قرآن کریم کی اہانت کا پہلو ہو جیسے قرآن کو بیت الخلاء میں لے کر جانا، اسے کسی ناپاک جگہ پر رکھنا، اس کا تکیہ بنانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، کسی گندی ناپاک جگہ پر کوئی آیت لکھنا یا لٹکانا، ایسے اوراق میں آیات لکھنا جن کی توہین کی جائے، اسے لے کر دشمن کے علاقے میں جانا اور اسے کفار کے ہاتھوں تک پہنچا دینا وغیرہ۔ (۴)

قرآن کریم کے پھٹے پرانے اوراق کا حکم

قرآن کریم کے بوسیدہ اور پھٹے پرانے اوراق کوڑے یا گلی کو چوں میں پھینکنے کے بجائے انہیں کسی پاک جگہ

(۱) [مسلم (۵۵) کتاب الإیمان: باب بیان أن الدين النصيحة، ابو داود (۴۹۴۴) نسائی (۱۵۶/۷) احمد

(۱۰۲/۴) ابن حبان فی الاحسان (۴۵۷۴-۴۵۷۵)]

(۲) [بخاری (۴۹۶۱) کتاب التفسیر: باب سورة لم یکن ...]

(۳) [بخاری (۴۹۵۹) کتاب التفسیر: باب سورة لم یکن ...]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۲۴/۳)]

پر دفن کر دینا چاہیے یا انہیں پانی میں بہا دینا چاہیے یا پھر انہیں جلادینا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک مصحف تیار کر لیا اور پھر اس کی نقول تیار کر کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کر دیں تو ﴿أَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُخْرَقَ﴾ ”حکم دے دیا کہ اس کے سوا کوئی چیز اگر قرآن کی طرف منسوب کی جاتی ہے خواہ وہ کسی صحیفہ یا مصحف میں ہو تو اسے جلادیا جائے۔“^(۱) یہاں یہ بھی واضح رہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل سامنے آیا اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے لیکن کسی نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عمل صحابہ کے اجماع کی مانند ہے کہ بوقت ضرورت قرآنی اوراق جلائے جاسکتے ہیں اور جس عمل پر صحابہ کا اجماع ہو اس کے برحق ہونے میں یقیناً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جب قرآن پھٹ جائے تو اسے کوڑے کے مقامات یا راستوں میں پھینکنا جائز نہیں بلکہ اسے توہین و تحقیر سے بچانے کے لئے کسی پاک جگہ میں دفن کر دینا چاہیے یا پھر اسے جلادینا چاہیے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ کرام نے کیا تھا۔^(۲)

قرآنی آیات والے زیورات کو ڈھالنا

یعنی بعض زیور ایسے بھی دکانداروں کے پاس آتے ہیں جن پر اللہ یا رسول کا نام، یا آیت الکرسی یا کوئی اور آیت لکھی ہوتی ہے تو کیا ان زیورات کو ڈھالا جاسکتا ہے۔ تو اس بارے میں اہل علم کا کہنا ہے کہ ایسے زیورات کو ڈھالنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مصحف کے علاوہ باقی تمام مصاحف کو جلادینے کا حکم دے دیا تھا۔ لہذا اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ کسی عیسائی، یہودی یا کافر کو قرآن پکڑانا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی عیسائی قرآن مانگے تو آپ اسے قرآن نہ دیں البتہ اسے پڑھ کر سنائیں، اسے اللہ کی طرف دعوت دیں اور اس کے لئے ہدایت کی دعا کریں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”اور (اے پیغمبر!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔“ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”قرآن کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف سفر نہ کرو کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔“ یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی کافر کے ہاتھ میں قرآن نہیں پکڑانا چاہیے کیونکہ یہ خدشہ ہے کہ کہیں وہ اس کی توہین کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ البتہ اسے قرآن سکھایا جاسکتا ہے، اس کے سامنے پڑھا جاسکتا ہے اور اسے اس کی طرف دعوت دی جاسکتی ہے، اگر وہ دعوت قبول کر کے مسلمان ہو جائے تو پھر قرآن اس کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔

(۱) [بخاری (۴۹۸۷) کتاب فضائل القرآن: باب جمع القرآن]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۴۸/۳)]

تاہم اگر یہ امید ہو کہ اسے کوئی کتاب دے کر فائدہ ہوگا تو پھر کوئی تفسیر یا حدیث کی کتاب یا قرآن کریم کے معانی پر مشتمل ترجمہ دیا جاسکتا ہے۔^(۱)

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے بھی کافر کو ترجمہ قرآن دینے کی اجازت دی ہے۔^(۲)

کافر کو قرآن فروخت کرنا

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ کسی کافر کو قرآن فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے علاقے کی طرف قرآن کے ساتھ سفر کرنے سے صرف اسی لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں یہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ یعنی امام احمد رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا کہ جو کسی ذمی کے پاس قرآن گروی رکھتا ہے تو انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی اور مذکورہ بالا دلیل ہی پیش کی... المغنی ابن قدامہ میں ہے کہ کسی کافر کو قرآن، حدیث اور فقہ کچھ بھی فروخت کرنا جائز نہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو بیع باطل ہوگی۔^(۳)

تحفیظ القرآن کے اداروں کے ساتھ تعاون کرنا

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا اجر عظیم تو سب کو معلوم ہی ہے... دورِ حاضر میں ملک کے طول و عرض میں بہت سے ایسے ادارے ہیں جو تحفیظ القرآن کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان اداروں کے مقامات (اکثر و بیشتر) اللہ کے گھر یعنی مساجد ہی ہیں، بہت سے نوجوان بچے اور بچیاں ان اداروں کے ساتھ منسلک ہو چکے ہیں جو یقیناً میرے لئے باعثِ مسرت ہے۔ پس مسلمان بھائیوں سے میری یہ التجا ہے کہ وہ رغبت و جستجو سے ان اداروں کے ساتھ تعاون کریں تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ کتاب اللہ کے اجر و ثواب میں شریک ہو سکیں کیونکہ بلاشبہ جو کسی بھی خیر کے کام میں تعاون کرتا ہے اسے اس عمل کا اجر ضرور ملتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ”جس نے کسی ہدایت کے کام کی طرف دعوت دی تو اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا تا قیامت اس کی تابعداری کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“^(۴)

قرآن کو چومنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہمیں کسی ایسی شرعی دلیل کا علم نہیں جس میں قرآن کریم کو چومنے کا ذکر

(۱) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۶/۳۷۳)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳/۴۴)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۳/۴۷)]

(۴) [مجموع فتاویٰ ابن عثیمین (۱۸/۲۸۱)]

ہو البتہ اگر کوئی اسے چوے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قرآن کو چومتے تھے اور کہتے تھے یہ میرے رب کا کلام ہے۔ بہر حال قرآن کو چومنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ (یاد رہے کہ یہ عمل) مسنون نہیں ہے اور نہ ہی اس کے مسنون ہونے کی کوئی دلیل ہے۔^(۱)

قرآن کو زمین پر رکھنا

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ قرآن کو کسی بلند جگہ پر رکھا جائے مثلاً کرسی یا دیوار میں کسی دراز وغیرہ پر یا کسی اور اونچی جگہ پر۔ البتہ اگر توہین کی غرض سے نہیں بلکہ محض کسی ضرورت کے پیش نظر جیسے نماز پڑھ رہا ہو اور قریب کوئی اونچی جگہ نہ ہو یا سجدہ تلاوت کرنا چاہے وغیرہ تو اسے پاک زمین پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ۔ لیکن اگر اسے کسی کرسی، ٹکیہ یا دراز وغیرہ میں رکھے تو زیادہ باعث احتیاط ہے۔ یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب ایک یہودی کے حجرِ جم کے انکار پر آپ نے تورات کا نسخہ طلب فرمایا تو ایک کرسی منگوائی اور پھر تورات کو اس کے اوپر رکھا، پھر وہ آیت تلاش کرنے کا حکم دیا جو حجرِ جم اور یہودی کے جھوٹ پر دلالت کرنے والی تھی۔ تو جب آپ نے تورات کو کرسی پر رکھا اس لئے کہ اس میں اللہ کا کلام ہے تو قرآن زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے کرسی (وغیرہ جیسی کسی بلند جگہ) پر رکھا جائے کیونکہ قرآن تورات سے افضل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کریم کو کسی بلند جگہ پر ہی رکھنا چاہیے... اسی میں اس کی تعظیم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے علم کے مطابق ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جو بوقتِ ضرورت پاک زمین پر قرآن رکھنے سے روکتی ہو۔^(۲)

قرآن اگر زمین پر گر جائے تو صدقہ دینا

اہل علم کا کہنا ہے کہ قرآن زمین پر گر جائے تو صدقہ دینے کا کتاب و سنت میں کوئی ثبوت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے جیسا کہ قرآن کریم میں اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ جب وہ کسی برائی کا ارتکاب یا اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں تو فوراً گناہوں کی معافی مانگتے لگتے ہیں۔ [آل عمران: ۱۳۵]

قرآن کی قسم اٹھانا

دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ ہر چیز کی قسم اٹھانا ناجائز ہے۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ﴾ ”جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔“^(۳) البتہ قرآن کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے لہذا اس اعتبار سے قرآن کی قسم اٹھانا درست

(۱) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۲۸۹/۹)]

(۲) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۲۸۹/۹)]

(۳) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۶۲۰۴) ابو داؤد (۳۲۵۱) ترمذی (۱۵۳۵)]

ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔^(۱)

قرآنی تعویذ لکھنا

قرآنی تعویذ لکھنے سے پرہیز ہی بہتر ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ﴿مَنْ عَلَّقَ تَجِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ﴾ ”جس نے تعویذ لکھا یا یقیناً اس نے شرک کیا۔“^(۲) اس حدیث کے عموم میں قرآنی تعویذ بھی شامل ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآنی تعویذ کل کو غیر قرآنی تعویذ پہننے کا بھی ذریعہ بن سکتا ہے۔ پھر بیت الخلاء وغیرہ میں بھی قرآنی آیات کے تعویذ ساتھ ہی جائیں گے جو یقیناً قرآن کی بے ادبی ہے۔

قرآنی آیات پر مشتمل رسائل و خطوط ارسال کرنا

اہل علم کا کہنا ہے کہ قرآنی آیات اور اسم الہی اور نبی اکرم ﷺ کے اسم مبارک پر مشتمل رسائل و خطوط بذریعہ ڈاک بھیجنے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔ آپ ﷺ کے رؤساء و ملوک اور امراء کی طرف ارسال کردہ پیغامات اس امر کی واضح دلیل ہیں، ملاحظہ ہو: صحیح بخاری: کتاب بدء الوحی اور کتاب الشروط وغیرہ۔^(۳)

اگر عورت نے قرآن اٹھایا ہو اور وہ حائضہ ہو جائے

یعنی کوئی عورت قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہاتھ میں قرآن لئے جا رہی ہو کہ اچانک راستے میں اس کے ایام ماہواری کا آغاز ہو جائے تو اسے اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جسے حدشواہ صغریٰ یا حدشواہ کبر لاق ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ قرآن کو کسی حائل کے بغیر پکڑے اور اس عورت کو چونکہ حدشواہ کبر یعنی حیض لاق ہے اس لئے اسے چاہیے کہ کسی حائل (یعنی کپڑے وغیرہ) کے ساتھ قرآن کو پکڑ لے۔^(۴)

ذکر افضل ہے یا تلاوت قرآن؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ علی الاطلاق قرآن کریم کی تلاوت ذکر سے افضل ہے لیکن جب ذکر کے اسباب موجود ہوں تو ذکر افضل ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ فرض نمازوں کے بعد مسنونہ اذکار پڑھنا (اس وقت) قرآن کی تلاوت کرنے سے افضل ہے۔ اسی طرح (اذان کے دوران) مؤذن کا جواب دینا اس وقت تلاوت قرآن سے افضل ہے اور اسی طرح (باقی اذکار کا حکم ہے)۔ البتہ جب ذکر کا تقاضا کرنے والا کوئی خاص

(۱) [مجموع فتاویٰ و رسائل ابن عثیمین (۲/۲۱۸)]

(۲) [صحیح: السلسلة الصحيحة (۴۹۲) صحیح الجامع الصغیر (۶۳۹۴) مسند احمد (۴/۱۵۶)]

(۳) [فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: کتاب العقائد (۱/۲۱۱)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۴/۲۱۴)]

سبب نہ ہو تو تلاوت قرآن افضل ہے۔^(۱)

قرآن پڑھنا افضل ہے یا سننا؟

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ قرآن پڑھنا اور سننا دونوں ہی مسنون اور باعثِ اجر اعمال ہیں لیکن پڑھنا سننے سے افضل ہے اور غور فکر کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا بغیر غور فکر اور بغیر سمجھ کے پڑھنے سے افضل ہے۔^(۲)

کیا ریڈیو یا ٹی وی وغیرہ سے قرآن سننے میں اجر ہے؟

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ یہ ہے کہ قرآن پڑھنا اور سننا اس زندگی میں مومن کا وظیفہ اور افضل عبادت ہے۔ اور ان اعمال کی تاکید و ترغیب بہت سی آیات و احادیث میں مذکور ہے۔ قرآن کریم کا سماع یا تو کسی شخص سے حاصل ہو سکتا ہے یا ریڈیو (ٹی وی وغیرہ) سے یا پھر ٹیپ ریکارڈر سے۔ تو ان تمام میں ہی اجر اور خیر کثیر ہے، ان شاء اللہ۔ البتہ سننے والے کو چاہیے کہ وہ قرآن میں غور و فکر کرے، قرآن سننے وقت عاجزی اختیار کرے اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے اس پر عمل کرے کیونکہ یہی نزول قرآن کا مقصدِ اعظم ہے، محض سماع نہیں جیسا کہ آج لوگوں کی اکثریت کی حالت ہے۔ (واللہ المستعان)^(۳)

گانے کے انداز میں قرآن کی تلاوت کرنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ کسی بھی مومن کے لئے قرآن کو گانے کی آواز میں یا گانے والوں کے انداز میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ اُس طرح پڑھنا چاہیے جیسے صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین پڑھا کرتے تھے اور وہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر، غم زدہ ہو کر اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے تھے حتیٰ کہ پڑھنے والا خود بھی قرآن سے متاثر ہوتا تھا اور اسے سننے والوں کے دلوں میں بھی قرآن گہری تاثیر چھوڑتا تھا۔ لیکن اگر اسے گانے والوں کے انداز میں پڑھا جائے تو یہ قطعاً جائز نہیں۔^(۴)

تبرک کے لئے کار یا دکان وغیرہ میں قرآن رکھنا یا آیات لٹکانا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر تو یہ آیات لوگوں کو فصاحت کے لئے یا ان کی تعلیم کے لئے لٹکانی جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں لیکن اگر ان سے مقصود محض جنات و شیاطین کو بھگانا ہو تو پھر اس کی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں۔ اسی طرح کار میں محض تبرک کی غرض سے قرآن رکھنے کی بھی کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی یہ مسنون ہے۔ البتہ

(۱) [مجموع فتاویٰ ابن عثیمین (۲/۴۲۱)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۹۰/۳)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۹۱/۳)]

(۴) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۲۹۰/۹)]

اگر کوئی اس غرض سے کار میں قرآن رکھے کہ جب اسے وقت ملے گا وہ اسے پڑھے گا تو پھر کوئی حرج نہیں۔^(۱)

ختم قرآن میں شرکت کے لئے مساجد میں جانا

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ختم قرآن میں شرکت کے لئے مساجد کی طرف جانے میں کوئی حرج نہیں۔^(۲) البتہ نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد نمازیوں کے لیے (رات کے) کھانے کا اہتمام کرنا سنت سے ثابت نہیں لہذا اسے ترک کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔^(۳)

میت کے پیٹ پر قرآن رکھنا

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں، لہذا یہ عمل مسنون نہیں بلکہ بدعت ہے۔^(۴)

قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب

سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی کا یہ فتویٰ ہے کہ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کرائی جائے تو علماء کے صحیح قول کے مطابق اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا... مرتے کے بعد میت کو صرف اسی چیز کا ثواب پہنچتا ہے جس کے متعلق شریعت میں کوئی دلیل موجود ہے جیسے دعاء، استغفار، صدقہ، حج و عمرہ، قرض کی ادائیگی اور اسی طرح روزے رکھنا بشرطیکہ میت کے ذمے روزے ہوں۔^(۵)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ مردوں پر قرآن پڑھنے کی کوئی قابلِ اعتماد دلیل موجود نہیں جبکہ مشروع یہ ہے کہ زندہ لوگوں کے مابین قرآن پڑھا جائے تاکہ وہ اس سے مستفید ہوں، اس میں غور کریں اور کچھ سمجھ حاصل کریں۔ تاہم میت پر قرآن پڑھنا خواہ اس کی قبر کے پاس، یا تدفین سے قبل اور وفات کے بعد یا کسی بھی جگہ پر اور پھر وہ پڑھا ہو قرآن میت کو ہدیہ کرنا، ہمارے علم کے مطابق اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔^(۶)



(۱) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۳۸۴/۲۴)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۸۹/۶)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۹۰/۶)]

(۴) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۹۵/۱۳)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲۰۵/۲)]

(۶) [مجموع فتاویٰ ابن باز (۹۶/۱۳)]

باب الاحادیث الضعیفة عن القرآن قرآن کریم سے متعلقہ چند ضعیف احادیث

- (۱) ﴿فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مَنْ كُلِّ دَاءٍ﴾ ”سورہ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفاء ہے۔“ (۱)
- (۲) ﴿لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ﴾ ”ہر چیز کی کوہان (یعنی سب سے بلند چیز) ہوتی ہے اور قرآن کی کوہان سورہ بقرہ ہے۔“ (۲)
- (۳) طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام میں کچھ سستی دیکھی تو فرمایا ﴿يَا أَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ!﴾ ”اے اصحاب سورہ بقرہ!“ آپ نے شاید یہ غزوہ حنین کے دن اس وقت فرمایا جب لشکر کے قدم اکھڑ گئے تھے اور آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے اعلان کیا ﴿يَا أَصْحَابَ الشَّجَرَةِ!﴾ ”اے اصحاب شجرہ!“ یعنی اے درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والو۔“ (۳)
- (۴) جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا تو آپ نے اس لشکر میں شامل ہر ہر فرد سے کہا کہ وہ سنائے کہ اسے قرآن مجید کس قدر یاد ہے؟ آپ قرآن سنتے سنتے جب ایک نوجوان کے پاس آئے اور آپ نے اس سے دریافت کیا ﴿مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ؟ فَقَالَ: مَعِيَ كَذَا وَكَذَا وَ سُورَةُ الْبَقَرَةِ فَقَالَ: اَمَعَكَ سُورَةُ الْبَقَرَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اِذْهَبْ فَانْتَ امِيرُهُمْ﴾ ”مجھے کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے فلاں فلاں سورتیں اور سورہ بقرہ بھی یاد ہے۔ فرمایا، تجھے سورہ بقرہ بھی یاد ہے؟ اس نے عرض کی، جی، فرمایا: تو جاؤ پھر تم اس لشکر کے امیر ہو۔“ (۴)
- (۵) ﴿نَزَلَتْ عَلَى سُورَةِ الْاَنْعَامِ جُمْلَةً وَاحِدَةً وَ شَبَّعَهَا سَبْعُونَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَهُمْ زَجَلٌ بِالسَّبِيحِ وَ التَّحْمِيدِ﴾ ”مکمل سورہ انعام کہ میں ایک ہی رات میں اس شان سے نازل ہوئی کہ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے جو اللہ کی تسبیح پڑھ رہے تھے۔“ (۵)
- (۶) ﴿اِقْرَآؤُا سُورَةَ الْهُودِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ﴾ ”جمعہ کے روز سورہ ہود پڑھا کرو۔“ (۶)

(۱) [ضعیف: ہدایۃ الرواة (۲۱۱۱) دارمی (۳۳۷۰) بیہقی فی شعب الایمان (۲۳۷۰)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ترمذی، ترمذی (۲۸۷۸) ضعیف الجامع (۱۹۳۳) السلسلۃ الضعیفۃ (۱۳۴۸)]

(۳) [ضعیف: طبرانی (۱۳۳/۱۷) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس میں علی بن قتیبہ راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۳۲۷/۵)، (۹۶۷۳)] شیخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اسی وجہ سے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر ابن کثیر (۱۴۷/۱)]

(۴) [ضعیف: ضعیف ترمذی، ترمذی (۲۸۷۶) ابن ماجہ (۲۱۷) ضعیف الترغیب (۸۶۴) المشکاة (۲۴۳) ضعیف الجامع الصغیر (۲۴۵۲)]

(۵) [ضعیف: طبرانی کبیر (۲۱۵/۱۲)، (۱۹۲۳۰) ابو نعیم فی الحلیۃ (۴۴/۳) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یوسف بن عطیہ سفار راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۲۰/۷)]

(۶) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۲۹۹۵) دارمی (۳۴۰۴) بیہقی فی شعب الایمان (۲۴۳۸)]

(7) ﴿مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهُوَ مَعْصُومٌ إِلَى ثَمَانِيَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ فِتْنَةٍ وَإِنْ خَرَجَ النَّجَالُ عَصَمَ مِنْهُ﴾ ”جو شخص جمع کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا اور اگر اس عرصہ میں دجال بھی نکل آیا تو وہ اس سے بھی بچا لیا جائے گا۔“ (۱)

(8) ﴿مَنْ قَرَأَ يَسَ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قُضِيَتْ حَوَائِجُهُ﴾ ”جس نے دن کے پہلے صے میں سورہ یس پڑھی اس کی حاجات (ضروریات) پوری کی جائیں گی۔“ (۲)

(9) ﴿مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ فَيَقْرَأُ عِنْدَهُ (يَسَ) إِلَّا هَوَّنَ اللَّهُ عَلَيْهِ﴾ ”جس مردے پر سورہ یس کی تلاوت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمادیتے ہیں۔“ (۳)

(10) ﴿اِقْرَأُوا عَلَى مَوْتَاكُمْ يَسَ﴾ ”اپنے مرنے والوں کے قریب سورہ یس پڑھا کرو۔“ (۴)

(11) ﴿إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يَسَ﴾ ”بلاشبہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دل سورہ یس ہے۔“ (۵)

(12) ﴿مَنْ قَرَأَ يَسَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ ”جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے سورہ یس کی تلاوت کی اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“ (۶)

(13) ﴿مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يَسَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهُ﴾ ”جس نے جمعہ کی رات سورہ یس کی تلاوت کی اسے بخش دیا جائے گا۔“ (۷)

(14) ﴿يَسَ لِمَا قُرِئَتْ لَهُ﴾ ”سورہ یس جس مقصد سے پڑھی جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔“ (۸)

(15) ﴿مَنْ قَرَأَ يَسَ مَرَّةً فَكَانَتْ مَرَّةً قَرَأَ الْقُرْآنَ عَشْرَ مَرَّاتٍ﴾ ”جس نے ایک مرتبہ سورہ یس پڑھی گویا اس نے دس مرتبہ قرآن کریم پڑھا۔“ (۹)

(16) ﴿مَنْ قَرَأَ يَسَ مَرَّةً فَكَانَتْ مَرَّةً قَرَأَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ﴾ ”جس نے ایک مرتبہ سورہ یس پڑھی گویا اس نے دو مرتبہ

(۱) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۲۰۱۳) المختارة للحافظ الضياء المقدسي (۴۲۹)]

(۲) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۶۶۲۳) دارمی (۳۴۱۸)]

(۳) [أخبار أصبهان لأبي نعيم (۱۸۸/۱)] اس کی سند میں مروان بن سالم راوی ثقین ہیں۔ [میزان الاعتدال (۹۰/۴)]

(۴) [ضعیف: ضعیف أبو داود (۶۸۳) کتاب الجنائز: باب القراءة على الميت، المشكاة (۱۶۲۲) الارواء (۶۸۸) أبو داود (۳۱۲۱) اس کی سند میں ابوعثمان اور اس کا والد دونوں راوی ضعیف ہیں۔ [هدایة الرواة (۱۸۸/۲)]

(۵) [موضوع: ضعیف الترغیب (۸۸۵) السلسلة الضعيفة (۱۶۹) ترمذی (۲۸۸۷)]

(۶) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۶۶۲۳) بیہقی فی شعب الایمان (۲۴۵۸)]

(۷) [ضعیف جلد: ضعیف الترغیب (۴۵۰) السلسلة الضعيفة (۵۱۱۱)]

(۸) [لا اصل له: تذكرة الموضوعات (ص: ۸۱)]

(۹) [موضوع: ضعیف الجامع الصغير (۵۷۸۶)]

قرآن پڑھا۔“ (۱)

(17) ﴿مَنْ قَرَأَ يَسَ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ مَغْفُورًا لَهُ﴾ ”جس نے رات کے وقت سورہ یس پڑھی وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اسے بخش دیا گیا ہوگا۔“ (۲)

(18) ﴿إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَرَأَ طَهُ وَ يَسَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ آدَمَ بِالْفَنَى عَامَ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالُوا طُوبَى لَأُمَّةٍ يَنْزِلُ هَذَا عَلَيْهِمْ وَ طُوبَى لَإِلْسِنٍ تَتَكَلَّمُ بِهَذَا وَ طُوبَى لِأَجْوَابٍ تَحْمِلُ هَذَا﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے سورہ طہ اور سورہ یس پڑھی۔ جب فرشتوں نے یہ قرآن سنا تو کہا، وہ امت سعادت مند ہے جس پر یہ قرآن نازل ہوگا، وہ زبانیں سعادت مند ہیں جو اس کی تلاوت کریں گی اور وہ دل سعادت مند ہیں جو اسے یاد رکھیں گے۔“ (۳)

(19) ﴿مَنْ قَرَأَ يَسَ يُرِيدُ بِهَا اللَّهُ غُفْرَ اللَّهُ لَهُ وَ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ كَأَنَّمَا قَرَأَ الْقُرْآنَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَرَّةً وَ أَيْسًا مَرِيضٍ قُرِئَ عِنْدَهُ سُورَةُ يَسَ نَزَلَ عَلَيْهِ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ عَشْرَةُ أَمْلَاجٍ يَقُومُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ صُفُوفًا فَيُصَلُّونَ وَ يَسْتَغْفِرُونَ وَ يَسْهَدُونَ قَبْضَهُ وَ غُسْلَهُ وَ يَتَّبِعُونَ جَنَازَتَهُ وَ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ وَ يَسْهَدُونَ دَفْنَهُ وَ أَيْسًا مَرِيضٍ قُرِئَ سُورَةُ يَسَ وَ هُوَ فِي سَكَرَاتِ الْمَوْتِ؟ لَمْ يَقْبِضْ مَلَكُ الْمَوْتِ رُوحَهُ حَتَّى يَجِيئَهُ رِضْوَانٌ خَازِنُ الْجَنَّةِ بِشُرْبَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ فَيَشْرِبُهَا وَ هُوَ عَلَى فِرَاشِهِ فَيَمُوتُ وَ هُوَ رَيَّانٌ وَ لَا يَحْتَاجُ إِلَى حَوْضٍ مِنْ حِيَاضِ الْأَنْبِيَاءِ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَ هُوَ رَيَّانٌ﴾ ”جو شخص اللہ کی رضا کے لئے سورہ یس پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے بخش دیں گے اور اسے اتنا اجر دیں گے جیسے اس نے قرآن کریم بارہ مرتبہ پڑھا ہو اور جس مریض کے پاس بھی سورہ یس پڑھی جائے گی اس پر اس کے ہر حرف کے بدلے دس فرشتے نازل ہوں گے جو اس کے سامنے صف بنائیں گے، نماز پڑھیں گے، اس کے لیے استغفار کریں گے، اس کی روح قبض ہوتے دیکھیں گے، اس کے غسل کو دیکھیں گے، اس کے جنازے کے پیچھے جائیں گے، اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے، اس کے دفن کا مشاہدہ کریں گے اور جس مریض کے پاس موت کی سختی میں سورہ یس پڑھی جائے گی اس کی روح ملک الموت اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک جنت کا محافظ رضوان جنت کی شراب نہیں لے کر آئے گا، وہ اس شراب کو اپنے بستر پر ہی پئے گا، پھر وہ سیر ہو کر مرے گا اور انبیاء کے کسی حوض کا محتاج نہیں ہوگا بلکہ سیر حالت میں ہی جنت میں داخل ہوگا۔“ (۴)

(20) ﴿مَنْ قَرَأَ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفْرَ اللَّهُ لَهُ﴾ ”جس نے جمعہ کی رات سورہ ”حم الدخان“ کی تلاوت کی اسے بخش دیا جائے گا۔“ (۵)

(۱) [موضوع: ضعيف الجامع الصغير (۵۷۸۹)]

(۲) [ضعيف: ضعيف الجامع الصغير (۵۷۸۷)]

(۳) [منكر: السلسلة الضعيفة (۱۲۴۸) دارمی (۳۴۱۴) بیہقی فی شعب الایمان (۲۴۵۰)]

(۴) [موضوع: السلسلة الضعيفة (۴۶۳۶) رواه الثعلبی]

(۵) [ضعيف جدا: ضعيف الجامع الصغير (۵۷۶۷) السلسلة الضعيفة (۴۶۳۲) ترمذی (۲۸۸۹)]

(21) ﴿لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوسٌ وَعَرُوسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمَنُ﴾ ”ہر چیز کی زیب و زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زیب و زینت سورہ رحمن ہے۔“ (۱)

(22) ﴿مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَدًا﴾ ”جس نے ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کی اسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔“ (۲)

(23) ﴿مَنْ قَرَأَ خَوَاتِيمَ الْحَشْرِ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ فَقُضِيَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَوْ لَيْلَةٍ فَقَدْ أَوْجَبَ الْجَنَّةَ﴾ ”جس نے سورہ حشر کی آخری (تین) آیات رات یا دن کے وقت پڑھیں پھر اسی دن یا رات میں فوت ہو گیا تو اس نے (اپنے اوپر) جنت واجب کر لی۔“ (۳)

(24) ﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ ”رسول اللہ ﷺ اس سورت یعنی سورہ اعلیٰ سے محبت کرتے تھے۔“ (۴)

(25) ﴿مَنْ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ أَلَمْ تَشْرَحْ وَ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ لَمْ يَرْمَدْ﴾ ”جس نے نماز فجر میں سورہ الم نشرح اور سورہ الم تر کیف پڑھی وہ ہلاک نہیں ہوگا۔“ (۵)

(26) ﴿أَلَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ آيَةَ كُلِّ يَوْمٍ قَالُوا وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ قَالَ أَمَّا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ ”کیا تم میں سے کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ایک ہزار آیات پڑھے۔ لوگوں نے عرض کیا، اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا، کیا تم میں سے کوئی سورہ تکاثر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا (وہ ایک ہزار آیات کے برابر ہے)۔“ (۶)

(27) ﴿مَنْ قَرَأَ “قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ” حَتَّى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَى اللَّهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ﴾ ”جس نے دس مرتبہ مکمل قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرا دیتے ہیں۔“ (۷)

(28) ﴿مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ خَمْسِينَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُ خَمْسِينَ سَنَةٍ﴾ ”جس نے سورہ اخلاص

(۱) [منکر: هداية الرواة (۲۱۲۱) السلسلة الضعيفة (۱۳۵۰) يهقي في شعب الايمان (۲۴۹۴)]

(۲) [ضعيف: السلسلة الضعيفة (۲۸۹-۲۹۱) يهقي في شعب الايمان (۲۴۹۸)]

(۳) [ضعيف جدا: ضعيف الجامع الصغير (۵۷۷۰) السلسلة الضعيفة (۴۶۳۱) يهقي في شعب الايمان

(۴۹۲/۲)، (۲۵۰۱) الخطيب (۴۴۴/۱۲) ابن عدى (۳۱۸/۳)]

(۴) [ضعيف جدا: السلسلة الضعيفة (۴۲۶۶) ضعيف الجامع الصغير (۴۵۴۲) مسند بزار (۷۷۵) مسند احمد

(۹۶/۱) شيخ شيب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۷۴۲)]

(۵) [لا اصل له: السلسلة الضعيفة (۶۷) المقاصد الحسنة (ص: ۲۰۰)]

(۶) [ضعيف: ضعيف الترغيب (۸۹۱) مستدرک حاکم (۲۰۸۱) يهقي في الشعب (۲۵۱۷)]

(۷) [ضعيف: ضعيف الترغيب (۸۹۳) مسند احمد (۴۳۷/۵) دارمی (۴۵۹/۲)] شيخ شيب ارناؤوط نے اس کی سند

کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۵۶۱۰)] شيخ عبدالرزاق مہدی نے بھی اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [التعليق

على ابن كثير (۵۷۵/۶)] اس کی سند میں ابن امیر، ابن فائد اور ابن معاذ تینوں راوی ضعیف ہیں۔]

پچاس مرتبہ پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“ (۱)

(29) ﴿أُتْسِتِ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّبْعُ عَلَى قُلِّ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ”ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں سورۃ اخلاص پر قائم کی گئی ہیں۔“ (۲)

(30) ﴿إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ نِسْبَةً وَإِنَّ نِسْبَةَ اللَّهِ غَزَّوَجَلَّ قُلِّ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ”بلاشبہ ہر چیز کی کوئی نسبت ہوتی ہے اور اللہ کی نسبت سورۃ اخلاص ہے۔“ (۳)

(31) ﴿مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَرَأَ قُلِّ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ مِائَةً مَرَّةً فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِي أَذْخَلُ عَلَى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ﴾ ”جو شخص اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے پھر داہنی طرف لیٹ کر سورۃ سورۃ اخلاص پڑھے تو جب قیامت کا دن ہوگا اس کا پروردگار اس سے فرمائے گا کہ اے میرے بندے! اب داہنی طرف سے جنت میں داخل ہو جا۔“ (۴)

(32) ﴿فَضَّلُ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ عَلَى الَّذِي لَمْ يَحْمِلْهُ فَفَضَّلُ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوقِ﴾ ”حامل قرآن کی فضیلت غیر حامل قرآن پر اس طرح ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے۔“ (۵)

(33) ﴿حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةِ الْإِسْلَامِ مَنْ أَكْرَمَهُ فَقَدْ أَكْرَمَ اللَّهُ وَمَنْ أَهَانَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ﴾ ”حامل قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والے کی طرح ہے، جس نے اس کی تکریم کی اللہ تعالیٰ اس کی تکریم کرے گا اور جس نے اس کی توہین کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔“ (۶)

(34) ﴿إِقْرَاءِ الْقُرْآنِ بِالْحُزْنِ فَإِنَّهُ نَزَلَ بِالْحُزْنِ﴾ ”قرآن کو غم کے ساتھ پڑھو کیونکہ وہ غم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔“ (۷)

(۱) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغير (۵۷۷۸) دارمی (۴۶۱/۲)]

(۲) [موضوع: السلسلة الضعيفة (۵۹۲) ضعیف الجامع الصغير (۸۴۳)]

(۳) [ضعیف جدا: السلسلة الضعيفة (۳۱۹۲) طبرانی اوسط (۷۳۶) اس کی سند میں الوازع بن نافع راوی ضعیف ہے۔ امام ابن عثیم نے فرمایا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی نے اسے متروک جبکہ امام احمد نے اسے غیر ثقہ کہا ہے۔ [میزان الاعتدال (۹۳۲۰) امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ الوازع متروک ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۱۵۴۳)]

(۴) [ضعیف: ضعیف الترغیب والترہیب (۳۴۸) ضعیف ترمذی (۵۵۲) ضعیف الجامع الصغير (۵۳۸۹) ترمذی (۲۸۹۸) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فی سورة الاخلاص، بیہقی فی شعب الایمان (۵۰۸، ۲) (۲۵۴۹)، کنز العمال (۴۱۲۶۶)]

(۵) [موضوع: ضعیف الجامع الصغير (۳۹۷۴) السلسلة الضعيفة (۳۹۶) اخرجه الديلمی]

(۶) [موضوع: ضعیف الجامع الصغير (۲۶۷۵) السلسلة الضعيفة (۳۶۸) اخرجه الديلمی (۲۶۹۰)]

(۷) [ضعیف جدا: السلسلة الضعيفة (۲۵۲۳) ضعیف الجامع الصغير (۱۰۶۴) طبرانی اوسط (۲۹۰۲) ابو نعیم فی الحلیۃ (۱۹۶/۶) اتحاف الخیرۃ المہرۃ (۸۰۲۳) امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ اس کی سند میں اسماعیل بن سیف راوی ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۷۰/۷)]

(35) ﴿مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِهِ الْبَسَ وَالِدَاهُ تَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي يَوْمِ الدُّنْيَا فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهِذَا﴾ ”جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا، قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی جو تمہارے دنیا کے گھروں میں چمکتا ہے، پھر اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو اس (قرآن) پر عمل بھی کرتا رہا۔“ (۱)

(36) ﴿مَنْ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَا مَا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ”جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت غور سے سنے اس کے لئے بہت سی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص خود پڑھے تو وہ قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔“ (۲)

(37) ﴿قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ﴾ ”نماز میں تلاوت قرآن نماز کے علاوہ تلاوت قرآن سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے افضل ہے۔“ (۳)

(38) ﴿قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِ الْمُصْحَفِ أَلْفُ دَرَجَةٍ وَقِرَاءَتُهُ فِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلَى ذَلِكَ إِلَى أَلْفِي دَرَجَةٍ﴾ ”مصحف کے بغیر قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے ہزار درجہ ثواب ہے اور مصحف سے دیکھ کر تلاوت کرنے سے دو ہزار درجہ تک ثواب ملتا ہے۔“ (۴)

(39) ﴿مَنْ قَرَأَ رُبْعَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوتِيَ رُبْعَ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوتِيَ ثُلُثَ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثِي الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوتِيَ ثُلُثِي النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ أُوتِيَ النُّبُوَّةُ﴾ ”جس نے قرآن کا چوتھائی حصہ پڑھا اسے ایک چوتھائی نبوت دی گئی، جس نے قرآن کا تہائی حصہ پڑھا اسے ایک تہائی نبوت دی گئی، جس نے قرآن کا دو تہائی حصہ پڑھا اسے دو تہائی نبوت دی گئی اور جس نے مکمل قرآن پڑھا اسے مکمل نبوت دی گئی۔“ (۵)

(40) ﴿إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جَلَانُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ﴾ ”بلاشبہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسا کہ لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس کو پانی لگے۔ آپ سے عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول ازنگ دور کرنے کا آلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، کثرت کے ساتھ موت کو یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔“ (۶)

(۱) [ضعیف: ضعیف ابوداؤد (۳۱۵) ضعیف/الترغیب (۸۶۱) ضعیف الجامع الصغیر (۵۷۶۲) المشکاة

(۲۱۳۹) ابوداؤد (۱۴۵۳) کتاب الصلاة: باب فی ثواب قراءة القرآن]

(۲) [ضعیف: ضعیف الترغیب (۸۵۹) ضعیف الجامع الصغیر (۵۴۰۸) مصنف عبد الرزاق (۳۷۳/۳) مسند

احمد (۳۴۱/۲) شیخ شعب ابن اوثم نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۸۴۹۴)]

(۳) [ضعیف: هداية الرواة (۲۱۰۷) بیہقی فی شعب الایمان (۲۲۴۳)، (۴۱۳/۲)]

(۴) [ضعیف: هداية الرواة (۲۱۰۸) بیہقی فی شعب الایمان (۲۲۱۸)]

(۵) [موضوع: السلسلة الضعيفة (۴۷۶) رواه ابو بكر الآخري فی "آداب حملة القرآن"]

(۶) [ضعیف الاسناد: السلسلة الضعيفة (۶۰۹۶) بیہقی فی شعب الایمان (۲۰۱۴)]

(41) ﴿إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْيَتِّبِ الْخَرِبِ﴾ ”بیٹک جس کے دل میں قرآن کریم کی کوئی چیز نہیں وہ ویران گھر کی مانند ہے۔“ (۱)

(42) ﴿كَلَامِي لَا يَنْسَخُ كَلَامُ اللَّهِ وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسَخُ كَلَامِي وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسَخُ بَعْضُهُ بَعْضًا﴾ ”میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا جبکہ اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام اپنے بعض حصے کو بھی منسوخ کرتا ہے۔“ (۲)

(43) ﴿اعْرِبُوا الْقُرْآنَ وَاتَّبِعُوا غَرَائِبَهُ وَغَرَائِضَهُ وَحُدُودَهُ﴾ ”قرآن کریم (کے معانی) واضح کرو اور اس کے غرائب کی اتباع کرو اور اس کے غرائب سے مراد فرائض اور حدود ہیں۔“ (۳)

(44) ﴿يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ وَذَكَرَنِي عَنْ مَسْأَلَتِي أُعْطِيَ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ وَفُضِّلَ كَلَامُ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ﴾ ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جسے قرآن کریم (کی تلاوت) اور میرے ذکر کرنے مجھ سے مانگنے سے مشغول کر دیا میں اسے اس سے افضل عطا کروں گا جو مانگنے والوں کو عطا کیا جاتا ہے اور اللہ کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی مخلوق پر ہے۔“ (۴)

(45) ﴿مَا آمَنَ بِالْقُرْآنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهُ﴾ ”جس نے قرآن کریم کے محرمات کو طلال گردانا اس کا قرآن پر ایمان نہیں۔“ (۵)

(46) ﴿تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَأَقْرَأُوهُ، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ أَوْ قَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُورٍ مِسْكًا، تَفْوُخُ رِيحُهُ كُلَّ مَكَانٍ وَ مِثْلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَوَهَّدَ وَ هُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ أَوْكِيٍّ عَلَى مِسْكِ﴾ ”قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو (اس کے بعد) اس کی تلاوت کرتے رہو۔ یاد رکھو! قرآن کریم کی مثال، جب کوئی شخص اس کی تعلیم حاصل کرتا ہے پھر تلاوت کرتا ہے اور اس کے ساتھ قیام کرتا ہے، اُس تحلیہ کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے، اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہے اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی پھر وہ (غافل

(۱) [ضعیف: ضعیف الترغیب (۸۷۱) ضعیف الجامع الصغیر (۱۵۲۴) ترمذی (۲۹۱۳) بیہقی فی شعب الایمان (۱۷۹۳) مسند احمد (۲۲۳/۱) مستدرک حاکم (۲۰۳۷) طبرانی کبیر (۱۲۶۱۹) شیخ شعب ارناؤوط نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ [الموسوعة الحديثية (۱۹۴۷)]

(۲) [موضوع: ضعیف الجامع الصغیر (۴۲۸۵) المشكاة (۱۹۵) العلل المتناهية (۱۳۲/۱)]

(۳) [ضعیف جدا: السلسلة الضعيفة (۱۳۴۵) ضعیف الجامع الصغیر (۹۳۵) بیہقی فی شعب الایمان (۴۲۷/۲)، (۲۲۹۳) کنز العمال (۲۳۶۹) المشكاة (۲۱۶۵)]

(۴) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۱۳۳۵) ضعیف الجامع (۶۴۳۵)]

(۵) [ضعیف: ضعیف الترغیب (۱۰۰) ضعیف الجامع الصغیر (۴۹۷۵) ارواء الغلیل (۳۶۰/۳) ترمذی (۲۹۱۸) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فيمن قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر، طبرانی اوسط (۳۳۷/۴) طبرانی کبیر (۷۲۹۵) بیہقی فی شعب الایمان (۱۷۳)]

ہو کر) سو یا رہا حالانکہ قرآن کریم ازل کے دل میں اس تھیلے کی مانند ہے جس میں کستوری بھری ہے (لیکن) اس کامند (رستی کے ساتھ) باندھا گیا ہے (یعنی اس کی خوشبو کسی بھی جگہ بہک نہیں رہی بلکہ اسی تھیلے میں بند ہے)۔“ (۱)

(47) ﴿مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ أَوَّلَ النَّهْلِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُمِيسَ وَمَنْ خَتَمَهُ آخِرَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُصْبِحَ﴾ ”جس نے دن کے شروع میں قرآن ختم کیا شام تک فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جس نے دن کے آخر میں قرآن ختم کیا صبح تک فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔“ (۲)

(48) ﴿إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةً قِيلَ: وَمَا الْمَخْرُجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرٌ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمٌ مَا بَيْنَكُمْ﴾ ”یقیناً غفریب فتنے ظاہر ہوں گے، دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ان فتنوں سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی کتاب جس میں تم سے پہلے اور بعد میں آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بارے میں بھی حکم موجود ہے۔“ (۳)

(49) ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ حَبْلُ اللَّهِ وَهُوَ النُّورُ الْمُبِينُ وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ عِصْمَةٌ لِمَنْ تَمَسَّكَ بِهِ وَنَجَاةٌ لِمَنْ اتَّبَعَهُ لَا يَعْوُجُ فَيَقُومُ وَلَا يَزْنِغُ فَيُسْتَعْتَبُ وَلَا تَنْقُضِي عَجَائِئِهِ وَلَا يَخْلُقُ مِنْ كَثْرَةِ السَّرِّدِ﴾ ”یہ قرآن اللہ کی رسی، واضح نور اور نفع بخش شفاء ہے۔ جو اسے مضبوطی سے پکڑے گا اس کے لئے یہ بچاؤ کا ذریعہ ہے، جو اس کی پیروی کرے گا اس کے لئے یہ باعثِ نجات ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا کج رو نہیں ہوتا کہ اسے راہِ راست پر لایا جائے اور نہ ہی وہ ٹیڑھا ہوتا ہے کہ زیرِ عتاب آئے۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور بار بار پڑھنے سے یہ پرانا نہیں ہوتا (یعنی انسان اس سے اکتاتا نہیں)۔“ (۴)



(۱) [ضعیف: ضعیف ابن ماجہ (۳۹) التعلیق علی الرغیب (۲۰۹/۲) التعلیق علی ابن خزيمة (۱۵۰۹) المشكاة

۱ (۲۱۳۴) ضعیف الجامع الصغير (۲۴۵۲) ضعیف ترمذی (۵۴۱) التعليقات الحسان علی صحيح ابن حبان

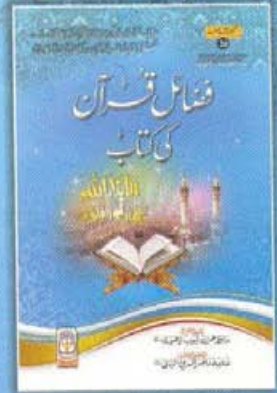
(۲۱۲۳) ابن ماجہ (۲۱۷) ترمذی (۲۸۷۶)]

(۲) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغير (۵۵۶۹) السلسلة الضعيفة (۴۵۹۱) ابو نعيم فی الحلیة (۲۶/۵)]

(۳) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (۶۳۹۳) شرح العقيدة الطحاوية - بتحقيق البانی (ص: ۶۹) ترمذی (۲۹۰۶)

ابن ابی شیبہ (۱۲۵/۶) دارمی (۲۳۳۱) شرح السنة (۲۸۷/۱) مسند بزار (۸۳۶) کنز العمال (۱۶۴۸)] یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے خود فرمایا ہے کہ اس کی سند مجہول ہے۔]

(۴) [ضعیف: ضعیف الترغیب والترہیب (۸۶۷) السلسلة الضعيفة (۶۸۴۲) ابن ابی شیبہ (۲۰۶۳۰)]



انسانیت پر انعامات الہیہ میں سے ایک عظیم انعام آج قرآن کریم کی شکل میں موجود ہے جو ذریعہ ہدایت و رحمت ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی پرتاثر بھی ہے۔ اس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اسے غور سے سننے والے صحابی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، بہت سے صحابہ اسے ایک مرتبہ سنتے ہی مسلمان ہو گئے، بہت سے کفار اسے چھپ کر سننے پر مجبور ہوئے اور بہت سے غیر مسلم اسے سن کر اسے جھوٹا کلام کہنے کی سکت کھو بیٹھے۔

قرآن کی اس قدر تاثیر کے باوجود آج مسلمان پر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا؟ تو بلاشبہ اس کا جواب یہ ہے کہ جن پر قرآن اثر کرتا تھا انہیں قرآن سمجھ آ رہا ہوتا تھا اور آج چونکہ نجی مسلمان عربی سے ناواقفیت کی بنا پر قرآن سمجھنے سے عاری ہیں اس لیے ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے تب ہی یہ ذریعہ ہدایت بنے گا اور فضائل قرآن سے بھی واقفیت حاصل کی جائے تاکہ قرآن سے دوری ختم ہو سکے۔

پیش نظر کتاب میں ہمارے ایک تلمیذ رشید حافظ محمد ان ایوب لاہوری نے بہت ہی عمدہ انداز میں جہاں بالتفصیل فضائل قرآن پر روشنی ڈالی ہے وہاں اسی نزول قرآن کے مقصد کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابتدائے کتاب میں قدرے مفصل مقدمہ درج ہے جس میں قرآن کریم کے تعارف کے ساتھ ساتھ قرآن فنی اور قرآن پر عمل کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، قرآن کی تاثیر سے مسلمان ہونے والوں کی فہرست اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں صدائے قرآن کا ثبوت بھی اسی مقدمہ میں شامل ہے۔ پھر پانچ ابواب فضائل قرآن پر مشتمل ہیں۔ چھٹے باب میں قرآن سے متعلقہ چند مختلف مسائل کا ذکر ہے اور آخری باب میں چند ضعیف احادیث کا بیان ہے۔

مجموعی طور پر کتاب علمی و تحقیقی ہونے کی بنا پر مفید ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر شبیر منصور حفظہ
پیشواؤں شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

01-20



تفہیم کتاب و سنت کا تحقیقی و طباعتی ادارہ
لاہور - پاکستان

0300-4206199

فیqhulhadith پبلیکیشنز

Website: fiqhulhadith.com, E-Mail: editor@fiqhulhadith.com